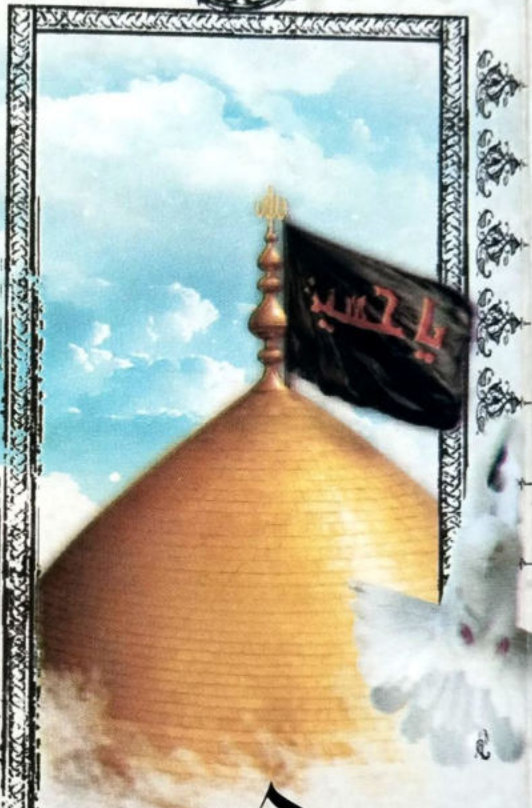
الذی علم بالقلم
Serving Ummah
Since 1408 A.H.

جلد دوّم

(گڈاپ ٹاؤن، بن قاسم ٹاؤن،
لانڈھی ٹاؤن اور کورنگی ٹاؤن)





کراچی کی
عزاداری

احب اللّٰہ من احب حسینا

تحریر و تحقیق
پروفیسر سیّد عمران ظفر

زہرا(س) آکادمی، پاکستان

جناب نسیم اختر صاحب کے لیے

S. Imran
30/7/23

کراچی کی عزاداری

جلد دوّم

(گڈاپ ٹاؤن، بن قاسم ٹاؤن، لانڈھی ٹاؤن اور کورنگی ٹاؤن)

ناشر

زہراء آکادمی، پاکستان

نام کتاب: کراچی کی عزاداری

مصنّف: پروفیسر سید عمران ظفر

جلد: دوّم

ایڈیشن: پہلا

سال اشاعت: سنہ ۲۰۲۳ء

کمپوزنگ: انصار امام، مصطفیٰ

ناشر: زہراء آکادمی، پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

اپنی نانی محترمہ سیدہ کنیز زہرا
صاحبہ کے نام جو ایک حقیقی عزادار تھیں۔
جس زمانے میں شکر کا کوٹہ ہوا کرتا تھا اپنے گھر والوں کو پورے
سال گڑ کی چائے دیتیں تاکہ پانچ محرم اور سات محرم کے جلوس کے
لیے اتنی چینی ہو جائے کہ عزاداروں کو چینی والی چائے مل جائے۔ اخلاق
ایسا تھا کہ پورے محلے میں اکیلے اثنا عشری ہونے کے باوجود آپ کے
انتقال پر محلے کے لوگ بضد ہو گئے کہ جنازہ کسی امام بارگاہ میں نہیں بلکہ
محلے کے گراؤنڈ میں پڑھایا جائے۔ جن کو محلہ چھوڑے ہوئے
سالوں ہو گئے تھے وہ بھی سخت سردی کی اس رات دور
دور سے نماز جنازہ میں شریک ہونے کے
لئے پہنچے۔

حرفِ آغاز

کراچی کی عزاداری کی پہلی جلد میں ملیر اور شاہ فیصل ٹاؤن کی عزاداری کو بیان کرنے کے بعد ایسا لگ رہا تھا کہ اب اگلے سال سفر تیزی سے چلے گا مگر اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور دیگر مصروفیات کی بنا پر چھ مہینے تک کام زیادہ تیزی سے نہ چل سکا۔اس صورتحال کی وجہ سے کراچی کے مزید چار ٹاؤنز گڈاپ ٹاؤن، بن قاسم ٹاؤن، لانڈھی ٹاؤن اور کورنگی ٹاؤن کی عزاداری تک ہی سلسلہ محدود رہا۔

طریقہ کار یہ رکھا گیا ہے کہ متعلقہ علاقے کے لوگوں سے معلومات حاصل کی جائیں اور اگر علاقے کے بارے میں مواد دستیاب ہے تو اسے ملا کر خاص جگہ کی عزاداری کو لکھا جائے۔اور جب مضمون مکمل ہو جائے تو اسے سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دیا جائے تا کہ کسی بھی غلطی کی صورت میں مزید متعلقہ لوگ سامنے آجائیں اور ان سے بھی انٹرویو کر کے اور ہر بات کی دوسرے متعلقہ فرد سے تصدیق کر کے ان مضامین کو مستند بنالیا جائے۔اس کام میں کافی حد تک کامیابی حاصل ہوئی اور کئی متعلقہ لوگ سامنے آئے جس سے بہت زیادہ مدد ملی۔

کورنگی کی عزاداری کو رقم کرنا انتہائی مشکل کام تھا جس کا ذکر کئی بار مضامین میں بھی کیا۔کورنگی کی عزاداری مین تین افراد ایسے تھے جنہوں نے ہر مرحلے پر میری بہت مدد کی پہلے عزمِ حیدر عابدی صاحب جنہوں نے مجھے ہر علاقے کے متعلقہ لوگوں سے ملوایا، میں عزم حیدر بھائی کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔دوسرے پروفیسر نجمی حسن صاحب جنہوں نے ہر گام پر میری مدد اور اصلاح کی۔اگر پروفیسر صاحب نہیں ہوتے تو میرے لیے یہ کام کرنا نہایت مشکل تھا۔تیسری اور سب سے اہم شخصیت امریکہ میں مقیم جناب حیدر رضوی صاحب کی ہے جنہوں نے فون پر گھنٹوں مجھے ٹائم دے کر کورنگی اور لانڈھی کے جغرافیہ اور انجمنوں کی تاریخ بتائی اور ساتھ ساتھ میرے ہر مضمون کی تفصیل کے ساتھ تصحیح بھی کی ان کا وجود میرے لیے نعمت سے کم نہیں تھا۔

گڈاپ اور بن قاسم کی عزاداری میں جناب پروفیسر ریاض مہدی اور پروفیسر بیدار جعفری صاحب نے نہ صرف مدد کی بلکہ میرے ساتھ لمبے لمبے سفر بھی کیے۔ میں ان دونوں حضرات کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ باقی ان چاروں ٹاؤنز کے اور لوگوں نے بھی بہت زیادہ میری مدد کی جن کا میں نہایت شکر گزار ہوں۔ جلد اول کی طرح جلد دوئم میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ ہوتے تو یہ کام ہو بھی نہیں سکتا تھا ان میں میرے ماموں جناب سید منور عطا زیدی اور جناب رفعت عطا زیدی صاحب اور میرے دوست جناب ذوالفقار (رضوان) اور کاشف عباس صاحب جو میرے ایک فون پر اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کہیں پر بھی چلنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

اس کام میں بہت سارے لوگوں کی حوصلہ افزائی شامل ہے جن میں میں مولانا شبیر حسن میثمی صاحب، مولانا ڈاکٹر سید نسیم حیدر زیدی صاحب، ڈاکٹر عقیل عباس جعفری صاحب، سید علی عارف جعفری صاحب، جناب شہر یار حسین صاحب، پروفیسر کاظم نقوی صاحب، پروفیسر اقبال حماد صاحب، پروفیسر آصف نقوی صاحب، پروفیسر مہدی حسن صاحب، پروفیسر بابر عسکری صاحب، ڈاکٹر زوار، پروفیسر ناصر حسین صاحب، پروفیسر جمیل زیدی صاحب، ظفر صاحب (عزائے حسین)، جناب اظہر علی عزمی صاحب، جناب مظہر صاحب، جناب رضا پنجتن صاحب، جناب انصار امام صاحب، جناب مصطفیٰ جعفری صاحب اور جناب سید محمد عباس رضوی صاحب شامل ہیں۔ اسی طرح سے پروف ریڈنگ اور دیگر کاموں میں والدہ محترمہ عصمت زہرا صاحبہ، اہلیہ ڈاکٹر مہرین زہرا، بیٹی مریم فاطمہ، بیٹے محمد سلمان اور چھوٹے بھائی سید علی کاشان نے بہت مدد کی۔

خداوند متعال کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ اس نے یہ کام کرنے کی ہمت اور توفیق عطا کی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام افراد جن کا ذکر ابھی کیا گیا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کیوں کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو شاید یہ کاوش کبھی مکمل نہیں ہو سکتی تھی اور خاص طور پر اپنی فیملی والوں کا شکر گزار ہوں جن کے محدود ٹائم کو جو میری پیشہ ورانہ مصروفیات کے بعد بچتا تھا میں نے کتاب لکھنے میں لگا دیا اور انہوں نے

بجائے گلا کرنے کے میری ہر طرح سے مدد کی۔

کراچی کے 18 ٹاؤنز میں سے اس وقت پہلی اور دوسری جلد ملا کر چھ ٹاؤنز مکمل ہو گئے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں پورا ضلع ملیر اور پورا ضلع کورنگی مکمل ہو چکا ہے۔ اگر خداوند تعالی نے مزید ہمت اور توفیق عطا کی تو ان شاء اللہ کراچی کے مزید 12 ٹاؤنز کی عزاداری کی تاریخ بھی آئندہ سالوں میں مکمل کر لی جائے گی۔

پروفیسر سید عمران ظفر
0333-2395743
2023ء

تبصرہ

برصغیر پاک وہند میں عزاداری کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور یہاں بسنے والے تمام فرقوں میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ تقسیم پاک وہند کے باوجود عزاداری کی روح دونوں طرف باقی رہی، خصوصاً پاکستان میں امام حسین علیہ السلام کے ذاکرین نے، چاہے علماء میں سے ہوں یا عام عزاداروں میں سے، اس عزاداری کو آگے بڑھانے کے لئے بے لوث قربانیاں دیں۔

قائد ملت جعفریہ آیت اللہ سید ساجد علی نقوی کے بقول آج پاکستان میں تشیع ذاکری اور ممبر سے پہچانی جاتی ہے۔ عام انسان عزاداری کے ذریعے ہی دین سے منسلک رہتا ہے، عزاداری اسے دین کے اصول وفروع سے آشنا کرتی ہے۔

ویسے تو پاکستان کی ہر گلی، ہر سڑک، ہر محلہ عزاداری کی الگ تاریخ رکھتا ہے، لیکن پاکستان کے شہر کراچی میں اہل بیت کے عاشقوں کی ایک بہت بڑی تعداد آباد ہے جس کی عزاداری کی تاریخ کو یکجا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اسی سلسلے میں کراچی کی پرانی تقسیم کے مطابق 18 ٹاؤنز میں سے شاہ فیصل ٹاؤن اور ملیر ٹاؤن کی عزاداری اور اس کی تاریخ کو جلد اول میں پیش کیا گیا تھا۔ اب دوسری جلد میں گڈاپ ٹاؤن، بن قاسم ٹاؤن، لانڈھی ٹاؤن، اور کورنگی ٹاؤن کی عزاداری کو پیش کیا جارہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ کراچی کے باقی 12 ٹاؤنز کی عزاداری اور اس کی تاریخ بھی مزید جلدوں میں جلد از جلد مکمل کی جائے گی تاکہ کراچی بھر کی عزاداری کی تاریخ کا انسائیکلو پیڈیا بن سکے۔ خدا ہمیں صحیح معنی میں حسینی عزاداری برپا کر کے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو ان کے عزیز فرزندوں کا حقیقی پرسہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علیکم

شبیر حسن میثمی۔ چیئرمین زہرا (س) آکادمی، پاکستان

تبصرہ

کسی بھی شہر کی عزاداری کی تاریخ مدون کرنا ایک بے حد دشوار کام ہے اور پھر جب شہر بھی کراچی جیسا شہر ہو جہاں پورا ہندوستان اور پورا پاکستان سمٹ آیا ہو تو یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچانا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے کام سرانجام دینا کسی جنونی کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ پروفیسر سید عمران ظفر ایسے ہی جنونی ہیں۔ ان سے پہلا رابطہ فیس بک کی وساطت سے ہوا۔ جہاں میں نے جعفر طیار کی عزاداری کے بارے میں ان کا تحقیقی مضمون پڑھا۔ پھر ملیر کے دوسرے محلوں کے بارے میں ان کے مضامین نظر سے گزرنے شروع ہوئے۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ یہ مضامین کتابی شکل میں مدون کریں۔ کام مشکل تھا، مگر مولا کی مدد ساتھ ہو تو کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی۔

گزشتہ برس عمران ظفر صاحب شاہ فیصل اور ملیر ٹاؤن کی عزاداری کی تاریخ مکمل کرنے اور شائع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب اس سال وہ کراچی کے مزید چار ٹاؤنز گڈاپ، بن قاسم، لانڈھی اور کورنگی کی عزاداری کی تاریخ مدون کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ کراچی کے 18 میں سے چھ ٹاؤنز کی عزاداری کی تاریخ مکمل ہو گئی ہے یعنی ایک تہائی سفر اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے۔

پروفیسر سید عمران ظفر کی محنت اور جستجو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ میں تو بس دعا دے سکتا ہوں اللہ ان کی توفیقات میں اضافہ کرے اور انہوں نے جس ناممکن کو ممکن بنا دینے کا ارادہ کیا ہے مولا کی مدد سے وہ کام مکمل ہو جائے۔

نئے دیوانوں کو دیکھیں تو خوشی ہوتی ہے
ہم بھی ایسے ہی تھے جب آئے تھے ویرانے میں

ڈاکٹر سید عقیل عباس جعفری

فہرست

برصغیر میں مسلمان حکمرانوں کے دور میں عزاداری کی مختصر تاریخ

ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ شہاب الدین غوری:

موجودہ افغانستان کے 34 صوبوں میں سے ایک صوبہ غور ہے۔ صوبہ غور صوبہ ہرات کے قریب وسطی و مغربی افغانستان میں واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف ہندوکش کے اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت تک اس علاقے کے لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جب کہ شنسب بن حریق اس حکومت کا فرمانروا تھا۔ اس زمانے میں یہ حکومت ایران سے مکران تک جبکہ دوسری طرف غور اور فیروزہ کوہ کے اس پار تک پھیلی ہوئی تھی۔ شنسب خود کوفہ جا کر حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ شنسب نے آپ کے ہاتھوں پر نہ صرف اسلام قبول کیا تھا بلکہ عہد وفاداری بھی کیا تھا اور اس عہد نامے کی ہمیشہ پاسداری کرنے کا اس نے حلف بھی اٹھایا تھا جبکہ وفاداری کی علامت کے طور پر شنسب کو حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے ایک پرچم بھی ملا تھا۔ خاندان شنسب میں جب بھی کسی کو نیا سردار بنایا جاتا اور اس کی رسم تاج پوشی کی جاتی تو وہ عہد جو حضرت علی علیہ السلام سے شنسب نے کیا تھا، اس کی شرائط پر پابند رہنے کا حلف لیا جاتا اور حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے ملنے والے پرچم کو نئے سردار کو منتقل کر دیا جاتا۔

خاندان شنسب کی حکومت مختلف ادوار میں اپنی سرحدیں تبدیل کرتی رہی کبھی سکڑ کر صرف غور کے علاقے تک محدود ہو جاتی اور کبھی بڑھ کر بہت بڑی ریاست بن جاتی مگر فرمانروائی آل شنسب کے پاس ہی رہی۔ اس خاندان میں محبت آل محمد بھی ہر دور میں موجود رہی۔ بنوامیہ کے زمانے میں آل شنسب کے حکمرانوں نے محبت آل محمد میں بنوامیہ کے بہت سے حکم ناموں کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ غور کے پہاڑ ناقابل عبور تھے اس لئے بنوامیہ اہل غور کو اپنے احکامات کا پابند نہیں کروا سکے۔ یہ لوگ حضرت علی

علیہ السلام کے موالی تھے اور ان کے دلوں میں ائمہ اہل بیت کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس علاقے کے عالم اور دانشور ائمہ طاہرین کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے تھے۔

بنوعباس نے جب خون امام حسین علیہ السلام کے بدلے کا نعرہ لگایا تو آل شنسب بنوعباس کے ساتھ ہو گئے۔ جب محمود غزنوی نے خروج کیا تو پہلی بار آل شنسب کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس خاندان کے افراد کو چن چن کر مارا گیا۔ بہت بڑے پیمانے پر خون ریزی ہوئی جس کی وجہ سے آل شنسب کے لوگ غور کو چھوڑ کر مختلف علاقوں میں روپوش ہو گئے اور اپنے قبیلے کے نام تک کو چھپالیا۔ محمود غزنوی کی وفات کے بعد آل شنسب جو محمود غزنوی کے خوف سے مختلف ممالک میں روپوش ہو گئے تھے ایک دفعہ پھر علاء الدین حسین کی سربراہی میں یکجا ہونا شروع ہوئے۔ جیسے ہی علاء الدین حسین کو غور کی حکومت دوبارہ حاصل ہوئی اس نے غزنی پر چڑھائی کر دی اور غزنی پر قبضہ کر کے اپنے سارے حساب اہل غزنی سے برابر کیے۔

علاء الدین حسین کی وفات کے بعد اس کے دو بہادر بھتیجے غیاث الدین غوری اور شہاب الدین غوری سلطنت غور پر حاکم ہوئے۔ غیاث الدین غور کا بادشاہ بنا جبکہ شہاب الدین غوری نے اپنے بھائی کے مشورے سے سلطنت میں اضافے اور مسلم حکومت کے قیام کے لئے ہندوستان میں پرتھوی راج پر کئی حملے کیے اور بلا آخر 1193ء میں دہلی پر اس نے اپنی فتح کا علم گاڑ دیا اور ہندوستان کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔

شہاب الدین غوری کی ایک اور اہم بات یہ تھی کہ اس کے لشکر میں سیدوں کی بھی ایک بڑی تعداد شامل تھی جو ہندوستان فتح ہونے کے بعد ہندوستان میں ہی رہ گئی تھی جیسے بیانہ کے سادات اسی زمانے کے ہیں۔ 1206ء میں شہاب الدین غوری کی شہادت ہوگئی اور یوں اسلام کا یہ عظیم مجاہد 57 سال کی عمر میں بڑی بڑی فتوحات کر کے شہید ہو گیا۔

خاندان غلاماں:

شہاب الدین غوری کی وفات کے بعد 1206ء میں خاندان غلاماں کا زمانہ شروع ہوتا ہے جو 1290ء پر جاکر اختتام پذیر ہوتا ہے جس میں خاندان غلاماں کے 9 حکمران گزرے۔
شہاب الدین غوری کی صرف ایک بیٹی تھی۔ شہاب الدین غوری کو ترکی کے غلام خریدنے اور انہیں بیٹوں کی طرح پالنے کا بڑا شوق تھا۔ سلطان کو لوگ اکثر اس بات کا طعنہ بھی دیتے تھے کہ اس کی اولاد نرینہ نہیں ہے۔ اس پر اس نے ایک دفعہ کہا" عام طور پر بادشاہوں کے چند بیٹے ہوتے ہیں جو باپ کی موت پر وارث قرار پاتے ہیں مگر میرے کئی ہزار ایسے سعادت مند بیٹے ہیں جو میرے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے کر ایک مدت تک میرا نام زندہ رکھیں گے"۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ شہاب الدین غوری کے غلاموں نے ہندوستان اور دیگر ریاستوں پر اس رعب و دبدبے سے حکومت کی کہ اپنے آقا کے نام کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔

شہاب الدین غوری ہندوستان فتح کرنے کے بعد سلطنت اپنے سب سے معتبر غلام قطب الدین ایبک کے حوالے کر گیا۔ قطب الدین ایبک کی چھوٹی انگلی ٹوٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے دربار میں اس کا نام ایبک پڑ گیا اور بعد میں ایبک اس کے نام کا جز بن گیا۔

خاندان غلاماں کے تمام حکمران اپنے آقا کی طرح اہل بیت کے بہت بڑے معتقد تھے۔ خاندان غلاماں کے دور حکومت میں ہی ہندوستان میں اسلام بہت زیادہ تیزی سے پھیلا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کے تاتاریوں کے حملوں کی وجہ سے پورا عالم اسلام متاثر ہو رہا تھا اور ان لوگوں نے خاص طور پر سیدوں اور صوفیوں کے لیے ہندوستان کے دروازے خصوصی طور پر کھول دیے تھے۔ ان صوفیاء کرام نے بھی ہندوستان میں آکر اس انداز سے اسلام کی تبلیغ کی کہ لاکھوں لوگوں کو دائرہ اسلام میں لے آئے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ بات بہت واضح ہے کے تیرہویں صدی جس میں شہاب الدین محمد غوری اور اس کے غلاموں نے حکومت کی دراصل ہندوستان میں بھی اسلام اسی دور میں پھیلا۔

ہندوستان میں جتنے بڑے بڑے بزرگان دین تبلیغ اسلام کے لئے آئے وہ بھی دراصل یہی تیرہویں صدی تھی۔ ان میں خاص طور پر خواجہ معین الدین چشتی، قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ فرید گنج شکر، بوعلی قلندر، بہاؤالدین زکریا، لعل شہباز قلندر، جلال الدین سرخ بخاری، نظام الدین اولیاء، میر سید علی ہمدانی اور شمس الدین سبزواری ملتانی (جن کے بارے میں یہ روایت غلط العام ہے کہ آپ کا نام شاہ شمس تبریز ہے جو صریحاً غلط ہے) شامل تھے یہ تمام وہ بزرگان دین تھے جن کے ہاتھ پر دراصل ہندوستان کے لوگ مسلمان ہوئے اور ایک ایک بزرگ کے ہاتھ پر لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ خاص طور پر خواجہ معین الدین چشتی کے ہاتھ پر سب سے زیادہ لوگ مسلمان ہوئے ایک اندازے کے مطابق 90 لاکھ لوگوں نے صرف خواجہ معین الدین چشتی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

خواجہ معین الدین چشتی سے لوگوں کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کی وفات کے بعد بھی مسلمان اور ہندو بہت بڑی تعداد میں ان کے عرس پر ضرور حاضری دیتے ہیں۔ اس بارے میں ایک انگریز وائسرائے کا جملہ بڑا مشہور ہے جب اس نے خواجہ معین الدین چشتی کے عرس میں شرکت کی اور انسانوں کے سیلاب کو دیکھا تو اس کے منہ سے بے اختیار یہ جملہ نکلا۔ ''کون کہتا ہے کہ ہندوستان پر انگریز حکومت کرتے ہیں ہندوستان پر تو یہ قبر حکومت کرتی ہے''۔

ان صوفیاء کرام کی اکثریت سید تھی اور ان لوگوں نے ہندوستان میں آنے کے ساتھ ہی باقاعدہ طور پر سیدوں کو جو ایران عراق اور وسطی ایشیا میں رہائش پذیر تھے ہندوستان کی طرف آنے کے لیے آمادہ کیا۔ دوسری جانب شہاب الدین غوری سے لیکر خاندان غلاماں، خلجیوں اور تغلقوں کی حکومت میں بھی سیدوں کے لئے ہمیشہ ہندوستان کے دروازے کھلے رہے اور انہیں بڑی گرم جوشی کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ بارہویں صدی کے اختتام اور پوری تیرہویں صدی میں منگولوں کی پھیلائی گئی بدامنی اور بربریت کی وجہ سے بہت بڑے پیمانے پر سید ہندوستان کی طرف آئے۔ اسی دور میں چند ممتاز سیدوں کے خاندان بھی ہندوستان میں آ کر بسے جن میں ممتاز علماء، شعراء اور سائنسدان بھی موجود تھے اور ان لوگوں نے نئی نئی بستیاں آباد کیں جو پوری پوری سیدوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس طرح سید ہندوستان کے طول و

عرض میں پھیل گئے مگر خواجہ معین الدین چشتی اور قطب الدین بختیار کاکی نے جس طرح سیدوں کو اپنی سرپرستی میں لیا اس سے شمالی ہندوستان میں بڑے پیمانے پر ہر شہر میں سیدوں کی بستیاں وجود میں آئیں۔ سیدوں کی اس طرح یکجا بستیوں کو دیکھ کر نو مسلمین کا حوصلہ بھی بڑھا اور انہوں نے بھی دیہی علاقوں کو نئے مسلم قصبوں میں تبدیل کر دیا۔

ہندوستان میں آنے والے تمام بزرگان اہل بیت کے بہت بڑے معتقد تھے جب کے بارہ اماموں سے بھی بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاتھوں پر اسلام لانے والے لوگ بھی محب اہل بیت تھے۔ انہیں بزرگان دین کی وجہ سے عزاداری کی بنیاد بھی کسی نہ کسی انداز میں پڑنے لگی۔ یہاں تک کہ قطب الدین ایبک کے زمانے میں عاشورا محرم کو شہادت نامہ پڑھا جاتا تھا اور اس میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شریک ہوتے تھے اور یہ سلسلہ شمس الدین التمش کے زمانے میں بھی جاری رہا جب کہ اس کی بیٹی رضیہ سلطانہ ہندوستان کی سلطنت کی مالک بنی تو اس کے زمانے میں باقاعدہ مجالس کا بھی اہتمام ہوتا تھا جس میں تمام مذاہب کے لوگ شریک ہوتے تھے۔ اسی طرح سے پورے خاندان غلاماں کے دور میں یہ دستور چلتا رہا اور محرم میں مجالس کا باقاعدہ انعقاد ہوتا رہا۔

خلجیوں کا دور حکومت:

خلجی خاندان کا دور حکومت 1290ء میں جلال الدین خلجی سے شروع ہوتا ہے اور 1320ء میں اختتام پذیر ہوتا ہے اس دور میں خلجی خاندان کے 4 بادشاہ گزرے۔

خلجی دراصل چنگیز خان کے داماد قالج خان کی نسل سے ہیں جو چنگیز خان کو چھوڑ کر اپنے خاندان اور قبیلے سمیت غور میں آبسا تھا۔ شہاب الدین غوری کے ہندوستان فتح کرنے کے بعد سے اس کی اولاد مختلف وقتوں میں ہندوستان میں آکر آباد ہوتی رہی اور خاندان غلاماں کے زمانے میں یہ لوگ شاہی عہدے حاصل کرتے رہے اور ہندوستان میں مضبوط ہوتے چلے گئے۔ قالج خان کے نسبت سے یہ لوگ قالجی کہلانے لگے جو کثرت استعمال اور مقامی زبان کے فرق کی وجہ سے خلجی ہو گیا۔ اس کے علاوہ ایک

روایت یہ بھی ہے کہ محمود غزنوی کے کچھ سردار خلجی کہلاتے تھے اور یہ انہی کی نسل ہے۔

خاندان غلاماں کا آخری بادشاہ محی الدین کیقباد اپنی ناعاقبت اندیشیوں اور بے راہ روی کی وجہ سے پورے شاہی دربار میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور دوسری جانب خلجی خاندان شاہی دربار میں زور پکڑتا چلا گیا بالآخر 1290ء میں جلال الدین خلجی نے معیز الدین کیقباد کو جو پہلے ہی بستر مرگ پر پڑا تھا قتل کر کے ہندوستان کی حکومت حاصل کر لی۔

خلجیوں کے پورے دور حکومت میں عزاداری کو کسی بھی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہوا اور اسی انداز سے منائی جاتی رہی جیسے خاندان غلاماں کے زمانے میں منائی جاتی تھی۔ علاء الدین خلجی کے دور میں چند ممتاز سیدوں کے خاندان شمالی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آ کر آباد بھی ہوئے۔

تغلق خاندان کا دور حکومت تغلق خاندان کا دور حکومت دو حصوں میں بٹا ہوا ہے پہلا 1320ء سے 1398ء تک جب امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کر کے تغلق حکومت کا خاتمہ کر دیا اور پھر 1405ء سے 1413ء تک جاری رہا اس دور میں اس خاندان کے کل 8 حکمران رہے۔

خسرو خان جو قطب الدین خلجی کا مصاحب خاص تھا سازشوں کا جال بچھا کر بیٹھا تھا موقع ملتے ہی اس نے قطب الدین خلجی اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ ہندوستان کا بادشاہ بن کر بیٹھ گیا۔ جب اس کی اطلاع غیاث الدین تغلق کو ملی تو اس نے اپنا لشکر بنا کر دہلی پر حملہ کر دیا اور خسرو خان کو قتل کر دیا۔ یوں تخت دہلی خسرو خان کی پانچ مہینے کی مختصر بادشاہت کے خاتمے کے بعد غیاث الدین تغلق کے ہاتھ میں آ گیا۔

تغلق ترکی لفظ قتلغ سے نکلا ہے لیکن مقامی ہندوستانی زبان میں کثرت استعمال سے یہ لفظ قتلغ سے تغلق ہو گیا۔

غیاث الدین تغلق کے والد کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ غیاث الدین بلبن کا ترکی غلام تھا۔ علاء الدین خلجی کے دور میں غیاث الدین تغلق دربار میں کسی نہ کسی عہدے پر رہا تھا اور قطب الدین خلجی کے قتل کے وقت لاہور کا صوبے دار تھا اور غازی ملک کے نام سے مشہور تھا۔

سلطان محمد بن تغلق کے دور میں باہر سے آنے والوں کی سرپرستی کی پالیسی کے باعث ایران اور وسطی ایشیا سے آنے والوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا جبکہ فیروز شاہ تغلق کے دور میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ ان آنے والوں میں سیدوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور سیدوں کی ایک بڑی تعداد دربار سے منسلک بھی تھی۔

امیر تیمور اور ہندوستان:

امیر تیمور ترک قبیلے برلاس سے تعلق رکھتا تھا جو سمرقند میں آباد تھا۔ امیر تیمور اور چنگیز خان ایک ہی جد کی اولاد تھے۔ فتوحات کے لحاظ سے تیمور بے مثل تھا۔ دنیا میں 3 ہی ایسے بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے بہت بڑی سلطنت پر حکومت کی ہے ایک سکندر اعظم دوسرا چنگیز خان اور تیسرا تیمور خود ہے مگر تیمور ان میں سب سے ممتاز ہے کیونکہ باقی دو سرداروں کے بیٹے تھے مگر تیمور ایک معمولی چرواہا تھا۔ امیر تیمور انتہائی بہادر انسان تھا اور ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں کلہاڑی سے لڑا کرتا تھا۔ اس کی زندگی کا زیادہ حصہ گھوڑے کی پیٹھ پر ہی گزرا تھا۔

امیر تیمور کی سربراہی میں 42 ممالک فتح ہوئے۔ اس کی حکومت شمال میں سائبیریا اور روس سے جنوب میں ہندوستان کے سمندر تک تھی۔ اس وقت کے براعظم ایشیا کہ جزائر کو چھوڑ کر چین کا کچھ حصہ ہی رہتا تھا کہ فتح کرنے سے قبل 71 سال کی عمر میں امیر تیمور کا انتقال ہو گیا۔

1398ء میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا اور تغلق حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ جس علاقے کو فتح کرتا جاتا وہاں اپنی مرضی کے سردار بناتا جاتا۔ تیمور نے دہلی کو ایک بے جان جسم کی طرح چھوڑا تھا۔ امیر تیمور نے صرف 15 دن دہلی میں قیام کیا اور واپس اپنے وطن کا سفر کیا۔ اس کے جانے کے بعد دہلی دو ماہ تک ویران پڑا رہا۔ رہی سہی کسر قدرتی وبا نے پوری کر دی اور پھر قحط بھی آ گیا۔ دہلی مکمل طور پر برباد ہو گیا تھا۔

امیر تیمور کے جاتے ہی ایک مقامی سردار نصرت شاہ حاکم بن گیا۔ لیکن کچھ ہی عرصے میں تغلق دربار

کے ایک امیر اقبال ملوخان نے آخری تغلق بادشاہ ناصرالدین محمود تغلق کے ساتھ مل کر نصرت شاہ کو شکست دے دی اور دہلی پر قابض ہو گیا۔ جبکہ ناصرالدین محمود تغلق قنوج کی ریاست کا حاکم بن گیا اور واپس دہلی نہیں آیا مگر اقبال ملوخان کی وفات ہو گئی یوں ناصرالدین محمود نے 1405ء سے لے کر 1413ء میں اپنی وفات تک حکومت کی جب کہ ڈیڑھ سال مزید دہلی دولت خان لودھی کی حکومت میں آ گیا۔ تیمور کے بعد ہندوستان مختلف صوبوں میں بٹ گیا تھا اور ہر صوبے میں الگ الگ آزاد حکومتیں قائم ہو گئیں تھیں۔

تیمور ایک معتدل مسلمان تھا اسے ملک تسخیر کرنے سے سروکار تھا اور اسے بہادر اور بے جگر سپاہی درکار ہوتے تھے جنگی فطرت میں خونریزی شامل ہو۔ اس کے باوجود تیمور سیدوں کا بہت احترام کرتا تھا اور انہیں خوب تحائف سے نوازتا تھا۔ روضہ امام حسین علیہ السلام سے اس کو خاص عقیدت تھی اور عموماً عاشورا محرم کو کربلا جایا کرتا تھا ہندوستان فتح کرتے وقت جب یہ دہلی میں تھا تو عاشورا آ گیا اور کیوں کہ یہ عاشورا فوج سمیت کربلا میں کرتا تھا اس لیے اس نے اپنی فوج کے لیے امام حسین علیہ السلام کے روضے کی شبیہ بنا کر اسے عماری پر رکھ کر گشت کرایا اور اس شبیہ میں کربلا کی مٹی کی تسبیح بھی لٹکا دی۔ بادشاہ کی تقلید میں یہ گشت روایت کی شکل اختیار کر گیا ہندوستان میں اسی کو جلوس تعزیہ کہتے ہیں۔ ہندوستان میں تعزیہ نکالنے کی روایت دراصل امیر تیمور سے ہی چلی ہے۔ تیمور کے جانے کے بعد سیدوں کی بہت بڑی تعداد نے باقاعدہ طور پر عزاداری کو منعقد کرنا شروع کر دیا تھا۔

سیّدوں کا دورِ حکومت:

سیّدوں کا دورِ حکومت صرف 37 سال پر مشتمل ہے اور یہ قابل ذکر اس لیے نہیں رہا کیونکہ مرکزی سلطنت سمٹ کر دہلی اور اس کے گرد و نواح تک محدود ہو گئی تھی۔ باقی ہندوستان میں الگ الگ آزاد ریاستیں بن گئیں تھیں۔ اس کے باوجود سیدوں نے 1414ء سے 1451ء تک حکومت کی جس میں ان کے 4 بادشاہ گزرے۔

امیر تیمور جب ہندوستان فتح کر کے نکلا تو اس نے ملتان لاہور اور دیبال پور کی حکومت سید خضر خان

کے حوالے کردی۔ ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد جب دولت خان لودھی تخت پر بیٹھا تو دہلی کی سلطنت اور کمزور ہوگئی جس کی وجہ سے سید خضر خان کو موقع ملا اور اس نے دہلی پر حملہ کردیا اس طرح حاکم پنجاب سید خضر خان دہلی کے تخت پر بیٹھ گیا۔ سید خضر خان امیر تیمور کا معتمد تھا۔ شروع میں اس نے سکہ اور خطبہ بھی امیر تیمور کا چلایا مگر آخر میں خضر خان کا نام بھی لیا جانے لگا۔ خضر خان عقیدہ میں اثناعشری نہیں تھا لیکن آل رسول کی عظمت کا قائل تھا اور سادات کی بہت عزت کرتا تھا۔ سیدوں کے پورے دور حکومت میں عزاداری اپنے روایتی انداز میں منائی جاتی رہی۔ ان لوگوں نے کسی بھی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔

لودھی خاندان کا دور حکومت:

لودھی خاندان کا دور حکومت 1451ء سے شروع ہوتا ہے اور 1526ء پر ختم ہوتا ہے اس دور میں لودھی خاندان کے تین حکمران بہلول لودھی، سکندر لودھی اور ابراہیم لودھی نے حکومت کی۔

بہت سے افغان گروہ ہندوستان تجارت کرنے آتے تھے انہی میں سے ایک ملک بہزام بھی تھا۔ جو ہندوستان میں رہائش پذیر ہوگیا اور ملتان میں سکونت اختیار کی۔ اس کے پانچ بیٹوں میں سے ایک ملک سلطان شاہ تھا جب ملتان میں خضر خان کی حکومت قائم ہوئی تو ملک سلطان شاہ اس کی فوج میں ایک افغان گروہ کا سردار ہوگیا۔ ایک جنگ میں اس نے اقبال ملو کی فوج کو شکست دی جس کی وجہ سے یہ خضر خان کی نظر میں اہمیت اختیار کرگیا اور اس کے خاص مقربین میں شامل ہوگیا اور اسلام خان کے لقب سے سرفراز ہوا۔ بعد میں اسے سرہند کا حاکم بنادیا گیا جبکہ اس نے اپنے ایک اور بھائی ملک کالا کو دوالہ کا حاکم مقرر کیا۔ ملک کالا کی زوجہ چھت گرنے سے ہلاک ہوگئی تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ حاملہ تھی اور بچے کی پیدائش کا وقت قریب تھا اس لئے اس کا پیٹ چاک کرکے جس بچے کو باہر نکالا وہ بچہ بہلول لودھی تھا جس نے آگے جاکر ہندوستان میں لودھی خاندان کی حکومت قائم کرنی تھی۔

اسلام خان کے انتقال کے وقت اس کی وصیت کے مطابق اس کا جانشین بجائے اس کے بیٹوں کے اس کا بھتیجا ملک بہلول لودھی مقرر کیا گیا۔ یوں بہلول لودھی نے سرہند کی حکومت سنبھالی اور آہستہ آہستہ

سرہند کو افغانی پٹھانوں کا مرکز بنا دیا۔

سید خاندان کے آخری بادشاہ سلطان علاء الدین شاہ خود کو مختلف وجوہات کی بنا پر امور سلطنت سے الگ کر کے بدایوں میں رہائش پذیر ہو گیا لہذا امور سلطنت خود بخود بہلول لودھی کے ہاتھ میں آتے چلے گئے۔ 1451ء میں سلطان علاء الدین شاہ کے انتقال کے ساتھ ہی بہلول لودھی نے اپنی عملداری قائم کر لی اور سلطنت اس کے ہاتھ میں آ گئی یوں 1451ء میں لودھی خاندان ہندوستان کی سلطنت کا مالک بنا اور اور 1526ء تک حاکمیت قائم رہی۔

مغلوں کا دور حکومت

بابر کا دور حکومت:

بابر مغل سلطنت کا بانی تھا۔ بابر اپنے والد کی طرف سے امیر تیمور کی پانچویں پشت سے تھا جب کہ ماں کی طرف سے چنگیز خان کی پندرھویں پیڑی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے والد عمر شیخ مرزا ترکستان کے حاکم تھے ان کے انتقال پر بابر 12 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ آپسی جھگڑوں کی وجہ سے اسے موروثی تخت چھوڑنا پڑا۔ کچھ عرصے کی جدوجہد کے بعد اسے کابل کی حکومت مل گئی اور اپنی سلطنت کو بڑھاتے بڑھاتے ہندوستان تک پہنچ گیا۔ بابر نے ہندوستان پر پانچ حملے کیے اور 1526ء میں پانچویں حملے میں پانی پت کے مقام پر ابراہیم لودھی سے آخری معرکہ ہوا جس میں بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دی اور دہلی کا تخت حاصل کر لیا۔

بابر مذہبی عصبیت سے پاک تھا حنفی مسلمان تھا مگر محب اہلبیت تھا۔ اولاد تیمور میں اکثریت کا یہی مسلک تھا۔ اس کے فوجی افسروں اور سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اثنا عشری تھی۔ ایران کے صفوی بادشاہ سے اس کے بہت اچھے تعلقات تھے اور اسی کی مدد سے اس نے کابل کا اقتدار حاصل کیا تھا۔

ہمایوں کا دور حکومت 1530ء میں بابر کے انتقال کے بعد ہمایوں تخت نشین ہوا۔ اس کا دور اقتدار دو

حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ 1530ء سے 1540ء تک اور دوسرا حصہ 1555ء سے 1556ء تک۔

ہمایوں بھی بابر کی طرح معتدل مذہبی عقائد رکھتا تھا مگر اہل بیت کا عاشق ہونے کی وجہ سے اس کے چھوٹے بھائی کامران مرزا نے اس کے بارے میں مشہور کر دیا کہ ہمایوں اثنا عشری ہوگیا ہے اور مذہبی تعصب کو شدید ہوا دی۔ دوسری طرف شیر شاہ سوری اور لودھی خاندان طاقت پکڑتا جا رہا تھا جبکہ اندرونی طور پر بھائی ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ ان تمام حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو شکست دے کر تخت دہلی حاصل کر لیا۔ ہمایوں پہلے پنجاب پھر سندھ اور پھر وہاں سے کابل اور ہرات ہوتا ہوا ایران کے بادشاہ کی پناہ میں چلا گیا۔ اس پورے دور میں اس کے ساتھ بیرم خان تھا جو ہمیشہ اس کے ساتھ سائے کی طرح رہا۔

ایرانی ملکہ سلطان بیگم نے ہمایوں سے وعدہ لیا کہ اس کی مدد اس شرط پر کریں گے کہ وہ حکومت کے حصول کے بعد اپنے ملک کے ممبروں پر ائمہ معصومین کی منقبت خوانی کرائے گا۔ ہمایوں نے کہا میرے دل میں بھی بچپن سے خاندان رسالت کی محبت موجود ہے اور یہی بات میری دیگر شہزادوں سے دشمنی کا سبب بنی۔ اس وعدے پر ملکہ نے بادشاہ سے سفارش کی اور ہمایوں کو دس ہزار سواروں پر مشتمل فوج مل گئے جن میں اکثریت قزلباش قبیلے کی تھی۔

ہمایوں واپس جانے سے پہلے مشہد مقدس میں امام علی رضا کے روضے پر آیا اور حاضری دی۔ اس نے ایرانی فوج کے ذریعے پہلے قندھار اور پھر کابل پر قبضہ کیا۔ 1555ء میں جب سوری حکومت بہت کمزور ہوگئی تو اس نے ہندوستان پر حملہ کیا اور سوری حکومت کو ختم کر کے دوبارہ ہندوستان پر قابض ہوگیا۔ اس کی ایرانی فوج میں نہ صرف فوجی تھے بلکہ بڑی تعداد میں امراء اور علماء بھی شامل تھے جس کی وجہ سے ہندوستانی تہذیب میں ایرانی تہذیب کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ ہمایوں نے ہندوستان کی حکومت سنبھالتے ہی پہلے تو اپنے تمام مخالفین سے حساب برابر کیا مگر ایرانی ملکہ سلطان بیگم سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔ لیکن اتنا ضرور ہوگیا کہ اثنا عشری حضرات کو مذہبی معاملات میں کافی آزادی مل گئی تھی اور عزاداری امام حسین علیہ السلام دوبارہ کھل کر منائی جانے لگی۔ زمرد کا تعزیہ ہمایوں سے ہی منسوب کیا جاتا

ہے جو اس کے عزادار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی دور میں اثنا عشری حضرات کی ایک بڑی تعداد ایران سے ہندوستان آئی جس کی وجہ سے شمالی ہندوستان میں ان کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہوگیا۔

شیر شاہ سوری اور اس کے خاندان کا دور حکومت

شیر شاہ سوری کا اصل نام فرید خان تھا۔ اس کا تعلق کوہستانی علاقے میں آباد افغانی قبائل سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سوری ایک غوری شہزادہ تھا جو جلاوطن ہونے کے بعد کوہستانی علاقے میں آکر آباد ہوگیا تھا اور اسی کی نسل دراصل سوری کے نام سے مشہور ہوئی اور ایک قبیلے کی شکل اختیار کرگئی۔ شیر شاہ کا دادا ابراہیم خان بہلول لودھی کے زمانے میں ملازمت کی تلاش میں دہلی آیا تھا۔ شیر شاہ کے والد حسن سوری کو اس کی خدمات کے صلے میں جاگیر ملی تھی اور اس نے اپنے بیٹے فرید خان کو اس جاگیر کا داروغا بنایا۔ بطور داروغا فرید خان نے بہت عقلمندی سے نظام چلایا جس کی وجہ سے اسے بہت زیادہ شہرت ملی۔ کچھ عرصہ بہار کا گورنر بھی رہا اور ایک بھرپور طاقت حاصل کرلی۔ ہمایوں اور اس کے بھائیوں کے درمیان اندرونی لڑائی کا اس نے فائدہ اٹھایا اور ہمایوں کو اقتدار سے بے دخل کرکے خود دہلی کی سلطنت پر قابض ہوگیا۔ شیر شاہ انتہائی ذہین اور مدبر انسان تھے۔ انہوں نے اپنی پانچ سال کی قلیل مدت میں سلطنت میں بہت سی اصلاحات کیں۔ آپ نے اپنے تعمیراتی کاموں کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی۔ آپ ہی نے پندرہ سو کوس لمبی جرنیلی سڑک تعمیر کی جسے آج کل جی ٹی روڈ کہا جاتا ہے۔ 1540ء سے لے کر 1555ء تک سوری خاندان کے چار بادشاہ گزرنے ان پندرہ سالوں میں ہندوستان میں فرقہ واریت اپنی جڑیں پکڑتی جارہی تھی اور عزاداری کو بہت سی مشکلات کا سامنا تھا۔

اکبر اعظم کا دور حکومت:

1556ء میں ہمایوں کے انتقال کے بعد اکبر اعظم 14 سال کی عمر میں بادشاہ بنے۔ ہمایوں کی طرح اکبر کا بھی مشیر اعلی وفادار بیرم خان تھا۔ شروع زمانے میں تمام احکامات اور نظام سلطنت بیرم خان کے ذریعے ہی چل رہا تھا۔ لیکن کچھ ہی عرصے میں اکبر نے تمام امور سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیے اور

50 سال تک حکومت کی۔ اکبر کے زمانے میں مغل سلطنت کی جڑیں انتہائی مضبوط ہوگئیں۔ اکبر سے پہلے کسی مسلم حکمران کی حکومت سیاسی طور پر اتنی مستحکم نہیں تھی جتنی کہ اکبر کی حکومت تھی۔

ہمایوں کے زمانے میں فرقہ واریت کی جو آگ لگی تھی اکبر کے زمانے میں بھی موجود رہی۔ اکبر کے نورتنوں میں بھی بیرم خان سمیت کافی لوگ اثناعشری تھے مگر حالات کی وجہ سے تقیہ میں تھے۔ اکبر اعظم کے درمیانی دور میں بہت زیادہ سختیاں ہوگئیں تھیں جس کی بنا پر عزاداری بھی کافی حد تک محدود ہوگئی تھی۔ اس کے باوجود اکبر اعظم کے ایک نورتن ملا فیضی نے محرم کی دس دن کی مجالس کو اردو زبان میں تحریر کر کے ایک کتاب ''دہ مجلس'' کے نام سے لکھی۔ یہ کتاب اردو زبان کی پہلی پانچ کتابوں میں شامل ہے۔ اور بعض محققین کی نظر مین یہ اردو کی پہلی کتاب تھی۔ اگر اس تحقیق کو ٹھیک مان لیا جائے تو اردو کو اپنی پہلی تحریری شناخت بھی دراصل واقعہ کربلا کے ذریعے ہی حاصل ہوئی۔

جہانگیر کا دور حکومت:

1605ء میں اکبر اعظم کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا شہزادہ سلیم جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ جہانگیر زیادہ مذہبی انسان نہیں تھا مگر پھر بھی اس نے تمام مذاہب اور فرقوں کو اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے کی مکمل آزادی دے دی تھی۔

قاضی نوراللہ شوستری جو اکبر کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے تھے۔ ان کے خلاف ایک سازش تیار کی گئی اور ان کے ایک زیر تصنیف رسالے کو جو تصوف پر تھا اور اس میں اکبر کے مرشد سلیم چشتی پر کچھ اعتراضات اٹھائے گئے تھے۔ اس رسالہ کے مسودے کو چوری کیا گیا اور تحریر میں جان کر کے اضافہ کیا گیا اور اس کے بارے میں جہانگیر کو آگاہ کر دیا گیا۔ جہانگیر یہ سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور اس کے حکم پر قاضی صاحب کو گرفتار کرلیا گیا اور ان کے گھر سے رسالے کا مسودہ بھی برآمد کرلیا گیا۔ رسالے کی تحریر میں جو اضافہ کیا گیا تھا قاضی صاحب نے اسکا انکار کیا مگر جہانگیر اور علماء کے ایک گروہ نے آپ کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔

جہانگیر کے حکم پر پہلے قاضی صاحب کو اس وقت تک کوڑے لگائے گئے جب تک کہ آپ بے ہوش نہ ہوگئے۔ بے ہوش ہونے پر آپ کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور پھر تلواروں کے وار کر کے مزید ٹکڑے کر دیئے گئے اور لاش کو جنگل میں پھینکوا دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ اگر کسی نے لاش کو دفن کرنے کی کوشش کی تو وہ بھی قتل کر دیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ لاش سے اتنی مہک نکل رہی تھی کہ پورا جنگل خوشبو سے بھر گیا تھا۔

آگرہ شہر میں قتل کی خبر پہنچی تو کہرام مچ گیا کچھ سادات ہمت کر کے لاش پر پہنچے جن میں سید راجو بھی تھے۔ اسی رات گوالیار میں ایک سید نے خواب میں جناب سیدہ علیہ السلام کو دیکھا جو اس سے کہہ رہی تھیں کہ میرا بیٹا جنگل میں قتل ہو گیا اور تو آرام سے سو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کے جہانگیر نے خود بھی خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ میرے بیٹے کو قتل کر دیا اور اب اسے دفن نہیں ہونے دے رہے۔ جانگیر جب بیدار ہوا تو بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا جبکہ دوسری طرف گوالیار سے سید سردار جنگل میں پہنچے تو سید راجو لاش کے قریب گریہ کر رہے تھے اس طرح آپ کو دفن کیا گیا اور آپ شہید ثالث کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی شہادت پر خواب کی وجہ سے جہانگیر بہت زیادہ شرمندہ تھا اور اسے سازش کا احساس ہو گیا تھا خاص طور پر اس کی ایرانی بیوی نور جہاں نے اس کو سازش کا احساس دلایا۔ اس واقعے کے بعد سے جہانگیر نے اپنے آپ کو مذہبی معاملات سے بالکل دور کر لیا تھا۔

شاہجہاں کا دور حکومت:

1627ء میں جب جہانگیر کی وفات ہوئی تو ایک سال کے لئے سلطنت شہریار مرزا کے پاس آگئی مگر کچھ ہی عرصے بعد 1628ء میں ہندوستان کی سلطنت جہانگیر کے ایک اور بیٹے شاہجہاں کے پاس آ گئی۔ شاہجہاں کی شادی نور جہاں کی بھتیجی ممتاز محل سے ہوئی جس سے شاہجہاں شدید محبت کرتا تھا۔ بیٹی کی ولادت میں ممتاز محل کا انتقال ہوا تو شاہ جہاں ممتاز محل کی میت کو لاہور سے اگرہ لایا اور اس کی قبر پر محبت کی لازوال داستان تاج محل بنوایا۔ ممتاز محل کی قبر کو چھوڑ کر شاہجہاں کبھی آگرہ سے زیادہ عرصے کے

لیے باہر نہیں نکلتا تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے ممتاز محل کی بیٹی جہاں آرا نے شاہجہاں کو تیار کیا کے دارالحکومت آگرہ سے دہلی منتقل کر دیا جائے اور اسی کی خواہش پر دہلی کے پاس ایک شہر آباد کروایا جسے شاہجہاں آباد کا نام دیا۔ لال قلعہ بھی اسی میں واقع ہے۔

شاہجہاں اپنے بڑے بیٹے داراشکوہ اور بیٹی جہاں آرا سے شدید محبت کرتا تھا۔ داراشکوہ ایک عالم انسان تھا اور انسانیت پر یقین رکھتا تھا۔ اورنگزیب عالمگیر جس کا بھائیوں میں تیسرا نمبر تھا اس نے داراشکوہ کے بارے میں وہی فرقہ واریت پر مبنی باتیں مشہور کر دیں جو ہمایوں کے بارے میں اس کے بھائی کامران مرزا نے کی تھیں۔ اورنگزیب عالمگیر نے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مل کر پہلے دونوں بڑے بھائیوں کو ختم کیا اور پھر چھوٹے بھائی کو بھی زندان میں ڈال دیا اور بعد میں مروا دیا۔ دوسری جانب اقتدار حاصل کرتے ہی اس نے شاہجہاں کو بھی آگرہ کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔

جہاں آرا نے بھی خود کو اپنے باپ کے ساتھ قید کر لیا اور شب و روز اس کی خدمت کرتی رہی اور اسی کی وجہ سے شاہ جہاں نے مزید سات برس اسی زندان میں گذار دیئے۔ اس عرصے میں اورنگزیب نے اعلان کیا کہ غلے کی کوئی ایک قسم بتا دو جو بقیہ پوری زندگی ملے گی۔ شاہجہاں کے باورچی نے چنے کا انتخاب کیا اور روز ایک سے ایک چنے کا نیا پکوان بنا دیتا تھا۔

اورنگزیب عالمگیر کا دور حکومت:

سلطنت کے دعویدار 3 بھائیوں کو ختم کر کے اور بادشاہ باپ کو قید کر کے اورنگزیب عالمگیر 1658ء میں ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ داراشکوہ فہم و فراست میں دوسرا اکبر اعظم تھا بلکہ اکبر کے مقابلے میں بڑا عالم بھی تھا مگر اس کے پاس بیرم خان جیسا وفادار نہیں تھا اس لیے داراشکوہ کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اگر اس کے پاس بیرم خان جیسا ساتھی ہوتا تو تاریخ میں آج اورنگزیب کی جگہ داراشکوہ کا نام ہوتا۔

اورنگزیب کے زمانے میں عزاداری پر سب سے زیادہ سختیاں ہوئیں۔ ہندوستان میں پہلی بار سرکاری سطح پر مجالس عزاء پر پابندی لگا دی گئی۔ جبکہ مجالس ہندوستان میں مسلم حکومت کے آغاز سے ہی

برپا کی جارہی تھیں۔ اس کے علاوہ جلوس عزا بھی بند کر دیے گئے۔ اس سلسلے میں تاویل یہ دی گئی کے برہانپور میں ایام عزاء میں تابوت کا جلوس نکالنے پر لڑائی ہوگئی تھی اس لیے محرم میں تابوت یا اس قسم کا جلوس نہ نکالا جائے۔

حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اورنگزیب عالمگیر جیسے سخت گیر انسان کے ہاں اس کی بیٹی زیب النساء اور ولی عہد شہزادہ بھی اثنا عشری تھے۔ زیب النساء بھی اپنے چچا دارا شکوہ کی طرح مذاہب عالم کی عالم تھی جب کے تفسیر قرآن بھی لکھ رہی تھی۔ اور محب اہلبیت تھی۔ زیب النساء کو کسی نے زہر دے کر شہید کر دیا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اورنگزیب نے اسے خود زہر دے دیا تھا مگر یہ بات حتمی ہے کہ زیب النساء کو اپنے عقائد اور محل میں عزاداری منعقد کرنے کی پاداش میں زہر دیا گیا تھا۔

اورنگزیب عالمگیر کے عزاداری پر پابندی لگانے اور جلوس عزاء بند کروانے کے کچھ عرصے بعد ایک ضعیفہ نے اپنے گھر سے تعزیہ برآمد کیا اور تعزیہ لے کر متعلقہ چوک پر بیٹھ گئی اور تعزیہ ختم کرنے سے انکار کر دیا لوگوں نے بہت سمجھایا مگر ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ اورنگزیب کو جب خبر ہوئی تو بڑے غضب میں خود چل کر آیا مگر ضعیفہ کے اطمینان اور اعتماد کو دیکھ کر ایک دم نرم پڑ گیا اور بغیر کچھ کہے واپس چلا گیا۔ اس دن کے بعد سے عزاداری میں چھوٹ ملنا شروع ہوگئی اور دوبارہ عزاداری اپنے اصل پر واپس آگئی۔ زیب النساء کی موت کے بعد سے اورنگزیب میں بہت زیادہ تبدیلی آگئی تھی۔ کچھ عرصے بعد جب اس کا وقت قریب آیا تو اس نے بارہ دفعات پر مشتمل ایک وصیت نامہ لکھا اس میں کچھ باتیں قابل ذکر ہیں۔

✲ مجھے کربلا کا کفن دیا جائے اور قبر میں خاک شفا رکھی جائے۔

✲ چار روپیہ دو آنے میں نے ٹوپیاں سی کر جمع کیے ہیں اس کو میرے کفن دفن پر خرچ کیا جائے۔ اس کے علاوہ 305 روپے میں نے قرآن شریف کی کتابت سے جمع کئے ہیں یہ میری موت کے دن غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں کیوں کہ کتابت قرآن کی اُجرت اثنا عشری کے نزدیک حرام ہے میرے کفن پر خرچ نہ کیا جائے۔

✲ ان بارہ وصیتوں کو عدد مبارک اثنا عشر پر ختم کرتا ہوں۔

اس کا وصیت نامہ اس کی ظاہری زندگی سے بالکل مختلف تھا۔ کہا جاتا ہے کہ زیب النساء کی موت کے بعد سے اس کی سوچ میں واضح تبدیلی آئی تھی اور آخری زمانے میں اثنا عشری ہو گیا تھا۔

اورنگزیب عالمگیر کے بعد کے مغل حکمران اور بادشاہ گر سادات بارہ 1526ء سے 1707ء تک یعنی بابر سے اورنگزیب عالمگیر تک صرف 7 بادشاہ گزرے مگر اورنگزیب عالمگیر کے بعد 1707ء سے 1857ء تک 14 مغل بادشاہ گزرے۔

1707ء میں اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد اعظم شاہ تھوڑے دنوں کے لیے حکمران بنا اور اس کے بعد دوسرا بیٹا بہادر شاہ اول حکمران بنا بہادر شاہ پہلے ہی مذہب اثنا عشری اختیار کر چکا تھا اور اس کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیا تھا۔ مگر اس کی حکومت پانچ سال ہی رہی اور یہ وفات پا گیا۔

مظفر نگر کے دوآبے کے پاس بارہ گاؤں کے سید سادات بارہ کہلاتے تھے۔ یہ انتہائی بہادر تھے اور ہر دور میں مغلوں کی فوج کا اہم حصہ تھے اور فوج میں اہم عہدوں پر رہے تھے۔ مغل ہمیشہ سے سادات بارہ پر فخر کیا کرتے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر کے بعد سادات بارہ کے دو بھائی بادشاہ گر کے نام سے مشہور ہوئے۔ بہادر شاہ کے بعد سے آنے والے تمام مغل بادشاہ انہی کی مرضی سے تخت پر آتے اور انہی کی مرضی سے اتار دیے جاتے۔ سادات بارہ پکے اثنا عشری تھے اور عزاداری سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ لہٰذا اس پورے دور میں پورے ہندوستان میں عزاداری کھل کر منائی جانے لگی۔

1719ء میں محمد شاہ (رنگیلا) اقتدار میں آیا تو سادات بارہ کی مدد سے مگر کچھ عرصے بعد ہی نظام دکن کی سازشوں اور اصل بادشاہ گر بھائیوں کے انتقال کی وجہ سے سادات بارہ کا زور ٹوٹ گیا اور سادات بارہ کے خلاف الٹا انتقام شروع ہو گیا۔ سادات بارہ کے لوگوں کی جائیداد ضبط ہونے لگی اور ان پر ظلم و ستم کا بازار گرم ہونے لگا۔

نادر شاہ کا حملہ:

نادر شاہ نے قندھار پر 1738ء میں حملہ کیا جو اس وقت افغانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ افغانی شکست

کھانے کے بعد کابل میں جا چھپے۔ کابل اس وقت مغلوں کے اقتدار میں تھا۔ نادر شاہ نے افغانوں کو کابل کے گورنر سے طلب کیا تو مغلوں نے اس پر کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔ نتیجتاً نادر شاہ نے کابل پر حملہ کر دیا اور با آسانی فتح کرلیا۔ کابل پر حملہ کر کے نادر شاہ کے سامنے مغلوں کی کھوکھلی حکومت عیاں ہو گئی جس کے نتیجے میں نادر شاہ ہندوستان میں فتوحات کرتا ہوا دہلی تک پہنچ گیا دہلی پہنچ کر اس نے دہلی کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی اور شدید خون خرابہ ہوا۔ نادر شاہ نے دہلی میں دو مہینہ قیام کیا اور حکومت دوبارہ محمد شاہ (رنگیلا) کے حوالے کر گیا مگر دو سو سال کی جمع شدہ شاہی محل کی دولت شاہ جہاں کا تخت طاوس اور کوہ نور ہیرا اپنے ساتھ ایران لے گیا۔ نادر شاہ کے بعد زیادہ تر صوبے خود مختار ہو گئے اور مغل سلطنت کی سرحدیں سمٹنا شروع ہو گئیں۔

احمد شاہ ابدالی کا حملہ:

ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ نادر شاہ کا ایک فوجی افسر احمد شاہ ابدالی جس نے نادر شاہ کی موت کے بعد کابل میں حکومت بنالی۔ احمد شاہ ابدالی کو جدید افغانستان کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ احمد شاہ ابدالی نے 1747ء سے 1767ء تک ہندوستان پر 7 بار حملے کیے اور رہی سہی مغل حکومت کو مزید کمزور کر دیا۔ دوسری جانب انگریز آہستہ آہستہ زور پکڑتے جارہے تھے۔ 1857ء میں انگریزوں نے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو ہٹا کر مغل حکومت کا خاتمہ کر دیا اور پورے ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل اختیار ہو گیا۔ 1526ء سے لے کر 1857ء تک مغل دور حکومت رہا جس میں 21 حکمران رہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

۱) تاریخ فرشتہ (محمد قاسم فرشتہ)
۲) آب کوثر (شیخ محمد اکرم)
۳) ہندوستان میں اسلامی عہد کے 1100 سال (مفتی شوکت علی فہمی)

۴) رودِکوثر (شیخ محمد اکرم)
۵) مہکتی یادیں (پروفیسر محمد رضا زیدی)
۶) تاریخ اسلامی ہند (علامہ نیاز فتح پوری)
۷) کتاب الہند (البیرونی)
۸) تاریخ فیروز شاہی (ضیاء الدین برنی)
۹) جامع تاریخ ہند (محمد حبیب)
۱۰) مذہب شیعہ-قدیم تحریک وہمہ گیر قوت (سید محمد احسن زیدی مجتہد)
۱۱) تاریخ شیعان علی (علی حسین رضوی)
۱۲) ویکیپیڈی
۱۴) A Socio-Intellectual History of the Asna Ashari Shia in India (Syed Athar Abbas Rizvi)

سندھ میں مسلمان حکمرانوں کے زمانے کی عزاداری کی مختصر تاریخ

۱) محمد بن قاسم کا زمانہ:

حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں مسلمان حکومت کا دائرہ قلات اور مکران تک پہنچ چکا تھا اور ان کی سرحدیں سندھ سے ملتی تھیں۔ اس لیے اموی دور میں آئے دن سرحدی جھڑپیں چلتی رہتی تھیں اور کئی دفعہ سندھ کو فتح کرنے کی کوشش کی گئی۔ عرب میں سادات پر مسلسل مظالم کی وجہ سے سادات کی آمد کا سلسلہ ہندوستان کہ مختلف علاقوں میں اور خاص کر سندھ میں شروع ہو گیا تھا۔ کیونکہ سندھ نسبتا محفوظ علاقہ تھا سادات چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہو جاتے اور جب اموی حدود سلطنت سے باہر نکل جاتے تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک جگہ جمع ہو جاتے اور قافلے کی صورت اختیار کر لیتے۔ جہاں مناسب اور محفوظ آبادی ملتی رہائش اختیار کر لیتے۔

سادات کا رویہ اور اخلاق لوگوں کے ساتھ اتنا اعلیٰ ہوتا کہ لوگ ان کی طرف کھنچتے چلے جاتے اور جب سادات اپنا تعارف کراتے تو لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتے۔ سادات کے اخلاق، تقویٰ اور کردار کی اس خاموش تبلیغ کی وجہ سے سارے ہندوستان اور خاص کر سندھ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور جو لوگ اسلام نہ بھی لاتے وہ بھی سادات کے اعلیٰ اخلاق اور تقویٰ کی وجہ سے ان کی عظمت کے ضرور قائل ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے سے اب تک سندھ میں جگہ جگہ ان سادات کی قبور آج بھی مرجائع خلائق ہیں اور سادات کا احترام ہر جگہ سے زیادہ ہے۔

جس وقت محمد بن قاسم نے سندھ کی سرزمین پر اپنا قدم رکھا اس وقت تک دو باتیں حتمی تھیں۔ پہلی یہ کہ محمد بن قاسم سندھ کی دھرتی پر پہلے مسلمان نہیں تھے۔ اس سے بہت پہلے سے سادات کی بھی ایک بڑی تعداد سندھ میں موجود تھی۔ جب کہ سندھ کے لوگوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ان سادات کے

ہاتھوں پر اسلام قبول کر چکی تھی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ محمد بن قاسم کا سندھ پر عربوں کی طرف سے پہلا حملہ نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے بھی کئی بار عربوں کی جانب سے سندھ فتح کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور سندھ پر حملے ہوتے رہے تھے۔

۲) عباسی دور حکومت:

سندھ میں عرب دور تقریباً 300 سال پر محیط رہا۔ اس دوران بنوامیہ کے 10 گورنر رہے جب کہ بنو عباس کے 31 گورنر متمکن رہے اس کے علاوہ سندھ کافی عرصہ فاطمیوں کے بھی زیر اثر رہا۔

عباسی خلیفہ منصور دوانیقی کے زمانے میں جب سیدوں اور خاص طور پر امام حسن علیہ السلام کی اولاد پر ظلم و تشدد بڑھنے لگا تو حضرت عبداللہ الاشتر جو امام حسن علیہ السلام کے پڑپوتے تھے سندھ تشریف لے آئے، سندھ کا گورنر عمر بن حفص اہل بیت کی بہت زیادہ عزت کرتا تھا مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ کی آمد کی خبر منصور دوانیقی تک پہنچ گئی اور اس نے عمر بن حفص کو معزول کر کے اس کی جگہ پر ہشام بن عمرو کو گورنر لگا دیا مگر حیران کن طور پر ہشام بن عمرو خود بھی خاندان اہل بیت کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا مگر اس کا بھائی منصور دوانیقی کا حامی تھا اور اس کے لشکر سے حضرت عبداللہ الاشتر کے ساتھیوں کا آمنا سامنا ہو گیا اور جنگ شروع ہو گئی اسی جنگ میں عبداللہ الاشتر شہید ہو گئے آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کی لاش کو بے حرمتی کے خوف سے دریا میں بہا دیا۔ کراچی میں آج کلفٹن کے مقام پر آپ کا روضہ عبداللہ شاہ غازی کے نام سے مرجع خلائق ہے۔

۳) فاطمی دور حکومت:

عباسیوں کی حکومت 111 سال تک مکمل طور پر رہی مگر پھر خلافت عباسیہ کمزور ہوتی چلی گئی جس کی وجہ سے ایران میں مقامی امراء نے اقتدار حاصل کر لیا اور افریقہ فاطمیوں کے زیر اثر آ گیا۔ اس کے علاوہ عباسی سلطنت کے ماتحت ریاستیں بھی آہستہ آہستہ خود مختار ہوتی چلی گئیں۔ 855ء میں عمر بن عبدالعزیز ہباری جو عباسیوں کی طرف سے سندھ کا والی مقرر ہوا تھا آزاد حکمران بن گیا مگر خطبہ عباسیوں

ہی کا جاری رہا۔ 871ء میں یعقوب بن لیث صفاری نے جب ایران میں زور پکڑا اور قرب و جوار میں اپنا اثر بڑھانے لگا تو سندھ اس کے زیر دست آ گیا اور ہباری حکومت اس کی باجگزار بن گئی۔ دوسری جانب ملتان میں اسماعیلیوں کی حکومت فاطمی خلفاء کے زیر اثر قائم ہوگئی اور اس کے اثرات سندھ تک آنے لگے۔

اس دور میں پہلی مرتبہ سندھ میں عزاداری کھلے عام منعقد ہونے لگی اور منصورہ میں سادات زور پکڑنے لگے مجالس میں تمام مسلمان بھی برابر شریک ہونے لگے۔ یہی وہ دور تھا جس میں عزاداری کھل کر منعقد ہونا شروع ہوئی جبکہ فاطمیوں کے زیر اثر ملتان سے لے کر سندھ تک حکومت قائم ہوگئی تھی۔ اس زمانے میں حکمران خود بھی عزاداری میں شریک ہوتے تھے۔ یوں برصغیر میں پہلی بار اعلانیہ طور پر عزاداری ملتان اور سندھ میں منائی جانے لگی۔

۴) محمود غزنوی کا زمانہ:

1008ء میں محمود غزنوی نے ملتان سے لے کر سندھ تک جو فاطمیوں کے زیر اثر سلطنت قائم ہوگئی تھی اس کو شکست دینے کے لیے بہت زبردست حملہ کیا اور اقتدار کو انتہائی خون خرابے کے بعد حاصل کر لیا۔ جب تک محمود اور اس کے خاندان کا دور رہا عزاداری ایک بار پھر انتہائی محدود ہوگئی۔ 1030ء میں محمود غزنوی کے انتقال کے بعد اس کے خاندان والے امور سلطنت کو زیادہ عرصے تک نا چلا پائے جسکی وجہ سے سندھ میں انکی عملداری ختم ہوگئی۔

۵) سومرا خاندان کا دور حکومت:

سندھ میں 1044ء میں سومرا خاندان اقتدار میں آ گیا اور اس طرح 1175ء تک مکمل اختیار کے ساتھ سومرا خاندان نے حکومت کی مگر 1175ء میں شہاب الدین غوری نے دوبارہ سندھ پر قبضہ کر لیا مگر سومرا خاندان کے ساتھ الحاق ہوگیا اور سومرا خاندان سلطنت دہلی کے زیر اثر کام کرتا رہا جبکہ سلطنت دہلی کا ایک امیر ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا۔ سومرا خاندان بھی مذہبی لحاظ سے ایک معتدل خاندان تھا لہذا

اس زمانے میں دوبارہ عزاداری اپنے زوروشور کے ساتھ منائی جانے لگی۔ سومرا خاندان کے 20 حکمران 1340ء تک حکمرانی کرتے رہے اس دوران سلطنت دہلی میں حکمرانوں کی تبدیلی کی وجہ سے کبھی ان کی سرحدیں سمٹ جاتیں اور کبھی بڑھ جاتیں مگر یہ ہمیشہ سلطنت دہلی کے زیر اثر رہے۔ سومرا حکمرانوں کے طویل دور حکمرانی میں عزاداری پر کسی بھی طرح سے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی جس کی وجہ سے عزاداری کے مضبوط مراکز وجود میں آگئے۔

سومرا دور حکومت کے اندر ہی سہون میں لعل شہباز قلندر، ملتان میں بہاؤالدین زکریا اور شمس سبزواری جبکہ اوچ شریف میں سید جلال الدین سرخ بخاری تبلیغ اسلام کا کام بہت تیزی سے کر رہے تھے۔ یہ حضرات عزاداری امام حسین علیہ السلام کو بھی بڑے جوش وخروش کے ساتھ برپا کرتے تھے۔
محققین کی ایک رائے کے مطابق سومرو عربی النسل قوم ہے جن کے مورث اعلی صحابی رسول سمرہ بن جندب ہیں۔ جبکہ کچھ محققین کی نظر میں یہ حضرت علی کے فرزند حضرت محمد ابن حنفیہ کی اولاد سے ہیں۔ جبکہ دیگر محققین کی نظر میں سومرو فرزند زمین ہے اور صوبے کے پہلے باشندے سندھ کی اولاد ہیں۔

۶) سمہ جام خاندان کا دور حکومت:

1340ء میں سمہ جام قبیلے نے سومرو قبیلے کی حکومت ختم کر کے سندھ کی حکمرانی حاصل کی اور 1521ء تک اس خاندان کے 18 حکمران گزرے انہی حکمرانوں نے نیا دارالحکومت ٹھٹھ میں تعمیر کروایا یہ خاندان بھی ہمیشہ سلطنت دہلی کا متی اور باج گزار رہا۔ 1398ء میں جب امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کا ایک جنرل مرزا پیر محمد جو تیمور کا نواسہ بھی تھا ملتان فتح کرنے کے لیے آیا اور جب اس نے ملتان فتح کر لیا تو اس سے پہلے کہ سندھ کا رخ کرتا سمہ قبیلے کے لوگوں کو پتہ تھا کہ تیمور اور اس کے خاندان والے سیدوں کی بہت عزت کرتے ہیں سکھر کے سادات کو مرزا پیر محمد کے پاس بھیجا مرزا پیر محمد نے ان کی بہت عزت افزائی کی اور بہت سے تحائف دے کر واپس روانہ کیا اور انہی کے کہنے پر سندھ پر کوئی حملہ نہیں کیا۔

سمہ حکمرانوں نے ٹھٹہ شہر کو بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ان ہی کے زمانے میں اس شہر میں 300 سے زیادہ دارالعلوم تھے اور اس کے مدارس پوری اسلامی دنیا میں مشہور تھے۔ امیر تیمور کی وجہ سے علماء اور سادات کی ایک بڑی تعداد سندھ کے طول وعرض میں پھیل گئی تھی۔ اس دور میں عزاداری کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ کچھ محققین کی نظر میں سمہ قبیلہ سندھ کا مقامی قبیلہ ہے جبکہ کچھ محققین کی نظر میں سمہ جام بھی ایران سے آئے ہوئے حکمران تھے۔

چودھویں صدی کے آخر میں سمہ قبیلے کے دور حکومت میں سید احمد شیرازی شیراز سے قندھار ہوتے ہوئے سہون اور پھر ٹھٹہ میں آکر قیام پذیر ہوئے جہاں آپ کے خاندان میں حضرت شاہ مراد شیرازی اور سید علی شیرازی جیسے بزرگان گزرے۔ جنہوں نے محمد وآل محمد علیہ السلام کی تعلیمات کو اس طرح پھیلایا کہ ان کے ہاتھوں پر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا اور ٹھٹہ شہر کی آبادی کی اکثریت آپ کے مریدوں میں شامل ہوئی۔ آپ دونوں بزرگان کے مزار آج بھی مکلی کے قبرستان میں مرجع خلائق ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ عقیق جیسی روحانی شخصیت بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی ٹھٹہ کے شیرازی سید اسی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ٹھٹہ شہر کی عزاداری کو قائم کرنے میں اس خاندان کا اہم کردار ہے۔

۸) ارغون دور حکومت:

1521ء کے شروع میں ارغون خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ ارغون چنگیز خان کی نسل سے تھے ان کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں جا کر چنگیز خان سے ملتا تھا۔ اس خاندان کے ایک فرد ارغون خان نے اسلام قبول کرلیا تھا اس لیے ان کا خاندان اس کے نام پر ارغون کہلانے لگا۔ ارغون خان کی اولاد میں سے ہی شاہ بیگ ٹھٹہ پر انتہائی خون خرابے کے بعد قابض ہوا اور آہستہ آہستہ ملتان تک کا علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا۔

ارغون خاندان ظالم اور جابر خاندان تو تھا مگر اس خاندان نے کبھی بھی مذہب کی بنیاد پر کسی بھی طرح کے کوئی مسائل پیدا نہیں کیے۔ ان کے نظام حکومت میں ہر مذہب کو مکمل آزادی حاصل تھی یہی وجہ ہے

کہ عزاداری اس زمانے میں بھی مزید سے مزید پروان چڑھتی رہی۔ جب مغل بادشاہ ہمایوں شیر شاہ سوری کے اقتدار پر قابض ہونے کے بعد بھاگ کر سندھ آیا تو یہیں اکبر اعظم کی پیدائش ہوئی مگر سلطان شاہ ارغون نے ہمایوں کو سندھ میں مستقل نہیں رہنے دیا اور اس کے ساتھ سرد مہری سے پیش آیا۔ جس کی وجہ سے ہمایوں ایران کی طرف روانہ ہو گیا۔

۹) ترخان دور حکومت:

1554ء میں ترخان سندھ کی حکومت پر قابض ہو گئے۔ امیر تیمور نے اس قبیلے کو اسکی بہادری پر ترخان کا لقب دیا تھا۔ ترخان خاندان کا بھی شجرہ چنگیز خان سے جا کر ملتا ہے۔ مرزا عیسیٰ ترخان نے اپنے عہد میں ایک مرصع قندیل روضہ امام رضا علیہ السلام کے لیے ٹھٹھہ میں خصوصی طور پر بڑی رقم خرچ کر کے بڑے اہتمام سے بنوانا شروع کی لیکن اس کے مکمل ہونے سے پہلے ہی آپ کی وفات ہو گئی اس کے بعد مرزا غازی بیگ ترخان نے اس قندیل کو مکمل کروا کے مشہد مقدس بطور نذرانہ پیش کیا اس کے علاوہ بھی عراق کے دیگر روضہ مبارک پر مختلف نذرانے اور تحائف بھی روانہ کئے گئے۔ ترخان قبیلے نے بھی اپنے تمام تر ظلم کے باوجود مذہبی آزادی مکمل طور پر دی ہوئی تھی۔

۱۰) مغلیہ دور حکومت:

اکبر اعظم نے 1590ء میں سندھ پر مکمل تصرف حاصل کر لیا جو محمد شاہ رنگیلا کے دور تک جاری رہا۔ مغل دور حکومت میں 50 کے قریب گورنر سندھ پر حکمرانی کرتے رہے ان حکمرانوں میں سے اکثریت مذہبی لحاظ سے معتدل تھے اور سیدوں کا بہت زیادہ عزت و احترام کرتے تھے اسی لئے پورے مغل دور حکومت میں سندھ کے اندر مراسم عزاداری میں کوئی روک ٹوک نہیں تھی اور ہر فرقہ اپنے اپنے رسم و رواج کے مطابق محرم الحرام میں عزاداری منعقد کرتا تھا۔

مغل دور حکومت کے اوائل میں ہی روہڑی میں سید محمد شریف عرف مور شاہ تھے جو ہر سال محرم میں پیدل کربلا زیارت کے لیے جاتے تھے۔ جب وہ 80 سال کے ہوئے تو ان کو خواب میں کچھ بشارت

ہوئی۔ اس دن سے آپ نے عاشور روہڑی میں ہی منانا شروع کیا اور 8 محرم کی شب میں ایک جلوس تابوت برآمد کیا۔ یہ جلوس تابوت مغل دور میں شروع ہوا اور آج بھی سندھ کا قدیم جلوس مانا جاتا ہے۔ اس جلوس میں پورے پاکستان سے لوگ شرکت کرتے ہیں اور اتنی بڑی تعداد میں ہوتے ہیں کہ دور سے دیکھنے والے کو ایسا لگتا ہے کہ تابوت خود بخود آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔ تابوت کی برآمدگی کے وقت رقعت کے جو مناظر ہوتے ہیں وہ تحریر میں بیان نہیں ہوسکتے۔

۱۱) کلہوڑوں کا دورِ حکومت:

1699ء میں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے سندھ کی حکومت کلہوڑوں کو دی۔ یوں کلہوڑوں نے مغل حکومت کے گورنر کے طور پر سندھ کا نظامِ حکومت سنبھالا اور 1738ء تک گورنر کے طور پر کام کیا مگر جب محمد شاہ رنگیلا کے دور میں مغل حکومت کا شیرازہ بکھرنے لگا تو کلہوڑوں نے سندھ کو مغلوں کی ماتحتی سے نکال لیا۔ یوں کلہوڑو حکومت نادر شاہ درانی کی باج گزار بن گئی اور اس کے بعد احمد شاہ ابدالی کی باجگزار رہی۔

کلہوڑا خاندان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے تھے اسی نسبت سے یہ عباسی کہلاتے تھے تاہم کلہوڑوں کے اسلاف نویں صدی میں سندھ آکر کلورا نام کے پہاڑ پر مقیم ہوئے تھے، لہٰذا وہ پہلے کلورہ کہلائے پھر کلہوڑا کا لقب پڑ گیا۔ یہ خاندان طویل عرصہ صوفی خاندان تھا اور اس کے بڑی تعداد میں مرید تھے۔ میاں آدم شاہ اس خاندان کے بڑے بزرگ اور خداترس انسان تھے جن کے بڑی تعداد میں لوگ مرید تھے ان کے بعد اس خاندان میں ان کی گدی چلتی رہی۔

کلہوڑا خاندان محبِ آلِ محمد تھا یہاں تک کہ میاں نور محمد خان کلہوڑا نے 1750ء میں ٹھٹھہ کی مشہور امام بارگاہ جلوہ گاہِ امامین تعمیر کروائی جہاں وہ عزاداری میں خود بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ ایک اچھے خطاط بھی تھے اور آپ نے ایک قرآن شریف کا نسخہ اپنی خطاطی میں تحریر کرکے روضہ امام رضا پر بطور نذرانہ پیش کیا تھا جو آج بھی مشہد مقدس کے میوزیم میں شمارہ نمبر 154 پر محفوظ ہے۔

میاں نور محمد خان کلہوڑا کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے میاں غلام شاہ کلہوڑو حکمران بنے اور ان کا دور کلہوڑوں کی حکومت کا بہترین دور تھا اسی دور میں کراچی کو خان آف قلات سے واپس لیا گیا اور دریائے سندھ کے کنارے نیرون کوٹ نامی شہر کو اپنا دار الحکومت بنانے کا فیصلہ کیا اور اس شہر میں پہلے ایک قلعہ تعمیر کیا جس کے صدر دروازے پر ایک پتھر لگایا گیا جس میں 14 معصومین کے نام تحریر کیے گئے اور پھر اس شہر کا نام تبدیل کر کے مولا علی علیہ السلام کے نام پر حیدر آباد رکھا۔ کلہوڑا حکمرانوں کی قبروں پر علم حضرت عباس علیہ السلام آج بھی لہرا رہا ہے۔

۱۲) تالپوروں کا دور حکومت:

1783ء میں کلہوڑوں کو تالپوروں نے شکست دی اور سندھ کی حکومت حاصل کر لی۔ تالپور دراصل بلوچوں کی ایک شاخ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کی اولاد ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ تالپور حکمران بھی باقاعدہ عزاداری منعقد کرتے تھے۔ تالپوروں کے دور میں سندھ کے اندر عزاداری کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

میر فتح علی خان تالپور کو جب پتہ چلا کہ تیمور بادشاہ نے ہندوستان میں امام حسین کے روضے کی شبیہ بنائی تھی جو تعزیہ کے نام سے مشہور ہے تو آپ نے بھی اسی طریقہ سے سندھ میں بھی 16 فٹ بلند تعزیہ بنایا۔ یہ تعزیہ شب عاشور فقیر جو پیڑ حیدر آباد میں اسی جگہ رکھا جاتا جہاں اب سرہندی مسجد ہے۔ سندھ کا یہ پہلا تعزیہ مرزا مراد علی بیگ کے خانوادے کے پاس امام بارگاہ علی آباد ٹنڈو آغا حیدر آباد میں آج بھی زیارت کے لیے موجود ہے۔ شب عاشور فقیر جو پیڑ میں ایک مجلس عزا کا اہتمام کیا جاتا جس میں حکمران تالپور خاندان کے افراد قلعے سے ہی ننگے پاؤں پیدل چلتے ہوئے آتے اور شریک ہوتے۔ صبح عاشور نماز فجر کے بعد سندھی زبان میں مرثیہ سنتے اور عصر عاشور دوبارہ مجلس کا اہتمام کیا جاتا جس کے اختتام پر فاقہ شکنی کا اہتمام ہوتا اور تمام تالپور خاندان اس عزاداری میں آخر تک شریک رہتا۔ اس کے علاوہ معصومین علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں محافل کا انتظام بھی کیا جاتا۔

1805ء میں میر کرم علی خان تالپور نے ایران کے بادشاہ فتح علی شاہ قاچار کو حضرتِ علی علیہ السلام کے دستخط شُدہ قرآن پاک کا نُسخہ بطورِ خاص تُحفہ، مشہدِ مُقدس امام رضا علیہ السلام کے روضۂ مُبارکہ کے میوزیم کیلئے پیش کیا جسے ایرانی سلطنت نے نہ صرف قبول کیا بلکہ بہت سراہا اور جزبۂ خیر سگالی کے تحت فتح علی شاہ قاچار نے مولا علی کے قدموں کے نشان والا پتھر بطور تُحفہ شاھی اعزازات کے ساتھ عطا کیا۔ پہلے یہ تمام تبرُکات شاھی قلعہ میں مخصوص مقام پر صرف شاھی خانوادوں و اعلیٰ و ارفع قبائل تک محدودِ تھے۔ مگر 1908ء کے بعد سے یہ تمام تبرُکاتِ مُقدسہ شاھی قلعہ سے مسجدِ ابوالفضل میں زیارت گاہِ خاص و عام کی غرض سے منتقل ہو گئے۔

میر مراد علی تالپور کو بھی عزاداری سے خاص عقیدت تھی اور ایام عزاء میں عزاداری میں مصروف رہتے تھے میر مراد علی تالپور نے میاں نور محمد کلہوڑو کی دختر بی بی شہر بانو کی تعمیر کردہ مسجد کی مرمت بھی کروائی جو آج تک حیدرآباد میں جمن شاہ کے پڑ کے قریب ہے۔ اسی دور میں شاہجہانی مسجد کی مرمت بھی کروائی گئی۔

کربلا سے دریائے فرات بہت دور تھا اس لیے ایک نہر کی ضرورت تھی جو کربلا شہر تک پانی کی فراہمی کو ممکن بنا سکے سندھ کے میر نصیر خان تالپور نے اس نہر کی تعمیر میں پانچ لاکھ روپے فراہم کیے یہ نہر آج بھی نہر نصیر کے نام سے موجود ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کربلا میں زائرین کے لیے مسافر خانہ بھی تعمیر کروایا۔ جبکہ حیدرآباد شہر میں ایک اور امام بارگاہ بھی تعمیر کروایا اور قدمگاہ کی عمارت بھی بنوائی۔ جس طرح میر فتح علی تالپور سندھ میں تعزیہ نکالنے کے بانی ہیں اسی طرح سے سندھ میں علم لگانے کی رسم کا آغاز میر نصیر تالپور کے سر ہے جس کے بعد علم لگانے کی رسم پورے سندھ میں پھیل گئی۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

۱) فتح نامہ سندھ (چچ نامہ)

۲) تاریخ شیعان علی (علی حسین رضوی)

۳) سندھ اور اہل بیت (ڈاکٹر مرزا امام علی بیگ)

۴) تاریخ سندھ (سید ابوظفر ندوی)

۵) تاریخ سندھ (عبدالحلیم شرر)

۶) قدیم سندھ (مرزا قلیچ بیگ)

۷) پاکستان کے سیاسی وڈیرے (عقیل عباس جعفری)

۸) تاریخ سندھ (کامران اعظم سوہدروی)

۹) مکلی نامہ (میر علی شیر قانع)

۱۰) ملکہ مشرق (محمودہ رضویہ)

۱۱) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۱۲) تاریخ اسلامی ہند (علامہ نیاز فتح پوری)

۱۳) لب تاریخ سندھ (خان بہادر خداداد خان)

۱۴) سندھ غیر سندھی باشندے اور حکمران (اشفاق احمد)

۱۵) ہندوستان اسلامی عہد کے 1100 سال (مفتی شوکت علی فہمی)

۱۶) وکیپیڈیا

کراچی کی مختصر ترین تاریخ

محققین کی رائے کے مطابق کراچی آخری برفانی دور کے خاتمے پر سمندر کے کنارے سے نمودار ہونا شروع ہوا۔ ویسے تو کراچی کے آثار سکندر اعظم سے بھی پہلے کے ملتے ہیں اور ملیر وادی کی تاریخ قدامت کے اعتبار سے قدیم پتھروں کے وسطی دور سے شروع ہوتی ہے تاہم 326 قبل مسیح میں جب سکندر اعظم کا جرنل نیرکس برصغیر پر فوج کشی کے بعد کراچی کے قریب جزائر میں قیام پذیر ہوا تھا اس وقت کراچی کا نام ''کرو کالا'' تھا۔ جس کا مقامی زبان میں مطلب واگھو (دیوتا) کے ہیں۔ جرنل نیرکس نے اپنے قیام کے دوران اس کا نام تبدیل کر کے اپنے بادشاہ کے نام پر ''سکندری جنت'' رکھ دیا۔ اس کے بعد بھی کراچی کے بے شمار نام تبدیل ہوتے رہے۔

پہلی صدی سے ساتویں صدی تک کراچی کی بندرگاہ پر بدھ مذہب کے پیروکاروں کا اثر ورسوخ ملتا ہے جو بیرون ملک پنج شیل کا پیغام لیکر جاتے تھے۔ ساتویں صدی میں جب برہمنوں نے سندھ پر غلبہ حاصل کیا تو کراچی کی بندرگاہ کو تباہ کر دیا اور کراچی کے قریب دیبل اور بھمبھور کی بندرگاہوں کو فروغ دیا۔ 712ء میں جب محمد بن قاسم نے دیبل کی بندرگاہ پر حملہ کیا تو اپنا ساز و سامان کراچی کی بندرگاہ کے ذریعے اتارا اور کراچی کی بندرگاہ کو ''دربو'' کا نام دیا۔ یوں کراچی کا ایک نیا نام رکھ دیا گیا۔

سندھ میں عرب دور تقریبا 300 سال پر محیط رہا۔ اس دوران بنو امیہ کے 10 گورنر رہے جب کہ بنو عباس کے 31 گورنر مقرر ہوئے اسکے علاوہ کافی عرصہ فاطمیوں کے بھی زیر اثر رہا۔ اس پورے عرصے میں کراچی کا کوئی خاص ذکر نہیں ملتا سوائے عباسی دور میں عبداللہ شاہ غازی کی شہادت کے جن کا مزار آج بھی کراچی میں کلفٹن کے مقام پر مرجع خلائق ہے۔

عباسیوں کی حکومت کے بعد پھر کراچی کا ذکر 1554ء میں ترخانوں کی حکومت میں نظر آتا ہے۔ ترخان دور میں کراچی کا نام ''کراشی'' ہو گیا تھا۔ اس دور میں کراچی کی بندرگاہ ایک محفوظ بندرگاہ تصور کی

جاتی تھی۔

اکبر اعظم نے 1590ء میں سندھ پر مکمل تصرف حاصل کرلیا جو محمد شاہ رنگیلا کے دور تک جاری رہا۔ مغلوں کے دور میں کراچی کی بندرگاہ کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا اور یہاں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ اس دور میں کراچی کو "سون ہارا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

1699ء میں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے سندھ کی حکومت کلہوڑوں کے حوالے کردی تھی مگر اس سے پہلے 1697ء میں اورنگزیب عالمگیر نے خان آف قلات محراب خان کے خون بہا کے طور پر کراچی کو خان آف قلات کے حوالے کر دیا تھا اور یہ 1757ء تک بلوچستان کا حصہ رہا۔

کھارک بندر کی قدیم بندرگاہ پر جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے مسائل کی وجہ سے جہاز کراچی آنے لگے اور تجارت کا رخ بھی کراچی کی طرف مڑ گیا جس کی وجہ سے لوگوں کا رخ کراچی کی طرف ہونے لگا۔ کلہوڑوں نے اپنی رعایا کی حفاظت کے لیے 1757ء میں کراچی پر قبضہ کرلیا اور اپنی حکومت قائم کرلی۔ کلہوڑوں کے دور میں کراچی کو "کلاچو جو گوٹھ" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ کلہوڑوں کے دور میں کراچی میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی اور اس وقت کراچی کی آبادی کوئی آٹھ ہزار نفوس کے لگ بھگ تھی۔

1774ء میں اتفاقیہ طور پر کلہوڑا خاندان کے ایک فرد نے خان آف قلات کے بھائی کو قتل کردیا جس کی وجہ سے کلہوڑوں نے کراچی کو خون بہا کے طور پر ایک بار پھر والی قلات کو دے دیا۔ یوں کراچی 17 سال بعد پھر خان آف قلات کے عملداری میں چلا گیا۔

خان آف قلات نے کراچی پر کوئی خاص توجہ نہ دی اور حاکم تک مقرر نہیں کیا۔ بس جہازوں سے محصولات وصول کرنے کے لئے ایک کسٹم کا ٹھیکیدار مقرر کر دیا تھا۔

موجودہ کراچی کی بنیاد 1729ء میں ایک ہندو تاجر بھوجومل نے رکھی جو پہلے کھارک بندر کے علاقے میں رہتے تھے مگر کراچی کی بندرگاہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے کراچی آکر آباد ہوگئے۔ اس زمانے میں کراچی کو قلاچی جو گوٹھ کہا جاتا تھا اس کے مکین کیاڑی منوڑا اور سمندر کے ساحلی علاقوں کی حد تک

محدود تھے اورونگورا، بندری اور کراچو کہلاتے تھے جبکہ باتھ آئی لینڈ، کلفٹن، گزری، محمود اباد، منظور کالونی، اعظم بستی اور کورنگی کے بعض علاقے جزائر کی صورت میں سمندر کا حصہ تھے جو آہستہ آہستہ سمندر کے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے خشک میدانوں میں تبدیل ہوتے گئے اور کراچی شہر کا حصہ بنتے گئے۔

سیٹھ بھوجومل نے اپنے قیام کے ساتھ ہی ڈاکوؤں سے بچنے کے لیے شہر کے گرد دیوار بنوائی اور اس کے دو دروازے رکھے ایک سمندر کی طرف کھلنے والا دروازہ کھارودر جو بعد میں کھارادر کے نام سے مشہور ہوا اور میٹھے پانی یعنی لیاری ندی کی طرف کھلنے والے دروازے کو میٹھو دروازو کا نام دیا گیا جو بعد میں میٹھادر کے نام سے مشہور ہوا۔ سیٹھ بھوجومل نے ہی کراچی کو آباد کر کے باقاعدہ شہر کی بنیاد رکھی اور تاجروں کو اس شہر کی طرف راغب کیا۔

1783ء میں کلہوڑوں کو تالپوروں نے شکست دی اور سندھ پر قبضہ کرلیا۔ 1792ء میں تالپوروں نے کراچی پر قبضے کی نیت سے 2 حملہ کیے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ تیسری دفعہ پھر تالپور کراچی فتح کرنے پہنچے اور بڑے بڑے ہندو تاجروں کو خطوط بھی لکھے جس میں صلح کرنے کے بدلے مختلف مرات دینے کا وعدہ کیا۔ پہلے کراچی والے خان آف قلات کے پاس پہنچے اور لشکر بھیجنے کی درخواست کی مگر خان آف قلات نے اہل کراچی کی درخواست یہ کہہ کر رد کردی کہ وہ فی الحال تالپوروں سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ اسطرح اہل کراچی مجبور ہو گئے کہ تالپوروں سے کچھ شرائط پر صلح کرلیں۔ ان شرائط میں سے اہم یہ دو شرائط تھیں پہلی یہ کہ کوئی سپاہی شہر کے اندر داخل نہیں ہوگا دوسری یہ کہ جو حاکم مقرر ہوگا وہ اہل شہر کے مشورے سے انتظام چلائے گا۔

اسطرح 1795ء سے 1839ء تک کراچی تالپوروں کے قبضے میں رہا۔ اس زمانے میں کراچی کو کئی ناموں سے پکارا جاتا تھا جن میں "قلاچو"، "قلاچی جو کنڈ" اور "خور علی" تھے۔ اس زمانے میں کراچی کی آبادی آٹھ ہزار سے 14 ہزار ہوگئی۔ اس آبادی میں زیادہ تر ماہی گیر اور ملاحوں کی تعداد تھی جو کہ شہر کے باہر رہتی تھی شہر میں اکثریت ہندو تاجروں کی تھی جو بہت دولت مند تھے۔

1839ء میں انگریزوں نے سندھ پر قبضہ کرتے ہی اس شہر کی بندرگاہ کی اہمیت کو محسوس کرلیا تھا اور

اسے تجارتی اور فوجی نقطہ نظر سے بہت اہمیت دینے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے فوری طور پر ہی سندھ کا دارالحکومت حیدرآباد سے کراچی منتقل کر دیا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں اس بندرگاہ نے کلیدی کردار ادا کیا جب کہ انگریزوں کے دور میں تجارتی لحاظ سے بھی اس کا اہم کردار رہا۔ اس کی ترقی کی صورتحال کا اندازہ لگاتے ہوئے پورے برصغیر سے بابصیرت تاجروں نے کراچی کا رخ کرنا شروع کر دیا۔

کراچی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1847ء میں جنرل چارلس نیپیئر جنھوں نے سندھ فتح کیا تھا اپنی الوداعی پارٹی میں کہا کہ ''عنقریب کراچی تو مشرق کی ملکہ ہوگی جب تو اس بلند مرتبے پر پہنچے تو میری تمنا ہے کہ میں تجھے ایک بار دیکھ سکوں۔''

1860ء تک کراچی کا کوئی مخصوص نام نہیں تھا اس کو مختلف نام دیئے جاتے تھے مختلف ادارے خط و کتابت کرتے وقت اسے مختلف نام دیتے تھے کچھ اسے ''کریچی'' کچھ ''کرانچی'' اور کچھ ''کراچ ٹاؤن'' لکھا کرتے۔ جبکہ ریلوے والے کوراچی لکھتے۔ 1860ء میں جب کراچی چیمبر آف کامرس کا قیام ہوا تو پہلی مرتبہ ''کراچی'' کا نام استعمال کیا گیا کیونکہ تمام تجارتی اور صنعتی ادارے اس کے ممبر تھے اس لئے بہت تیزی سے خط و کتابت میں یہی نام رائج ہو گیا۔ انگریز حکومت نے بھی بلا جھجک اس ہی نام کو منظور کر لیا اور سرکاری گزٹ میں اس نام کی وضاحت کر دی اور یوں سب کراچی لکھنے کے پابند ہو گئے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کُتب سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) ملکہ مشرق (محمودہ رضویہ)

۲) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۳) اس دشت میں ایک شہر تھا (اقبال اے رحمان مانڈویا)

۴) لب تاریخ سندھ (خان بہادر خداداد خان)

۵) پاکستان کے سیاسی وڈیرے (عقیل عباس جعفری)

۶) سندھ غیر سندھی باشندے اور حکمران (اشفاق احمد)

۷) شہر بے مثال کراچی (رئیس فاطمہ)

۸) کراچی گزیٹر 1919 (جے ڈبلیو اسمتھ)

۹) مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج 1987 (پاکستان نمبر حصہ دوئم)

۱۰) کراچی اور اس کی بندرگاہ (سید ادیب حسین)

۱۱) وادی لیاری (حمید ناضر)

۱۲) وادی ملیر (حمید ناضر)

۱۳) شہروں میں شہر کراچی (نسرین اسلم شاہ)

۱۴) وکیپیڈیا

گڈاپ ٹاؤن کی عزاداری

کراچی کی قدیم ترین امام بارگاہیں اور حشر پڑکی تاریخ

کراچی میں قیام پاکستان سے پہلے کے امام بارگاہ کراچی شہر کے قیام سے لیکر قیام پاکستان تک کراچی میں زیادہ تر امام بارگاہ کھارادر اور اس کے گردونواح یعنی اولڈ کراچی میں بنے ہوئے تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام بارگاہ سراج:

امام بارگاہ سراج جو صرافہ بازار کھارادر میں واقع ہے کراچی کے قدیم ترین امام بارگاہوں میں سے ایک ہے۔ یہ پہلے سراز امام بارگاہ کہلاتا تھا جو بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے سراج امام بارگاہ ہوگیا۔ اس امام بارگاہ کے قیام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں تالپوروں کے دور حکومت میں قائم کیا گیا۔

بشو کا امام بارگاہ:

بشو کا امام بارگاہ کراچی کے قدیم ترین امام بارگاہ میں شمار کیا جاتا ہے، یہ لیاری کے علاقے بغدادی میں 1835ء میں ایک چھوٹی سی جگہ پر قائم کیا گیا تھا۔

امام بارگاہ بارہ امام:

سابقہ لارنس روڈ موجودہ نشتر روڈ پر یہ قدیم امام بارگاہ واقع ہے۔ اس امام بارگاہ کو چوہدری اللہ دتہ نامی مخیر عقیدت مند نے 1836ء میں تعمیر کرایا تھا۔

اس امام بارگاہ سے ہر سال تین بڑے ماتمی جلوس 9 اور 10 محرم اور 21 رمضان المبارک کو نکالے جاتے ہیں جو ڈینسو ہال کے قریب نشتر پارک سے آنے والے مرکزی جلوس میں شامل ہوجاتے ہیں۔

بڑاامام بارگاہ کھارادر:

کراچی کے قدیم ترین کاروباری علاقے کھارادر میں 1868ء میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ امام بارگاہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی جائے پیدائش وزیر مینشن سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔اسے خوجہ اثناء عشری جماعت کے لوگوں نے تعمیر کرایا تھا۔

امام بارگاہ ذکی شاہ:

امام بارگاہ ذکی شاہ بھی کراچی کے قدیمی امام بارگاہوں میں شمار ہوتا ہے یہ شو مارکیٹ کے قریب واقع ہے جبکہ یہ امام بارگاہ 1937ء میں قائم کیا گیا۔

حسینیہ ایرانیان:

یہ قیام پاکستان سے پہلے موجود ایرانیوں کا کمیونٹی سینٹر تھا جسے بعد میں امام بارگاہ بنادیا گیا۔

کراچی کا قدیم ترین امام بارگاہ حشر پڑ:

جوکھیو قبیلہ سمہ قوم میں شامل کیا جاتا ہے یہ راجپوت نسل سے ہیں۔ یہ لوگ بارہویں صدی عیسوی میں وسطی سندھ سے مختلف وجوہات کی بنا پر ہجرت کر کے سندھ اور قلات کی سرحد پر واقع علاقے گنگھورا میں رہائش پذیر ہوئے جو شاہ بلاول نورانی کے مزار سے کوئی 3 میل کے فاصلے پر ہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں جوکھیا قبیلے نے اپنا ایک سردار میرن جی حاجی کو چنا جس نے پہلی بار ''جام'' کا لقب اختیار کیا۔ 1757ء میں جب غلام شاہ کلہوڑو نے کراچی پر دوبارہ اپنی عمل داری حاصل کی تو آپ نے بجار جوکھیہ کو حب ندی اور گھارو کے درمیان جاگیر عطا کی جہاں جوکھیو قبیلہ پہلے سے ہی آباد تھا اس طرح سے جام بجار جوکھیہ اور ان کا قبیلہ انتہائی طاقتور ہو گئے۔ میاں غلام شاہ کلہوڑو نے جوکھیو قبیلے کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ تمام تجارتی قافلوں کی کراچی سے سہون تک حفاظت کریں گے۔

میاں غلام شاہ کلہوڑو کی مراسم عزاداری کی طرف بہت زیادہ رغبت تھی اور بجار جوکھیو ان کے خاص

لوگوں میں شمار ہوتے تھے لہٰذا ملیر اور گھارو کے درمیان جاگیر ملنے کے بعد غالب امکان ہے کہ اٹھارویں صدی یعنی 1757ء سے 1774ء کے درمیان ہی جب کراچی کلہوڑا حکومت کا حصہ تھا حشر پڑ کا امام بارگاہ قائم کیا گیا۔

حشر پڑ کو مقامی بلوچی زبان میں دڑور پڑ بولتے تھے یعنی ماتم کرنے کی جگہ یا دوسرے الفاظ میں امام بارگاہ۔ اس امام بارگاہ کی مناسبت سے ہی اس علاقے کا نام حشر پڑ ہوگیا تھا یعنی پہلے امام بارگاہ بنا اور پھر آبادی ہوئی۔ حشر پڑ کو اولڈ تھانہ اس لئے کہا جانے لگا کہ یہاں پر انگریزوں کے زمانے میں پولیس کی ایک چوکی تھی جس کی مناسبت سے اس کا نام تبدیل ہو کر اولڈ تھانہ ہو گیا مگر پرانے بوڑھے افراد آج تک اس علاقے کو حشر پڑ کے نام سے ہی جانتے ہیں۔ حشر پڑ میں عزاداری کا انتظام جوکھیو برادری کے سردار کیا کرتے تھے جو شیرازی سیدوں کے مرید بھی تھے۔ اس جگہ پر 1942ء تک عزاداری بھرپور انداز سے انجام دی جاتی تھی۔ جوکھیو برادری کے افراد ٹھٹھہ سے لسبیلہ تک جہاں جہاں پھیلے ہوئے تھے عاشور کے دن عزاداری کرنے کے لیے حشر پڑ پر جمع ہوتے تھے جبکہ قدیم زمانے میں عاشور کے دن جلوس بھی نکالا جاتا تھا جب کہ مختلف جگہوں سے نکلنے والے دوسرے جلوس اس امام بارگاہ پر آ کر ختم ہوتے تھے۔ عصر عاشور بڑے پیمانے پر لنگر کا بھی انتظام ہوا کرتا تھا۔ انگریزوں کے زمانے میں باقاعدہ اس امام بارگاہ کے لیے زمین الاٹ کرالی گئی جو کہ کئی ایکڑ پر محیط تھی۔

سید مہر علی شاہ بخاری ٹھٹھہ سے کراچی آئے اور اولڈ کراچی کے بشو کے امام بارگاہ سے ہوتے ہوئے حشر پڑ ملیر آ پہنچے یعنی موجودہ اولڈ تھانے کے علاقے میں رہائش پذیر ہو گئے پہلے ہی سے ٹھٹھہ میں مقیم بڑی تعداد میں نقوی سادات حشر پڑ، جام گوٹھ اور میمن گوٹھ کے اردگرد منتقل ہو چکے تھے اور آج تک رہائش پذیر ہیں۔

1936ء میں مختلف وجوہات کی بنا پر جوکھیو قوم کی توجہ امام بارگاہ کی طرف تقریباً نہ ہونے کے برابر ہو گئی جس کی وجہ سے بخاری سید گھرانے میں سے سید غلام محمد شاہ نقوی نے حشر پڑ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور آج تک ان کا خانوادہ اس امام بارگاہ کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہے۔

موجودہ دور میں 9 محرم کی رات کو اس امام بارگاہ میں ایک مجلس ہوتی ہے جبکہ عاشور کے دن نذر و نیاز کا اہتمام کیا جاتا ہے اس کے علاوہ چہلم کے دن بھی باقاعدہ نذر تقسیم کی جاتی ہے۔

بخاری خاندان کے بزرگ سید مہر علی شاہ بخاری جن کا عرس 21 جمادی الثانی کو بڑے جوش و خروش کے ساتھ ہر سال منایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ اس درگاہ میں حضرت فاطمہ علیہ السلام کی پیدائش پر جشن بھی منایا جاتا ہے۔

2010ء کے عشرے کے اوائل میں منگن ہار خاندان کے ایک فرد نے جام گوٹھ میں اپنے گھر کے ایک حصے کو امام بارگاہ کے لیے وقف کر کے امام بارگاہ قائم کیا ہے۔ اس امام بارگاہ میں ایام عزا کے اندر مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے اس کے علاوہ معصومین کی ولادت پر میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں ہیں:

۱) سندھ اور اہل بیت (ڈاکٹر مرزا امام علی بیگ)

۲) تاریخ سندھ (سید ابوظفر ندوی)

۳) تاریخ سندھ (عبدالحلیم شرر)

۴) پاکستان کے سیاسی وڈیرے (عقیل عباس جعفری)

۵) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۶) اس دشت میں ایک شہر تھا (اقبال اے رحمان مانڈویا)

۷) کراچی گزیٹر 1919 (جے ڈبلیو اسمتھ)

۸) وادی لیاری (حمید ناضر)

۹) وادی ملیر (حمید ناضر)

۱۰) خانوادہ دہ بخاری نقوی سادات سے حاصل کی گئی معلومات

۱۱) حیدر علی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۲) وکیپیڈیا

میمن گوٹھ اور اس کے اطراف کی تاریخ اور عزاداری پر ایک نظر

کچھ ذکر ''ملیر'' کا:

دنیا میں 5 ایسے خطے ہیں جن کا نام ملیر ہے۔ پہلا انڈیا کے صوبے راجھستان میں ایک علاقہ ''ملیر کوٹلہ'' کے نام سے ہے۔ دوسرا صوبہ سندھ کے ضلع تھر پارکر کے علاقے ننگر پارکر میں ایک علاقہ ملیر کے نام سے ہے۔ اسی طرح سے صوبہ بلوچستان کے ضلع لسبیلہ کا ایک ساحلی علاقہ ''کنڈ ملیر'' کے نام سے ہے۔ اس کے علاوہ ضلع جامشورو میں ایک ندی ہے اور اس کے کنارے پر انگریزوں کی تعمیر کردہ چھوٹی سی عمارت ''ملیری لانڈھی'' کے نام سے بھی ہے جس کے قریب اسی نام سے ماضی میں کوئی گاؤں بھی آباد تھا۔ پانچواں کراچی کا ''ضلع ملیر'' ہے۔

ملیر سندھی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سر سبز کے ہیں۔ مگر شاہ جو رسالو میں شاہ عبداللطیف بھٹائی نے ماروی کے حوالے سے جس ملیر کا ذکر کیا ہے وہ ضلع تھر پارکر کے تعلقہ ننگر پارکر کے ایک گوٹھ کا نام ہے۔ جہاں ماروی کا کنواں بھی موجود ہے۔

بعض محققین کی نظر میں یہ مالور، مالَیر، ملّیر، مالیر وغیرہ میں سے کسی ایک کی بگڑی ہوئی شکل ہو سکتی ہے۔ تھر والے ملیر اور کراچی والے ملیر میں مماثلت دراصل بارشوں کی وجہ سے ہونے والی سر سبزی اور شادابی ہے۔

ملیر کے نام پر ایک تحقیق اور بھی ہے جس کے مطابق یہ لفظ ملّیر ہے۔ یہاں لام پر تشدید ہے یہ لفظ بلوچی زبان کا ہے جس کے معنی ''سر کی چوٹی'' یا ''چٹیا'' کے ہیں۔ اگر ملیر ندی کے نقشے پر غور کیا جائے تو کاٹھور کی طرف سے آنے والی دو ندیاں کدیجی اور مول سپر ہائی وے پر انصاری پل کے پاس ایک دوسرے سے مل کر ایک ہو جاتی ہیں اور اسی مقام پر جب یہ مل کر ایک ہوتیں ہیں تو اسے ملیر ندی کا نام دیا

جاتا ہے۔ ندیوں کے اس ملاپ کو نقشے میں دیکھا جائے تو دونوں ندیاں آپس میں باہم اس طرح مل کر ایک ہوتی ہیں جیسے عورتوں کے بالوں کی چٹیا بنتی ہے اور اسے بلوچی زبان میں ملّیر کہتے ہیں۔ مقامی بلوچی زبان میں یہ لفظ اب متروک ہو چکا ہے تاہم بلوچستان اور ایران کی بلوچی زبان میں اب بھی یہ لفظ رائج ہے اور استعمال کیا جاتا ہے۔

کچھ ذکر ملیر کی تاریخ کا:

جدید کراچی شہر کی بنیاد سے بہت پہلے ملیر میں آبادی کے آثار موجود تھے۔ یہاں ہر دور کے آثار ملتے ہیں جن سے وادی کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔ دریائے سندھ کے سمندر میں گرنے کی جگہ سے قریب ہونے کی وجہ سے کشمیر سے سمندر تک اور دیگر ملکوں کی جانب گزرگاہوں کا راستہ بھی یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ وادیٔ ملیر ہمیشہ آباد رہی ہے اور اِسے سندھ کی ثقافت کا شمال مغربی ستون سمجھا گیا ہے۔

ملیر ندی کے کنارے پر کئی مقامات ایسے ہیں جہاں ہڑپہ تہذیب کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ضلع ملیر کے گڈاپ ٹاؤن کے علاقے کونکر کی بلند پہاڑی کی گھاٹیوں اور لانڈھی کے قریب واقع چٹان کے قرب و جوار میں کچھ اوزار برآمد ہوئے ہیں جو قدیم پتھر کے زمانے کے آخری دور کے ہیں جبکہ جدید پتھر کے دور کے اوزار بھی ملیر ندی اور اس کی معاون ندیوں کے قریب سے ملے ہیں۔ اس کی قدامت تقریباً آٹھ ہزار سال پرانی ہے۔ اسی طرح سے گوٹھ اللہ ڈینو میں ایک ٹیلے کی کھدائی کے دوران تانبے کے دور کے نوادرات بڑے پیمانے پر حاصل ہوئے ہیں۔

اکثر محققین کراچی کے علاقے ملیر، لانڈھی اور منگو پیر کو زبردست تاریخی حیثیت دیتے ہیں اور ان علاقوں کو ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی تہذیبوں کا ہم عصر بتاتے ہیں اور عرب کے دور سے جوڑتے نظر آتے ہیں لیکن ابھی تک کراچی کی تاریخ پر عملی طور پر کوئی کام نہیں ہوا۔

کچھ ذکر میمن گوٹھ کا:

پندرھویں صدی عیسوی میں ٹھٹہ شہر میں پیر سید یوسف الدین کے ہاتھ پر ہندو لوہانہ قبیلے کے 700 خاندانوں نے بیعت کی اور مسلمان ہو گئے۔ پیر صاحب نے ان نومسلم خاندانوں کو مومن کا لقب دیا جو وقت کے ساتھ ساتھ میمن بن گیا۔ اس کے علاوہ ایک اور تحقیق کے مطابق محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد اس کا خیر مقدم کرنے والے بدھ مت کے لوگوں میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے وہ سما کہلائے انہی میں مامون خاندان بھی تھا جو آگے جا کر میمن ہو گیا جن کی اکثریت ٹھٹہ شہر اور اس کے قرب و جوار میں صدیوں سے رہتی تھی۔

1840ء سے 1850ء کے دوران میمن قبیلے کے اکثر خاندان مختلف وجوہات کی بنا پر ٹھٹہ سے حیدرآباد، سہون اور کراچی میں منتقل ہونا شروع ہو گئے۔ کراچی میں میمن خاندان کے لوگ ملیر کے ایک مخصوص علاقے مین منتقل ہوتے رہے بعد میں میمنوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے لوگ اس علاقے میں منتقل ہوئے مگر کیوں کہ میمنوں کی اکثریت تھی اس لیے یہ علاقہ میمن گوٹھ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ علاقہ کراچی شہر میں دیہی اور شہری زندگی کا مرکب ہے۔ پورے گڈاپ ٹاؤن کے لوگ جو دیہی کراچی سے تعلق رکھتے ہیں خریداری کرنے کے لئے میمن گوٹھ کا ہی رخ کرتے ہیں۔

میمن گوٹھ اور اس کے اطراف میں موجود

امام بارگاہ اور عزاداری

امام بارگاہ چہاردہ معصومین:

بخاری سیّدوں کے دادا حضرت سید شیر شاہ جلال الدین سرخ بخاری بخارا سے ہجرت کر کے پہلے بکھر میں آئے پھر ملتان سے ہوتے ہوئے بہاولپور ریاست میں اوچ شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ جہاں

آج ان کا مزار شریف واقع ہے۔ سید جلال الدین سرخ بخاری کی اولاد میں سید ابراہیم شاہ بخاری سندھ میں تشریف لے آئے جہاں ان کی درگاہ جامشورو والے پل کے نزدیک دیہ شاہ بخاری میں واقع ہے۔ سید ابراہیم شاہ کی اولاد میں سے ایک خاندان سندھ کے قدیمی شہر نصر پور میں دریائے سندھ کے کنارے آباد ہو گیا جو آج بھی باندی سیدوں کا پڑ کہلایا جاتا ہے۔ ان باندی سیدوں میں سے ایک غلام نبی شاہ ہجرت کر کے ضلع ٹھٹہ تعلقہ میرپور ساکرو میں آکر آباد ہو گئے۔ 1840ء سے 1850ء کے درمیان ٹھٹھہ اور اس کے گردونواح کے علاقوں سے جب میمنوں نے مختلف وجوہات کی بنا پر کراچی کی جانب ہجرت کرنا شروع کی تو ان کے ساتھ ساتھ بخاری سیدوں کا یہ خاندان بھی بڑی تعداد میں میمن گوٹھ، جام گوٹھ اور حشر پڑ کے علاقوں میں ہجرت کر گئے اور آج تک رہائش پذیر ہیں۔

جب 1840ء میں میمن گوٹھ آباد ہونا شروع ہوا تھا تو سید غلام مصطفی شاہ بخاری نقوی صاحب کے اجداد بھی اسی زمانے میں میمن گوٹھ میں آکر رہائش پذیر ہوئے اور اپنے گھر میں علم بھی لگایا جو حیدرآباد میں موجود گھروں کے علم سے مناسبت رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ گھر میں اندرونی طور پر عزاداری منعقد کی جاتی تھی مگر کھل کر اعلانیہ طور پر منعقد نہیں کی جاتی تھی۔ 1970ء کی دہائی کے آخر میں آپ نے ایک بڑا علم لگا کر امام بارگاہ بنایا اور عزاداری کا آغاز کیا جہاں مجالس منعقد کی جاتی تھیں اور مختلف ذاکرین مجالس سے خطاب کرتے تھے۔ اب پچھلے 5 سالوں سے باقاعدہ عشرہ شروع کیا گیا ہے جس میں کافی تعداد میں عزادار شرکت کرتے ہیں جبکہ مجلس کے اختتام پر روزانہ کی بنیاد پر لنگر بھی کھلایا جاتا ہے۔ 9 محرم کی رات کو اس امام بارگاہ کے علم پر ہندو میگھوار قبیلے کے لوگ منتیں مرادیں چڑھانے آتے ہیں جبکہ معصومین کی پیدائش پر یہاں محفل میلاد کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ وادئ عباس علمدار ڈملوٹی روڈ میمن گوٹھ:

سندھ کے ڈسٹرکٹ دادو کی تحصیل خیر پور ناتھن شاہ میں ایک قصبہ گوزوباری کے نام سے ہے جو اب یونین کونسل بن گیا ہے۔ گوزوباری دراصل لعل شہباز قلندر کے فقیروں میں سے ایک فقیر تھے جن کے نام

پر یہ قصبہ بنا ہے۔ گوزو باری فقیر لعل شہباز قلندر کی گٹھری اٹھایا کرتے تھے اور قلندر نے ان کی کمر کو تھپکی دے کر کہا تھا کہ "باری بار اٹھادے اور کسی کا کام نہیں"۔ اس خطاب کے ملنے کے بعد سے آپ کی پوری نسل باری لفظ کی مناسبت سے اب باریجو کہلاتی ہے۔

لعل شہباز قلندر اسلام کی تبلیغ کے لیے اپنے خاص لوگوں کو مختلف علاقوں میں بھیجتے تھے۔ یہ افراد لعل شہباز قلندر کے فقیر کہلاتے تھے۔ خیر پور ناتھن شاہ کے لئے آپ نے گوزو باری فقیر کی ذمہ داری لگائی۔ جب گوزو باری اس علاقے میں پہنچے تو یہاں پر پانی کی قلت کا مسئلہ تھا یہاں کے لوگ بہت پریشان تھے آپ نے دریائے سندھ سے ایک نہر نکالی جو اس طرح سے بنائی گئی کہ جیسے سانپ رینگتا ہوا بل کھاتا ہوا جاتا ہے۔ نہر کے اس پُراسرار انداز سے بنانے کی وجہ سے اس نہر کے بارے میں بہت سی دیو مالائی کہانیاں مشہور ہیں۔ گوزو باری کو پانی پہنچانے کی وجہ سے علاقے کے لوگ ان کے قریب ہو گئے اور آپ نے اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کیا اور اس علاقے میں بڑی تعداد میں لوگوں کو دائرہ اسلام میں لے کر آئے۔

گوزو باری فقیر کی نسل میں سے ایک ابراہیم باری فقیر پیدل حج کرنے کے لئے نکلے اور حج سے واپسی پر میمن گوٹھ کے علاقے میں رہائش پذیر ہو گئے اور اپنی باقی پوری زندگی وہیں گذار دی۔ میمن گوٹھ میں اب باری فقیر قبیلے کا پورا محلہ ہے جو باریجو محلے کے نام سے مشہور ہے۔

باریجو محلے میں محمد ابراہیم باری فقیر کے زمانے سے ہی ایک علم لگا ہوا تھا جس پر قیام پاکستان سے پہلے سے عزاداری منعقد ہوتی چلی آرہی تھی۔ اس علم پر ماسٹر عبدالعزیز جو کہ ابراہیم باری فقیر کے پوتے ہیں اسکول میں اپنی نوکری پوری کرنے کے بعد حاضری دیتے اور روز اس کی صفائی کرتے اور سبیل کا بندوبست کرتے تھے مگر کچھ وجوہات کی بنا پر ان کو اس علم کو چھوڑنا پڑا جس کی وجہ سے عبدالعزیز صاحب بہت دلبرداشتہ ہو گئے تھے اور بہت مغموم رہتے تھے۔

کچھ دنوں بعد عبدالعزیز صاحب کو خواب میں ایک جگہ پر علم لگا ہوا نظر آیا بس اس کو اشارا سمجھتے ہوئے عبدالعزیز صاحب نے میمن گوٹھ تھانے کے قریب ڈملوٹی روڈ پر خواب والی جگہ کو 1994ء میں

حاصل کیا اور خود اپنے ہاتھ سے صاف کر کے تمام جھاڑیاں اور کھڈوں کو ختم کر کے ایک علم لگایا اور اس کے اردگرد باغ بھی بنانا شروع کر دیا اس کے ساتھ ساتھ اس امام بارگاہ کو رجسٹر بھی کرالیا جس کا رجسٹریشن نمبر 39 ہے۔

اس امام بارگاہ کے قیام سے پہلے باریجو محلے میں عزاداری مخصوص انداز میں گھروں میں منعقد کی جاتی تھی جب کہ ایک زمانے میں جلوس بھی برآمد ہوتا تھا جو بعد میں ختم ہوگیا۔ 1994 میں عبدالعزیز صاحب نے اس امام بارگاہ میں باقاعدہ عزاداری کا آغاز کیا جو آج تک جاری ہے۔

1998ء سے اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشورے تک ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں پہلے علامہ اسلم عابدی صاحب نے خطاب کیا اور اب علامہ جمشید صاحب خطاب کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام مخصوص دنوں میں مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جب کے تمام معصومین علیہ السلام کی پیدائش پر میلاد بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔

جناب عبدالعزیز صاحب نے ریٹائرمنٹ کے بعد ملنے والی رقم سے امام بارگاہ کے گرد چاردیواری بنوائیں اور چاردیواری کے اندر علی مسجد کے نام سے ایک مسجد بھی قائم کی ہے۔ جب کہ 1994ء میں لگائے جانے والے چھوٹے چھوٹے پودے اب تناور درخت بن گئے ہیں۔

رب نواز خاصخیلی کا عزاء خانہ (عثمان خاصخیلی گوٹھ)

میمن گوٹھ کے قریب ہی واقع عثمان خاصخیلی گوٹھ میں جناب رب نواز خاصخیلی کہ گھر ایک عزاء خانہ بنایا گیا ہے جس میں 2000ء کے عشرے کے اوائل سے عزاداری منعقد کی جارہی ہے اور عشرہ اولا میں نا صرف اس عزاء خانے میں عشرہ منعقد ہوتا ہے بلکہ گوٹھ کے کچھ اور گھروں میں بھی باقاعدہ مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ رب نواز خاصخیلی صاحب کے گھر سے ایک جلوس بھی برآمد ہوتا ہے جو گشت کرتا ہوا واپس ان کے عزاخانے میں ہی اختتام پذیر ہوتا ہے۔

جامع مسجد و امام بارگاہ حسینی غفور بستی، میمن گوٹھ:

1986ء میں محمد اسماعیل پنہور شہداد پور کے گاؤں عبدالحکیم بھنبھرو سے میمن گوٹھ سے کچھ فاصلے پر ایک ویران علاقے میں منتقل ہوئے۔ اس ویرانے میں پہلے رہائش ہونے کی وجہ سے محمد اسماعیل صاحب نے اس علاقے کا نام غفور بستی رکھا جو اتفاقیہ طور پر ان کے منہ سے نکلا تھا اور لوگوں میں رائج ہوگیا۔ شروع شروع میں تو محمد اسماعیل صاحب محرم کا چاند دیکھتے ہی اپنے گاؤں عزاداری کرنے چلے جاتے تھے۔ کچھ عرصے بعد ان کو خیال آیا کیوں نہ یہیں علم لگا کر عزاداری شروع کی جائے۔ 1996ء میں اسماعیل صاحب نے علم نصب کیا۔ آپ کے بچے خود ہی علم کے پاس مجلس کر کے ماتم کرتے اور اس طرح عزاداری کو برپا کرتے۔

علم لگا دیکھ کر بھٹائی آباد امام بارگاہ کے پیش نماز سید اطہر شاہ رضوی صاحب نے اسماعیل صاحب سے ملاقات کی اور انہیں اس طرف مائل کیا کہ وہ اس جگہ پر مسجد بھی بنائیں اور باقاعدہ نماز شروع کریں۔ محمد اسماعیل صاحب نے اپنے گھر کے آدھے حصے کو مسجد کے لئے وقف کر دیا اور جناب اطہر شاہ صاحب نے کچھ دنوں میں ہی یہاں پر باقاعدہ نماز باجماعت شروع کر دی۔ اگست 2000ء میں انہوں نے جمعہ کا آغاز کیا جس میں صرف سات افراد شامل تھے چار جمعے اطہر شاہ صاحب نے نماز پڑھائی۔ ان کے بعد ڈملوٹی مدرسے سے مولانا غلام رضا مگسی صاحب سائیکل پر ڈملوٹی سے اس امام بارگاہ میں آتے اور نماز پڑھاتے اور جمعہ کا خطبہ بھی دیتے۔ اسی مدرسے کے بیشتر طلباء اب تک اس مسجد میں نماز پڑھاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کافی عرصے تک اس مسجد میں مدرسہ بھی چلتا رہا مگر اب مدرس نہ ہونے کی وجہ سے بند ہوگیا ہے۔

جب پہلی دفعہ رمضان المبارک آئے تو فیصلہ کیا گیا کہ یہاں مغربین کی نماز کے اختتام کے بعد باقاعدہ افطاری کروائی جائے۔ افطاری کے انتظام کی ذمہ داری بی ایریا برف خانے کے ایک مومن مولانا حسن زیدی صاحب نے لے لی جو افطاری کا سامان بس میں بیٹھ کر ندی کے کنارے تک لاتے اور

پھر وہاں سے میمن گوٹھ کے قریب غفور بستی تک رضا مہدی کے ساتھ پیدل افطاری کا سامان اٹھائے ہوئے جامع مسجد تک پہنچتے۔ اس زمانے میں حالات بہت زیادہ کشیدہ تھے اور یہ مرد مومن رات کے گھوپ اندھیرے میں واپس اس ویران علاقے سے پیدل چلتے ہوئے واپس آتے۔

اس امام بارگاہ نے کئی نشیب وفراز دیکھے مگر استقامت سے جمعہ کی نماز جاری رہی۔ جس جمعہ میں پہلے 7 نمازی ہوا کرتے تھے اب یہ مسجد جمعہ کی نماز میں مکمل بھر جاتی ہے۔ محمد اسماعیل صاحب جمعہ کے اختتام پر نیاز کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ اس مسجد کی تعمیر وترقی میں نشان حیدر رورل ارگنائزیشن نے بہت اہم کردار ادا کیا جبکہ ماسٹر محمد حسن کھوکھر صاحب نے اس مسجد کی پکی چھت ڈلوای۔

عشرۂ مجالس:

جامع مسجد کے قیام کے بعد مولانا اطہر صاحب نے ہی محمد اسماعیل صاحب کے ساتھ مل کر عشرہ اولا میں مجالس کا آغاز بھی کروایا اور مولانا اطہر شاہ صاحب نے ہی باقاعدہ چندہ کروا کے مسجد وامام بارگاہ کی چار دیواری بھی بنوادی۔ اس سے پہلے کہ مولانا اطہر شاہ صاحب مزید کام کرواتے کچھ شرپسندوں نے کورنگی میں ان کے گھر میں گھس کر ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ آپ کو بھٹائی آباد کی مسجد میں دفن کردیا گیا جہاں آپ پیش امام تھے تاہم مولانا اطہر شاہ صاحب کا بنیادی تعلق ضلع خیر پور کے شہر رانی پور سے تھا۔

اس امام بارگاہ میں عشرہ مجالس میں روز مجلس کے اختتام پر نیاز بھی کھلائی جاتی ہے جبکہ شام غریباں کی بھی مجلس برپا ہوتی ہے۔ ان تمام مجالس سے مولانا اسلم عابدی صاحب خطاب کرتے ہیں اس کے علاوہ سوئم چہلم اور 21 رمضان کی مجالس بھی منعقد کی جاتی ہیں۔

۵ محرم کا مرکزی جلوس:

اس پورے علاقے کا مرکزی جلوس اسی امام بارگاہ سے 2005 سے برآمد کیا جارہا ہے پہلے 28 صفر کو برآمد ہوتا تھا مگر اب اس جلوس کو 5 محرم کو برآمد کیا جاتا ہے۔ یہ جلوس حسینی امام بارگاہ سے برآمد

ہو کر گلیوں میں گشت کرتا ہوا دوبارہ واپس مسجد و امام بارگاہ حسینی میں ہی اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں بڑی تعداد میں مومنین شریک ہوتے ہیں اور بڑے منظم انداز سے زنجیر زنی بھی ہوتی ہے۔

اس جلوس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں سندھ کے شہر دوڑ اور شہداد پور سے بھی انجمنیں شریک ہوتی ہیں جب کہ کراچی شہر کی بھی انجمنیں شامل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے یہ جلوس بہت بڑا ہو جاتا ہے لیکن انتہائی منظم انداز سے برآمد کیا جاتا ہے۔ انجمن عاشقان قلندر اور مولانا ذاکر حسین کا اس جلوس کو منظم کرنے میں اہم ترین کردار ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں ہیں:

۱) ملکہ مشرق (محمودہ رضویہ)

۲) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۳) اس دشت میں ایک شہر تھا (اقبال اے رحمان مانڈویا)

۴) شہر بے مثال کراچی (رئیس فاطمہ)

۵) کراچی گزیٹر 1919 (جے ڈبلیو اسمتھ)

۶) وادی لیاری (حمید ناضر)

۷) وادی ملیر (حمید ناضر)

۸) کراچی اور اس کی بندرگاہ (سید ادیب حسین)

۹) جناب حمید ناضر صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۰) سید غلام مصطفی شاہ بخاری نقوی کے خانوادے سے حاصل کردہ معلومات

۱۱) ماسٹر عبدالعزیز صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۲) محمد اسماعیل پنھور سے حاصل کردہ معلومات

۱۳) رضا مہدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۴) مولانا ذاکر حسین صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۵) وکیپیڈیا

ملیر ندی کے کنارے آباد علاقوں کی تاریخ اور عزاداری پر ایک نظر

بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ ملیر ندی خود سے اپنا وجود نہیں رکھتی بلکہ 2100 فٹ بلند مول پہاڑ سے آنے والی مول ندی اور ضلع جامشورو کی 1000 فٹ بلند پہاڑیوں سے نکلنے والی خادیجی ندی 30 میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جب سپر ہائی وے کے پاس انصاری پل کے سامنے آپس میں مل کر ایک ہو جاتی ہیں تو اپنا وجود کھو کر ملیر ندی بناتی ہیں۔ پھر اس ندی میں مزید تھدو ندی، بازار ندی، آبدار ندی، سکھن ندی اور کونکر ندی بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ یوں انصاری پل سے لے کر سمندر کے کنارے گذری کے مقام تک یہ ندی ملیر ندی کہلاتی ہے۔ ان ندیوں کی مخصوص زمین کی وجہ سے ندی میں آنے والا برساتی پانی زیر زمین اندر ذخیرہ ہو جاتا ہے اور دراصل یہی ذخیرہ ملیر کے پورے علاقے میں زراعت کو فروغ بخشتا ہے۔

ملیر ندی اور اس میں شامل ہونے والی تمام معاون ندیوں میں مسامدار زمین اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے جب بہت زیادہ برسات میں زیر زمین پانی کا بہاؤ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ کئی جگہ سے واپس زمین سے باہر نکل جاتا ہے۔ اسی لئے برسات کے بعد بھی کافی عرصے تک ندی میں مختلف جگہوں سے پانی رواں رہتا ہے۔ جسے مقامی زبان میں ”نہہ“ کہتے ہیں۔ خادیجی ندی میں ایسے معاملات بہت زیادہ ہیں اور زیر زمین پانی بہت وافر مقدار میں موجود رہتا ہے اس لئے اس ندی میں سے اکثر جگہ سے پانی باہر آجاتا ہے اور پورے سال بہتا رہتا ہے۔ ایک خاص ٹیلے سے جو پانی باہر آتا ہے تو وہ آبشار کی شکل اختیار کر لیتا ہے جسے خادیجی آبشار کہتے ہیں۔ یہ آبشار انتہائی خوبصورت ہے اور پورے سال ہی بہتا رہتا ہے۔ اسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے انگریز انجینئروں نے ایک اسکیم تیار کی جس میں ملیر ندی پر ڈملوٹی کے مقام پر کنویں کھود کر زیر زمین قدرتی پانی کے بہاؤ کو استعمال کر کے کراچی کو پانی سپلائی کا منصوبہ تیار کیا۔

اس کا سنگ بنیاد اس وقت کے صوبہ بمبئی کے گورنر سر رچرڈ ٹیمپل نے 1881ء میں رکھا جبکہ اپریل 1883ء میں اس کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔

مسام دار زمین کے باعث زیر زمین بہاؤ سے خود بخود پانی کنویں میں آتا جہاں اسکے پیندے میں 2 فٹ قطر کی پائپ لائن سے پانی نکال کر کراچی شہر کو فراہم کیا جاتا۔ ڈملوٹی کے مقام پر کراچی کو پانی سپلائی کرنے کے لیے 10 کنویں کھودے گئے اور 20 میل طویل زمین دوز راستوں کے ذریعے پچاس لاکھ گیلن پانی روزانہ کراچی شہر کی ضروریات پوری کرنے کے لیے یہاں سے فراہم کیا جاتا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد جب آبادی میں اضافہ ہوا تو اس کے علاوہ بھی دیگر ذرائع سے پانی حاصل کیا جانے لگا تاہم آج بھی ان کے ذریعے پانی فراہم کیا جاتا ہے۔

محققین کی نظر میں ڈملوٹی کا علاقہ وادی ملیر کا قدیم مرکزی علاقہ تھا جس پر پچھلے مضمون میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس علاقے میں کچھ بستیاں اس طرح دفن ہو چکی ہیں کہ اب ان کا گمان تک نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ڈملوٹی کے قریب قائداعظم کے لیے ایک رہائشگاہ بھی بنوائی گئی تھی مگر قائداعظم رحلت فرما گئے اور اس میں رہائش اختیار نہ کر سکے۔

ڈملوٹی کے اطراف کی عزاداری

جامعہ النجف مشن امام زمانہ:

1988 میں مولانا آغا جعفر نقوی اور مولانا جان علی شاہ کاظمی صاحب نے 16 ایکڑ زمین ڈملوٹی بازار اور 7 نمبر کنواں کے نزدیک خریدی۔ اس زمین کے دوسری طرف سپر ہائی وے ہے اور اسے کراس کریں تو بلکل سامنے بحریہ ٹاؤن ہے۔

اس زمین پر ایک مدرسہ قائم کیا گیا اور تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا یہاں پر مولوی عالم فاضل کی باقاعدہ کلاسیں شروع ہوئیں اور 1998ء تک مولانا جان علی شاہ کاظمی صاحب نے اس ادارے کی

خدمت کی اس کے بعد انہوں نے یہ ادارہ علامہ رضی جعفر نقوی کے حوالے کر دیا۔ 2000ء میں یہ ادارہ مولانا رضی جعفر نقوی نے مولانا امداد علی ترابی کے حوالے کیا اور آج تک یہ مدرسہ مولانا امداد علی ترابی کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔

2015ء میں یہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی جس کا نام مسجد امام زمانہ رکھا گیا اور اسی سال یہاں جمعہ شروع کیا گیا اور مولانا امداد علی نے پیش امام کی خدمات انجام دیں۔ نماز جمعہ میں بڑی تعداد میں مومنین شریک ہوتے تھے جن میں سے بیشتر کا تعلق بحریہ ٹاؤن سے تھا تاہم بحریہ ٹاؤن میں مسجد و امام بارگاہ بننے کے بعد اب تعداد میں کمی آ گئی ہے۔

مدرسے میں ہی مسجد سے تھوڑا پہلے 2019 میں 118 فٹ بلند علم لگایا گیا ہے۔ یہ علم سپر ہائی وے پر بحریہ ٹاون کے دروازے پر کھڑے ہو کر سامنے دیکھیں تو واضح نظر آتا ہے۔

ایام عزا میں یہاں باقاعدہ عزاداری منعقد کی جاتی ہے اور 2015ء سے یکم محرم سے عاشورا تک ایک عشرہ منعقد کیا جا رہا ہے۔ جبکہ مدرسے سے ایک جلوس بھی برآمد کیا جاتا ہے جو مسجد پر جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ معصومین علیہ السلام کی ولادت پر یہاں باقاعدہ میلاد بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔

جامع مسجد و امام بارگاہ علی بحریہ ٹاؤن

جیسے جیسے بحریہ ٹاؤن میں آبادی بڑھتی جا رہی تھی اسی لحاظ سے مومنین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور مومنین کی جانب سے بحریہ ٹاون کی انتظامیہ پر یہ باقاعدہ دباؤ ڈالا جا رہا تھا کہ ان کے لیے بھی ایک الگ مسجد و امام بارگاہ کا انتظام کیا جائے۔ بالآخر بحریہ ٹاؤن کی انتظامیہ نے 2019ء کے اندر پریسنٹ 31 میں ایک مسجد و امام بارگاہ بنا دی اور یہاں باقاعدہ جمعہ بھی شروع ہونے لگا اور اس کے پہلے پیش امام مولانا غلام مہدی واحدی صاحب بنے۔

اپنے قیام سے لے کر آج تک اس مسجد و امام بارگاہ میں عشرہ اولا میں باقاعدہ عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جب کہ ایام عزا میں دیگر مجالس بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں اس کے علاوہ معصومین علیہ السلام کی ولادت کے ایام میں میلاد بھی منعقد ہوتا ہے۔ پریسنٹ 31 میں مسجد و امام بارگاہ کی وجہ سے مومنین کی ایک بڑی

تعداد یہاں پر پلاٹ اور بنگلوز خرید رہی ہے جب کہ پورے بحریہ ٹاؤن میں موجود مومنین کے گھروں میں بھی مجالس منعقد کی جاتی ہیں جن میں اکثریت خواتین کی مجالس ہی ہوتی ہیں۔

کچھ ذکر سومار کنڈانی اور سومار اسماعیل کا:

1765ء میں تھدو نالہ کے قریب ہریالی کو دیکھتے ہوئے منڈو خاصخیلی جونا گڑھ سے لسبیلہ اور پھر گڈاپ ہوتا ہوا اس علاقے میں رہائش پذیر ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اس علاقے میں خاصخیلیوں کی ایک بڑی تعداد رہائش پذیر ہوگئی۔ سومار اس علاقے کا بہت معزز شخص تھا جبکہ اس علاقے میں کنڈا کا بہت بڑا درخت تھا جو 2013ء میں ختم ہوا ہے۔ سومار کی شخصیت کی وجہ سے یہ پورا علاقہ سومار کہلانے لگا۔ 1970ء میں جب اس علاقے میں روڈ پڑی تو یہ علاقہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا جس کی وجہ سے آپس میں لڑائی شروع ہوگئی اور یہ لوگ فیصلے کے لیے جام صاحب کے پاس پہنچے۔ جام صاحب نے دونوں علاقوں کو الگ الگ نام دے دیا لیکن کیونکہ سرکاری دستاویز میں اس علاقے کا نام سومار تھا اس لئے روڈ کے ایک طرف والے علاقے میں مشہور درخت کنڈا تھا جس کی مناسبت سے یہ علاقہ سومار کنڈانی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اور روڈ کے دوسری طرف مشہور شخصیت اسماعیل تھے اس لیے اس علاقے کو انکے نام پر سومار اسماعیل گوٹھ کہا جانے لگا۔

مسجد و امام بارگاہ پنجتنی سومار کنڈانی ندی کنارہ:

ملیر کھوکھراپار کا اختتام تھدو ندی پر ہوتا ہے جو آگے جا کر ملیر ندی میں گر جاتی ہے۔ کھوکھراپار ندی کنارہ کے اگلے کنارے سے گڈاپ ٹاؤن شروع ہوجاتا ہے جس پر سومار کنڈانی آباد ہے۔ سومار کنڈانی کی آبادی میں ندی کے بالکل کنارے پر مسجد و امام بارگاہ پنجتنی ہے جو 2002ء میں قائم کیا گیا۔ اس کے ارد گرد زیادہ تر رہنے والے افراد منگنہار، گوپانگ، بھٹ فقیر اور مگسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زیادہ تر آبادی انتہائی متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ مولانا ذاکر حسین صاحب اس مسجد کے پیش امام ہیں اور ساتھ ہی میں یہ اس مسجد و امام بارگاہ کے متولی بھی ہیں۔

ابتدا میں ایک گھر کے حصے کو مخصوص کر کے اس کے اندر مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور درس و تدریس کا آغاز کیا گیا۔ عید کے موقع پر اسی گھر میں پہلی بار عید کی نماز ادا کی گئی۔ اسی طرح سے جب پہلی مرتبہ محرم آئے تو اسی گھر سے عزاداری کا آغاز کیا گیا۔

یہ آبادی کیونکہ ملیر ندی کے بالکل دہانے پر واقع ہے اس لیے سیلاب کی زد میں بھی رہتی ہے۔ 2011 میں جب ملیر ندی میں شدید نوعیت کی تغیانی آئی تو آبادی کے اکثر کچے مکانات بہہ گئے اور دیگر مکانات کو شدید نقصان پہنچا یہاں تک کہ تقریباً تمام آبادی سومار کنڈانی کے سرکاری اسکول میں پناہ گزین ہوگئی۔ جب ندی کا پانی اترا تو لوگ واپس اپنے گھروں کی طرف آئے۔ 2012ء میں امام بارگاہ کے لئے الگ پلاٹ خرید لیا گیا اور امام بارگاہ کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا۔ اس کی تعمیر میں چند مخیر حضرات کے ساتھ ساتھ اہل علاقہ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اب یہ امام بارگاہ ندی کنارے کی آبادی میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی امام بارگاہ کے ذریعے بلا تفریق رنگ و نسل و مذہب اس علاقے میں رفاعی کام انجام دیے جاتے ہیں۔ خاص کر سیلاب کے زمانے میں عام طور پر یہ آبادی بری طرح سے متاثر ہوتی لہذا سیلاب کے زمانے میں اس امام بارگاہ کی حیثیت سائبان جیسی ہوتی ہے اور زیادہ تر سیلاب زدگان اسی امام بارگاہ میں پناں لیتے ہیں۔ اسی امام بارگاہ کے ذریعے پوری آبادی کو تینوں وقت کا کھانا فراہم کیا جاتا ہے اور دیگر ضروریات زندگی بھی فراہم کی جاتیں ہیں۔ رمضان کے زمانے میں بھی اس امام بارگاہ سے بلا کسی مذہب و رنگ و نسل کے راشن تقسیم ہوتا ہے۔

پہلے اس چھوٹی سی بلڈنگ میں مسجد اور امام بارگاہ دونوں ساتھ تھے مگر کچھ عرصے پہلے مسجد کے لئے ایک الگ پلاٹ لے لیا گیا ہے اور چار دیواری بنا دی گئی ہے۔ اب تمام نمازیں اسی چار دیواری میں ہی ادا کی جاتی ہیں۔

جب سے امام بارگاہ کی تعمیر ہوئی ہے سکیورٹی کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ اتحاد بین المسلمین کا بہترین مظاہرہ اس علاقے میں نظر آتا ہے۔

ایام عزا کی عزاداری:

2010ء میں اس امام بارگاہ کی پرانی عمارت میں باقاعدہ طور پر یکم محرم سے دس محرم تک عشرہ منعقد کیا گیا اور جب سے لیکر اب تک اس عشرے میں خطابت جناب مولانا ذاکر حسین صاحب فرماتے ہیں۔ 7 محرم سے 12 محرم تک علاقے کے اکثر لوگ اپنے اپنے گھروں کی چار پائیاں الٹا کر کے باقاعدہ طور پر اپنا بسیرا ہی امام بارگاہ میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے گھر ہی نہیں جاتے۔

آٹھ محرم کا جلوس:

اس علاقے میں آٹھ محرم کا جلوس مرحوم عرفان علی کے گھر سے برآمد ہوتا ہے جو گشت کرتا ہوا مسجد و امام بارگاہ پنجتنی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں ماتم داری انجمن عاشقانہ قلندر کرتی ہے جبکہ زنجیر کا ماتم بھی کیا جاتا ہے۔

۹ محرم کا جلوس:

۹ محرم کو نماز ظہرین کے بعد ایک جلوس مشتاق علوی کے گھر سے برآمد ہو کر امام بارگاہ پنجتنی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۱۰ محرم کا جلوس:

یہ جلوس بھی نماز ظہرین کے بعد فتح محمد صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے اور نماز مغربین سے پہلے امام بارگاہ پنجتنی میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

۱۱ محرم کا جلوس گیارہ محرم کو بھی امام بارگاہ پنجتنی سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے اور پھر وہ گشت کرتا ہوا واپس امام بارگاہ پنجتنی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۱۲ محرم کا جلوس:

۱۲ محرم کو سوئم امام حسین علیہ السلام کے سلسلے کا ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ پنجتنی سے برآمد ہوتا ہے

اور گشت کرتا ہوا واپس امام بارگاہ پنجتنی پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۲۵ رمحرم کا جلوس:

۲۵ رمحرم کو امام زین العابدین کی شہادت کے سلسلے میں ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ پنجتنی سے برآمد ہوتا ہے اور گشت کرتا ہوا دوبارہ مسجد و امام بارگاہ پنجتنی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۱۳ رصفر کا جلوس:

۱۳ رصفر کو مسجد و امام بارگاہ پنجتنی سے شہادت بی بی سکینہ کے سلسلے میں ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو گشت کرتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ پنجتنی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۱۸ رصفر کا جلوس:

غلام اکبر صاحب کے گھر سے 18 صفر کو ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو مسجد و امام بارگاہ پنجتنی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۱۹ رصفر کی شب بیداری:

۱۹ رصفر کی شب یعنی شب چہلم کو مسجد و امام بارگاہ پنجتنی میں ایک شب داری منعقد کی جاتی ہے جس میں پوری رات مختلف انجمنیں ماتم داری کرتی ہیں۔

۲۵ رصفر کا جلوس:

امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے سلسلے میں 25 صفر کو ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ پنجتنی سے برآمد ہوتا ہے اور گشت کرتا ہوا دوبارہ اسی امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۸ رربیع الاول کا جلوس:

آٹھ ربیع الاول کو چپ تعزیہ جلوس دن میں برآمد ہوتا ہے جو کہ مسجد و امام بارگاہ پنجتنی میں ہی اختتام

پذیر ہوتا ہے۔

ان تمام جلوسوں میں سے اکثریت میں زنجیر زنی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ تمام جلوسوں میں انجمن عاشقانِ قلندر ماتم داری کرتی ہے۔

خواتین کی مجالس:

اس پورے علاقے میں خواتین کی بھی مجالس برپا ہوتی ہیں جو زیادہ تر امام بارگاہ پنجتنی میں یا پھر فتح محمد صاحب کے گھر میں منعقد ہوتی ہیں اور یہ مجالس چہلم تک جاری رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ امام بارگاہ پنجتنی میں میں تمام معصومین کی شہادت اور ولادت کے دن میلاد اور مجالس بھی منعقد کیئے جاتے ہیں۔

انجمن عاشقانِ قلندر

۲۰۰۲ء کے اوائل میں اس انجمن کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانی ممبران میں ذاکر حسین، آفتاب ملنگ، اکبر چنا، چاچا ابراھیم، امان زیدی اور زمان زیدی وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے نوحہ خوانوں میں سب سے پہلے امجد شاہ تھے پھر ان کے بعد امان زیدی، زمان زیدی ہوئے پھر آفتاب ملنگ، شاعر اہلبیت رضا جعفری، عمران علی اور غلام اکبر نے نوحہ خوانی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ محسن بھائی، شہزاد، سجاد اور حسنین صاحب بھی نوحہ خوانی کرتے ہیں۔

یہ انجمن ملیر کے مضافات میں عزاداری منعقد کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور ہر جلوس اور مجلس میں شریک ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ماتمی دستہ انجمن غلامان عباس چاکیواڑا اور فدائے حسین مدینہ کالونی کے ساتھ بھی ماتم داری کرتا ہے۔

یہ انجمن گڈاپ ٹاؤن کے علاقوں جیسے غفور بستی، لاسی گوٹھ، عثمان خاصخیلی گوٹھ، رندوں کے محلے، جام گوٹھ، شیدی گوٹھ اور گڈاپ کے دور دراز گوٹھوں میں جا کر عزاداری منعقد کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اس انجمن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ بارہ مہینے ماتم داری کرتی ہے اور شہر کے مضافات میں کہیں پر بھی اگر کسی کے گھر سوئم یا چہلم کی مجلس بھی ہوتی ہے تو یہ وہاں جا کر بھی ماتمدااری کرتی ہے۔ جبکہ 2002 میں

جب سے یہ قائم ہوئی ہے اپنی بنیاد سے لیکر آج تک سہون کے عرس میں ضرور شریک ہوتی ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں ہیں:

۱) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۲) کراچی گزیٹر 1919 (جے ڈبلیو اسمتھ)

۳) وادی ملیر (حمید ناضر)

۴) مولانا امداد علی ترابی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۵) جناب حیدر علی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۶) مولانا ذاکر حسین صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۷) جناب رضا مہدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۸) وکیپیڈیا

گلشن معمار اور اس کے اطراف کی عزاداری اور تاریخ پر ایک نظر

جناب صادق حسین اور مظہر علی صاحب نے 1966 میں مارکیٹنگ اینڈ آرکیٹیکٹ کمپنی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ کچھ ہی عرصے میں اس ادارے نے مختلف کامیاب پروجیکٹ بنا کر کافی شہرت حاصل کر لی۔ 1980 میں اس کمپنی نے 139 ایکڑ پر مشتمل زمین کو حاصل کر کے گلشن معمار کے نام سے ایک سوسائٹی قائم کی۔ جس میں اضافہ ہوتے ہوتے اب یہ سوسائٹی 1023 ایکڑ پر مشتمل ہے۔ یہ سوسائٹی کراچی اور حیدرآباد کو ملانے والی سپر ہائی وے پر ایک پر فضا مقام پر بنائی گئی تھی جو سہراب گوٹھ سے 10 کلومیٹر دور ہے اور ایکسپو سینٹر اور سوک سینٹر سے 15 کلومیٹر دور ہے۔ گلشن معمار کو بارہ سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا ہے جو P بلاک سے لے کر Z بلاک تک ہیں۔ ہر سیکٹر کو مزید 1، 2، 3.... کے حساب سے سب سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ P سیکٹر صرف فلیٹوں کے لیے مختص ہے جبکہ Y4 مکمل کمرشل سیکٹر ہے اور اسے مکمل طور پر تجارتی زون بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام رہائشی پلاٹ ہیں۔

1988 میں اس سوسائٹی میں تعمیرات کا آغاز ہوا اور 1990 کی دہائی میں تیزی سے مکانات بننا شروع ہو گئے۔ گلشن معمار کے اطراف میں پہلے پرانے گوٹھ اور جنگل تھا مگر اب بڑی تیزی سے آبادی پھیل رہی ہے اور کچھ نئی سوسائٹیز اور نئے گوٹھ بھی بنائے گئے ہیں۔ انہیں آبادیوں میں احسن آباد جس میں آبادی معمار سے پہلے شروع ہو گئی تھی ابوذر غفاری ٹاؤن اور دیگر چھوٹی بڑی سوسائٹیاں شامل ہیں۔

گلشن معمار اور اسکے اطراف کی عزاداری

جامع مسجد و امام بارگاہ حسن مجتبیٰ علیہ السلام:

احسن آباد میں سب سے پہلے مومنین کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوا پھر آہستہ آہستہ جب گلشن

معمار میں بھی آبادی بڑھنا شروع ہوئی تو یہاں پر بھی مومنین کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوگیا۔ ان سوسائٹیوں کے اطراف میں جو گوٹھ نئے آباد ہوئے ان میں بلوچ سندھی اور سرائیکی مومنین بھی آباد ہوگئے۔ کیونکہ یہ علاقہ کراچی شہر سے کٹ کر بنایا گیا تھا اس لیے عید کی نماز پڑھنے کے لیے بھی مومنین کو اپنے گھر سے نکل کر کئی کلومیٹر تک سفر کرنے کے بعد کراچی شہر میں نماز پڑھنے جانا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہاں پر ایک مسجد و امام بارگاہ کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا جانے لگا۔ 1992 میں گلشن معمار کے بالکل برابر میں ایک زمین پر اجازت نامہ حاصل کر کے باقاعدہ نماز شروع کردی گئی اور ٹینٹ لگا کر نماز جمعہ کا بھی اہتمام کیا جانے لگا۔ نماز جمعہ کے پہلے پیش امام مولانا منور نقوی صاحب تھے۔ یوں کافی عرصے تک ٹینٹ میں جمعہ کی نماز ہوتی رہی۔ جب اس جگہ پر عید کی نماز کا اعلان کیا گیا تو گلشن معمار کی انتظامیہ نے اس زمین پر قابض ہونے کی کوشش کی اور پولیس بیٹھا دی۔ مقامی لوگوں نے اس کے خلاف اسٹینڈ لیا اور ایک قانونی جنگ شروع ہوگئی لیکن بالآخر مومنین کو کامیابی حاصل ہوئی اور ان کے حق میں فیصلہ ہوگیا۔ اس قانونی جنگ میں اہم ترین کردار جناب رافع صاحب اور سید رضی حیدر رضوی صاحب کا تھا۔ ان کے علاوہ مسرور صاحب، پروفیسر ریاض حیدر صاحب، ڈاکٹر فہد بخاری صاحب، حسن ارشاد صاحب، سرفراز صاحب، ہاشم صاحب، محسن صاحب (چندا بھائی) اور باقر صاحب کا بھی مسجد کے قیام میں اہم کردار تھا۔

کچھ عرصے بعد مسجد کی چار دیواری کھینچ دی گئی اور 2004 میں مسجد کی بلڈنگ کی تعمیر بھی مکمل ہوگئی۔ مسجد کی تعمیر میں مسرور صاحب اور دیگر لوگوں کے ساتھ ساتھ عسکری صاحب اور نقوی صاحب نے اہم کردار ادا کیا۔ مسجد میں مولانا صاحب اور موذن صاحب کے لیے گھر بھی بنایا گیا۔ اس مسجد میں پیش امام کے فرائض مولانا حسین شریفی صاحب، مولانا مجلسی صاحب اور مولانا ذوالفقار جعفری صاحب ادا کر چکے ہیں جب کہ آج کل مولانا امیر عباس صاحب مسجد کے پیش امام ہیں۔ اب مسجد و امام بارگاہ حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو باقاعدہ 14 رکنی ٹرسٹ چلاتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ:

کیوں کہ مسجد و امام بارگاہ حسن مجتبیٰ گلشن معمار کی حدود میں نہیں آتا اور گلشن معمار کی انتظامیہ جامع مسجد حسن مجتبیٰ کے وجود کو ماننے سے انکار کر رہی تھی تو مومنین نے گلشن معمار کی انتظامیہ پر زور دیا کہ معمار میں ہمیں مسجد کے لئے زمین دی جائے۔ 1998ء میں مومنین کی کوششوں سے گلشن معمار کی انتظامیہ نے مسجد و امام بارگاہ کے لیے زمین دے دی۔ اس زمین کو حاصل کرنے میں سب سے اہم کردار سید حسن مرتضیٰ صاحب کا تھا ان کے علاوہ سید محمد نقی صاحب، محتشم نقوی صاحب، کوثر نقوی صاحب، سید محمد نقی نقوی صاحب، عباس نقوی صاحب، قیصر زیدی صاحب اور مشبر نقوی صاحب کا بھی اہم کردار ہے۔ پہلے مسجد و امام بارگاہ کی کچی عمارت تھی اور شیٹیں ڈالیں گئیں تھیں۔ اس کچی عمارت میں ہی نماز اور عزاداری کو شروع کر دیا گیا تھا۔ شروع شروع میں صرف مغربین کی با جماعت نماز ہوتی تھی جو مولانا شیخ عباس نجفی صاحب پہاڑ گنج سے پڑھانے آتے تھے۔ کچھ عرصے بعد مسجد کی با قاعدہ تعمیر شروع ہوئی اور اس کا سنگ بنیاد مولانا بہاؤالدینی صاحب اور مولانا رضی جعفر صاحب نے رکھا۔ مسجد اور امام بارگاہ کی الگ الگ عمارت تعمیر ہونے کے بعد مولانا باقر عباس زیدی صاحب 15 سال تک اس مسجد میں نماز پڑھاتے رہے۔ مسجد میں نمازیوں کو جمع کرنے میں مولانا باقر عباس زیدی صاحب کا اہم کردار ہے۔ آج کل مسجد میں مولانا مختار احمد امامی صاحب پیش امام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس مسجد و امام بارگاہ کو محبان مصطفیٰ ٹرسٹ کمیٹی کے زیر انتظام چلایا جاتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ در آل محمد:

امام بارگاہ در آل محمد ابوذر غفاری سوسائٹی میں تعمیر کا کام 2010 میں شروع ہوا اور تقریباً 2012 کے اوائل میں ختم ہوا جب کہ عزاداری اور مجالس وغیرہ اسی دوران شروع ہو گئیں تھیں۔ امام بارگاہ کی تعمیر کے تمام اخراجات جناب انوار حیدر صاحب نے ذاتی طور پر پورے کئے کسی بھی شخص سے اس سلسلے میں کوئی پیسہ یا مدد نہیں لی گئ اور اب بھی تمام اخراجات اور دیگر دیکھ بھال کے اخراجات جناب انوار حیدر

صاحب ہی برداشت کر رہے ہیں۔امام بارگاہ کے قیام سے لے کر آج تک تمام رسومات عزاداری میلاد و ماتم داری رمضان کی عبادات وافطار وغیرہ اہل محلہ نے سنبھال رکھے ہیں۔اس کے لئے ایک کمیٹی بزم عزا ابوزر غفاری سوسائٹی عرصہ 12 سال سے تمام پروگرامز کے انتظامات احسن طریقے سے انجام دے رہی ہے۔

نماز باجماعت اس مسجد میں 2015ء سے شروع ہوئی ہے۔ جب کہ معصومین کی شہادت اور ولادت پر مجالس اور میلاد کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

مسجد وامام بارگاہ ام البنین احسن آباد:

مسجد وامام بارگاہ ام البنین پہلے احسن آباد میں چارسو گز پر دومنزلہ طاہر صاحب کا گھر تھا جس میں وہ اوران کی اہلیہ رہا کرتے تھے۔ جو محلے میں دادا دادی کے نام سے مشہور تھے۔طاہر صاحب کی اہلیہ جب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئیں تو انہوں نے اس بلڈنگ کو بنوایا۔پہلے ان کی رہائش نیچے کی منزل میں تھی پھر ان لوگوں نے اپنی رہائش اوپر کی منزل میں کر لی اور نیچے کے پورے حصے کو امام بارگاہ بنالیا۔ کچھ عرصے بعد اپنی دوسری منزل کی رہائش کو بھی ختم کر دیا اور دوسری منزل پر مسجد بنا کر ان دونوں منزلوں کو مسجد وامام بارگاہ کے لیے وقف کر دیا اور اسے مسجد وامام بارگاہ ام البنین کا نام دیا گیا۔ یہ مسجد وامام بارگاہ 1990 کی دہائی کے آخر میں بنا۔اس میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہے اور تمام شہادتوں کی مجالس اور معصومین کی پیدائش پر میلاد بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔

امام بارگاہ باب الحوائج احسن آباد:

یہ امام بارگاہ محمود بھائی نے بنوایا تھا جو محمود ملنگ کے نام سے مشہور ہیں۔ پہلے ان کا ذاتی فلیٹ دوسری یا تیسری منزل پر تھا جس میں وہ مجالس منعقد کیا کرتے تھے مگر جب ان کو نیچے گراؤنڈ فلور پر کارنر کا فلیٹ ملا تو انہوں نے فلیٹ کے ایک حصے کو باقاعدہ امام بارگاہ کے لیے وقف کر دیا۔اس کی موجودہ تعمیر میں منظر رضوی صاحب اور رافع رضوی صاحب کے بیٹے کا اہم کردار ہے جبکہ امام بارگاہ میں رکھی خصوصی

ضری تصور بخاری صاحب نے بنوا کردی۔ اس امام بارگاہ میں عزاداری 1990ء کی دہائی کے اوائل سے ہی شروع ہوگئی تھی۔ اب اس امام بارگاہ میں عزاداری بھرپور انداز سے منائی جاتی ہے۔ ہر امام کی شہادت وولادت پر مجلس اور میلاد منعقد کیے جاتے ہیں۔

مسجد وامام بارگاہ جاگیر علی:

یہ امام بارگاہ کسٹم سوسائٹی میں بنایا گیا ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جس میں نماز پڑھنے کے لئے باقاعدہ جگہ موجود ہے جبکہ امام بارگاہ میں مجالس اور میلاد بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔

یکم محرم سے عاشور تک کی عزاداری

مسجد وامام بارگاہ حسن مجتبیٰ کا عشرہ:

اس امام بارگاہ کے قیام سے ہی مجالس کا آغاز کردیا گیا تھا تاہم یکم محرم سے عاشورا تک کا عشرہ 2004 سے شروع ہوا اور ایک طویل عرصے تک مولانا عون محمد نقوی صاحب خطاب کرتے رہے۔ جبکہ علامہ علی اکبر کمیلی اور مولانا علی افضل افضال صاحب نے بھی یہاں مجالس سے خطاب کیا ہے۔

مسجد وامام بارگاہ مصطفی کا عشرہ:

مسجد وامام بارگاہ مصطفی کے 1998ء میں قیام کے فوراً بعد ہی عزاداری شروع کردی گئی تھی اور محرم الحرام کے عشرہ اولا میں باقاعدہ عشرہ مجالس شروع کردی گئی تھی جو آج تک جاری ہے۔

مسجد وامام بارگاہ آل محمد ابوذر غفاری ٹاؤن:

امام بارگاہ آل محمد کی تعمیر 2012 کے اندر مکمل ہوگئی تھی مگر پھر بھی عشرہ اولا میں عشرہ منعقد نہیں ہو رہا تھا۔ 2015 کے بعد سے باقاعدہ طور پر یکم محرم سے عاشورا تک عشرہ منعقد کیا جانے لگا جس سے مختلف ذاکرین اور علماء خطاب کرچکے ہیں۔

مسجد و امام بارگاہ ام البنین احسن آباد کا عشرہ:

اس امام بارگاہ کے قیام کے فوراً بعد ہی آنے والے محرم میں یکم محرم سے عاشور تک ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ عشرہ 1990ء کی دہائی کے آخر سے منعقد کیا جارہا ہے۔

امام بارگاہ باب الحوائج احسن آباد کا عشرہ:

محمود بھائی جب گراؤنڈ فلور پر موجود فلیٹ میں منتقل بھی نہیں ہوئے تھے تب بھی باقاعدگی سے عزاداری منعقد کرتے تھے۔ جب آپ کو گراؤنڈ فلور والا پلاٹ ملا تو آپ نے عزاداری کا باقاعدہ آغاز کیا اور تب سے محرم کے عشرہ اولا میں عشرہ منعقد کیا جارہا ہے۔ اس عشرے سے ایک طویل عرصے تک تصور حسین بخاری صاحب خطاب کرتے رہے جب کہ ان کے علاوہ ڈاکٹر توقیر حسین، مولانا خورشید عابد صاحب اور مولانا منور حسین صاحب نے بھی عشرہ مجالس سے خطاب کیا ہے۔ جب کہ چھ محرم کو حضرت علی اصغر کا جھولا بھی برآمد کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ جاگیر علی:

امام بارگاہ جاگیر علی کے قیام سے لے کر اب تک یہاں پر باقاعدگی کے ساتھ یکم محرم سے عاشورے تک عشرہ مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں مختلف علماء وذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔
شاہد صاحب کے گھر کا عشرہ پچھلے کئی سالوں سے گلشن معمار سیکٹر X-3 میں شاہد صاحب کے گھر کے عزا خانے میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں مختلف علما کرام اور ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

زین صاحب کے گھر کا عشرہ:

گلشن معمار سیکٹر Z-2 میں واقع جناب زین صاحب کے گھر کے عزاخانے میں یکم محرم سے تک ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے۔ جس میں مختلف علماء کرام اور ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

یکم محرم سے عاشورا تک کے جلوس

6 محرم کا جلوس:

چھ محرم کو ایک جلوس امام بارگاہ جاگیر علی کسٹم سوسائٹی سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا گلشن معمار سیکٹر Z-2 حکیم صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2010 کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

سات محرم کے جلوس:

جناب عارف زیدی ہندوستان کے مشہور شہر مظفر نگر سے تعلق رکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پاکستان کے مشہور اور قدیم شہر خیر پور میں رہائش پذیر ہوئے۔ 1970ء کی دہائی میں کراچی کے علاقے گلشن حدید میں رہائش پذیر ہوئے اور رہائش اختیار کرنے کے بعد ہی اگلے آنے والے محرم میں سات محرم کو ایک جلوس اپنے گھر سے رات 11 بجے برآمد کرنا شروع کیا۔ 2004ء میں جب آپ گلشن حدید سے گلشن معمار منتقل ہوئے تو آپ نے سات محرم کے جلوس کو گلشن معمار میں آ کر اسی طرح سے دوبارہ شروع کیا۔ اب یہ جلوس آپ کی رہائش گاہ بوبی ہاؤس سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

سات محرم کو ایک اور جلوس مسجد و امام بارگاہ جاگیر علی کسٹم سوسائٹی سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ جاگیر علی میں اختتام پذیر ہوتا ہے یہ جلوس 2010 کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

8 محرم کے جلوس:

8 محرم کو ایک جلوس امام بارگاہ باب الحوائج احسن آباد سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا احسن آباد میں مولانا عباس مشہدی کے گھر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ راستے میں دوسرے منتی

جلوس بھی شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

8 محرم کا ایک اور جلوس جا گیر علی سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد و امام بارگاہ آل محمد ابوذر غفاری ٹاون میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2015ء سے قائم ہے۔

9 محرم کا جلوس:

9 محرم کا یہ جلوس مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ کے قیام سے لے کر اب تک انجمن غلامان مصطفیٰ کی جانب سے برآمد کیا جاتا ہے جو کہ اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

مجلس شام غریباں:

انجمن غلامان مصطفیٰ کی جانب سے مسجد وامام بارگاہ مصطفیٰ میں شام غریباں کی مرکزی مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ اس مجلس میں شام غریباں کی منظر کشی بھی کی جاتی ہے اس کے علاوہ زنجیر اور قمع کا ماتم بھی کیا جاتا ہے۔

عاشورا کے بعد کی عزاداری

عشرہ ثانی:

محبان مصطفیٰ کمیٹی کی جانب سے مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ میں 11 محرم سے 20 محرم تک ایک عشرہ ثانی منعقد کیا جاتا ہے جس میں مختلف علماء کرام خطاب کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ امام بارگاہ میں روزانہ کی بنیاد پر مختلف افراد کی مجالس منعقد کی جاتیں ہیں جو پورے ایام عزا تک جاری رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایام فاطمیہ میں سہ روزہ مجالس کا بھی اہتمام محبانِ مصطفیٰ ٹرسٹ کرواتی ہے۔

انجمن شیران علی کا شب غم:

عاشور کے بعد پہلے ہفتے کو انجمن شیران علی کی جانب سے ایک شب غم نادعلی اپارٹمنٹ میں منعقد کیا جاتا ہے جس میں مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔ یہ شب غم 2015 سے قائم ہے۔

29 محرم کا جلوس:

مسجد امام بارگاہ ام البنین احسن آباد سے 29 محرم الحرام کو ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ باب الحوائج احسن آباد پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2000ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

صفر کے پہلے اتوار کا جلوس:

انجمن شیران علی کی جانب سے صفر کے پہلے اتوار کو ایک جلوس مسجد وامام بارگاہ ام البنین سے برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا جاگیر علی کسٹم سوسائٹی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2010ء کے عشرے سے قائم ہے۔

23 صفر کا جلوس:

گلشن معمار سیکٹر X-3 میں شہباز صاحب کے گھر کے عزاخانے درفضہ سے ایک جلوس رات میں برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد وامام بارگاہ مصطفیٰ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2010ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

چہلم کے بعد پہلے اتوار کا جلوس:

چہلم کے بعد آنے والے پہلے اتوار کو جامع مسجد وامام بارگاہ حسن مجتبیٰ سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا احسن آباد میں جناب ظفر مہدی کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2000ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

27 صفر کا تابوت امام حسن علیہ السلام:

جامعہ مسجد و امام بارگاہ حسن مجتبیٰ سے 27 صفر شب شہادت امام حسن علیہ السلام کی مناسبت سے ایک مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے جس کے اختتام پر تابوت امام حسن علیہ السلام برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ جامع مسجد و امام بارگاہ حسن مجتبیٰ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے یہ جلوس 28 صفر کو مسجد کی ٹرسٹ کی جانب سے برآمد کیا جاتا تھا مگر اب یہ جلوس 27 صفر کو انجمن شیران علی کی جانب سے برآمد کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ ام البنین احسن آباد میں بھی 28 صفر کو ایک مجلس عزا برپا کی جاتی ہے جس کے اختتام پر تابوت امام حسن علیہ السلام برآمد کیا جاتا ہے۔

7 ربیع الاول کا جلوس:

گلشن معمار کے سیکٹر X-3 میں عزا خانہ بقیۃ اللہ سے ایک جلوس امام حسن عسکری کی شہادت کی مناسبت سے برآمد کیا جاتا ہے جو مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2000 کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

گلشن معمار اور اطراف کی انجمنیں

انجمن غلامان مصطفیٰ:

یہ انجمن مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ کے قیام کے ساتھ ہی وجود میں آئی تھی۔ اس انجمن کے زیادہ تر پروگرام بھی مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ میں ہی ہوتے ہیں۔ اس انجمن کے بانی ممبران میں عرفان نقوی، عرفان حیدر، افتخار محمود، اسد جعفری، اور مولانا علی افضال رضوی وغیرہ شامل ہیں۔ انجمن کے پہلے صاحب بیاض افتخار محمود صاحب تھے مگر اب یہ انجمن سنگت کے تحت ماتم داری کرتی ہے اور بہت سے لوگ نوحہ خوانی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ انجمن شعبان کے مہینے میں مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ میں جشن میلاد بھی

منعقد کرواتی ہے۔

انجمن صدائے عباس:

انجمن صدائے عباس کے زیادہ تر پروگرام مسجد و امام بارگاہ حسن مجتبیٰ میں ہوتے ہیں۔اس کے بانی ممبران میں ذیشان نقوی، شیراز نقوی اور میر تقی بخاری شامل ہیں۔ یہ انجمن بھی سنگت کی صورت میں ماتم داری کرتی ہے۔ یہ انجمن 17 صفر کو تابوت امام علی رضا کا پروگرام جامع مسجد و امام بارگاہ حسن مجتبیٰ میں کرواتی ہے اس کے علاوہ اس انجمن کی جانب سے پچھلے 15 سال سے 17 ربیع الاول اور 14 رمضان کو جشن میلاد بھی منعقد کیا جاتا ہے۔

انجمن غلامان ام البنین:

یہ انجمن 2000ء کی دہائی میں قائم کی گئی۔ اسکے بانی ممبران میں عمران نقوی، یاور، علی اور فیضان شامل ہیں۔ یہ انجمن 21 صفر کو مسجد و اما بارگاہ ام البنین میں ایک شب غم بھی منعقد کرواتی ہے جس میں بعد ختم مجلس مدعو شدہ انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس انجمن کی جانب سے مسجد و امام بارگاہ ام البنین 3 شعبان کو ایک میلاد بھی منعقد کیا جاتا ہے۔

انجمن شیران علی:

اس انجمن کے بانی ممبران میں شاہد بھائی، خرم بھائی، مجتبیٰ بھائی طاہر صاحب اور سعید صاحب شامل ہیں۔ اس انجمن کی جانب سے نادعلی اپارٹمنٹ میں معصومین کی پیدائش پر محفل میلاد کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ انجمن ہر نوچندی جمعرات کی مجلس کے بعد ماتم داری بھی منعقد کرتی ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل لوگوں سے معلومات حاصل کی گئی ہے:

۱) پروفیسر سہیل قاسم صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۲) جناب مسرور صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۳) جناب ارشد جعفری صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۴) عارف زیدی صاحب کے خانوادے سے حاصل کردہ معلومات

۵) جناب آل رضا صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۶) کتابچہ برائے معمار اور احسن آباد کی عزاداری

۷) وکیپیڈیا

تھانہ بولا خان کی تاریخ اور عزاداری پر ایک نظر

1843ء میں جب انگریزوں نے سندھ پر مکمل تسلط حاصل کرلیا تو جنرل چارلس نیپیئر نے سندھ کو صوبہ بمبئی کے اندر ضم کر دیا اور اسے 3 حصوں میں تقسیم کر دیا یعنی کراچی، حیدرآباد اور شکار پور۔

1911ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع کراچی جنوب میں ساحل سمندر سے لگا ہوا تھا جب کہ مغرب میں بلوچستان کے ضلع لسبیلہ سے دریائے حب کے ذریعے الگ ہوتا تھا دوسری طرف شمال میں کھیرتھر کے پہاڑی سلسلے کے ذریعے ضلع لاڑکانہ کی تحصیل سہون پر ختم ہوتا تھا۔ جبکہ مشرق میں مشہور شہر جھرک پر دریائے سندھ کے کنارے پر ختم ہوتا تھا جب کہ دوسرے کنارے سے ضلع حیدرآباد شروع ہوجاتا تھا۔ یعنی اس زمانے میں ضلع کراچی میں موجودہ ضلع ٹھٹھہ کا پورا علاقہ اور موجودہ ضلع جامشورو کی تحصیل سہون تک کا علاقہ شامل تھا۔ اس زمانے میں ضلع کراچی میں 9 تحصیلیں شامل تھیں جن میں کراچی، شاہ بندر، جاتی، سجاول، میرپور بٹھورو، میر پور ساکرو، گھوڑا باری، اور کوٹری شامل تھیں۔ تحصیل کوٹری ضلع لاڑکانہ کی تحصیل سہون پر جا کر ختم ہوتی تھی۔ اس تحصیل کو دو محلوں میں بانٹا گیا تھا ایک کا نام مانجھنڈ محل اور دوسرے کا نام کوہستان محل تھا۔ کوہستان دراصل اس وقت کی تحصیل کوٹری کے پہاڑی علاقے کو کہا جاتا تھا دوسرے الفاظ میں کھیرتھر کے پہاڑی سلسلے کو کوہستان کا نام دیا گیا تھا اس زمانے میں کوہستان کا ہیڈ کوارٹر تھانہ بولا خان کو بنایا گیا۔

تھانہ بولا خان سندھ کا ایک قدیم شہر ہے اور کہا جاتا ہے کہ نور محمد کلہوڑا کے زمانے میں جب بولا خان نومردی نے جوکھیوں کے ایک حملہ آور دستے کا مقابلہ کیا تھا تو یہاں پڑاؤ ڈالا تھا اور یوں اسی نسبت سے اس علاقے کا نام تھانا بولا خان پڑ گیا۔ 1901ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی کل آبادی 12870 تھی جبکہ 1911ء کی مردم شماری کے مطابق یہ آبادی بڑھ کر 18483 ہوگئی تھی۔ جبکہ یہاں ایک محل کاری آفس، ایک ڈسپنسری، ایک پولیس اسٹیشن، ایک اسکول، ایک پوسٹ آفس اور ایک مسافر خانہ بھی

تھا۔

کوہستان کے علاقے میں سندھ کے مشہور سیاسی خاندان ملک خاندان آباد ہے یہ خاندان کوہستان کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ یہ خاندان آٹھویں صدی میں یہاں آکر آباد ہوا اور حکمرانی حاصل کی۔ پہلے یہ جام کہلاتے تھے مگر مغل حکمرانوں کی جانب سے اس خاندان کے ایک فرد کو اس کی بہادری پر ملک کا خطاب ملا تو تب سے یہ ملک کہلاتے ہیں۔انگریزوں کے زمانے میں ملک خاندان نے سندھ فتح ہونے کے فورا بعد ہی 1843ء ہی میں اپنی جاگیر واپس لے لی تھی اس وقت سے اب تک یہ خاندان سندھ کی سیاست میں اہم کردار ادا کرتا آرہا ہے موجودہ دور میں ملک اسد سکندر اس خاندان کے سربراہ ہیں۔

1936ء میں جب مسلم لیگ اور سندھ کے دیگر اکابرین کی کوششوں سے سندھ کو بمبئی سے الگ کر دیا گیا تو اس کے بعد 1941ء کی نئی مردم شماری میں صوبہ سندھ میں مزید اضلاع کا اضافہ کر دیا گیا اور یوں اضلاع کی تعداد 9 ہوگئی یعنی کراچی، حیدرآباد، دادو، نوابشاہ، لاڑکانہ، سکھر، تھرپارکر، ٹھٹھہ اور خیر پور تاہم ضلع خیر پور کو ایک الگ ریاست کی حیثیت حاصل تھی۔اسی طرح ضلع کراچی میں سے گھگر پھاٹک سے آگے کے علاقے کو نئے ضلع ٹھٹھہ میں شامل کر دیا گیا جبکہ ضلع کراچی میں سے تحصیل کوٹری اور ضلع لاڑکانہ میں سے تحصیل سہون اور دادو کو نکال کر ایک نیا ضلع دادو بنا دیا گیا اس نئے ضلع میں کوہستان کو تحصیل کا درجہ مل گیا اور تھانہ بولا خان اس کا تحصیل ہیڈ کوارٹر بنا۔

2004ء میں ضلع دادو کو تحصیل سہون سے کاٹ کر کراچی تک کے علاقے کو ایک نیا ضلع جامشورو کا نام دیا گیا اس ضلع میں براہ راست تھانہ بولا خان کو تحصیل کا درجہ دے دیا گیا اس تحصیل میں تمام کوہستان کا علاقہ شامل ہے جس میں خاص طور پر نوری آباد جو کہ کراچی کے بعد سندھ کا سب سے بڑا صنعتی قصبہ ہے اور اس میں 200 سے زیادہ چھوٹے بڑے کارخانے موجود ہیں۔اس کے علاوہ دیگر علاقوں میں کھالو کہر، سری، مول شریف، تونگ، کرچٹ، تھانہ احمد خان اور آچر وغیرہ کے علاقے شامل ہیں۔

تھانہ بولا خان کے اندر ہی پاکستان کا دوسرا بڑا نیشنل پارک کھیر تھر نیشنل پارک کا بڑا حصہ آتا ہے۔ 2017 کی مردم شماری کے مطابق اس تحصیل کی آبادی 145262 نفوس پر مشتمل ہے۔اس آبادی میں

کافی تعداد میں ہندو بھی آباد ہیں جو دراوٹ ڈیم کے آس پاس رہتے ہیں۔ تھانہ بولا خان کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ اس علاقے میں کبھی ہندو مسلم فسادات نہیں ہوئے اسی لئے اس علاقے کے ہندو ہجرت کر کے ہندوستان نہیں گئے اور بڑے آزاد ماحول میں اپنی مذہبی زندگی گزارتے ہیں۔ تھانہ بولا خان کی تحصیل میں پالاری، برفت، خاصخیلی، میمن اور جوکھیو قبیلے بڑی تعداد میں آباد ہیں۔

جب آپ سپر ہائی وے کے ذریعے کراچی سے حیدرآباد جاتے ہیں تو راستے میں تھانہ بولا خان کے علاقے نوری آباد سے تھوڑا پہلے مین ہائی وے پر ہی ایک ٹیلہ ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں علم لگے ہوئے ہیں۔ ہر مومن جو یہاں سے گزرتا ہے اس کے دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ وہ اس ٹیلے پر جائے اور علم مبارک کی زیارت کرے۔

کراچی کی عزاداری کے حوالے سے جب گڈاپ ٹاؤن کی عزاداری کو لکھنے کا سوچا تو دماغ میں فوراً یہی ٹیلہ آیا جہاں سیکڑوں کی تعداد میں علم پاک نصب ہیں تاہم ایک غلط فہمی ہوگئی کہ یہ لکی سیمنٹ کی فیکٹری کے سامنے واقع ہے اور کیونکہ لکی سیمنٹ کی فیکٹری پر جا کر کراچی کی حدود ختم ہوجاتی ہیں تو ذہن میں یہی رہا کہ گڈاپ ٹاؤن کی عزاداری کو یہیں سے شروع کرنا ہے لیکن جب معلومات حاصل کرنے کے لیے یہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ ٹیلہ لکی سیمنٹ فیکٹری کے سامنے نہیں بلکہ دادا بھائی سیمنٹ فیکٹری کے سامنے ہے جو کہ ضلع جامشورو کی تحصیل تھانہ بولا خان میں واقع ہے اب غلطی تو ہوگئی تھی مگر اس کی تاریخ اور عزاداری حاضر خدمت ہیں۔

خاکو فقیر ایک لاہوتی فقیر ہے لاہوتی اس شخص کو کہتے ہیں جو سہون میں حضرت لعل شہباز قلندر کے مزار سے پیدل کھیر تھر کے پہاڑی سلسلوں میں چلتا ہوا لاہوت پر اپنا سفر ختم کرے، یہ سفر تقریباً 14 دن کا ہوتا ہے۔ جو بھی اس سفر کو مکمل کرتا ہے لاہوتی کہلاتا ہے۔ اس سفر پر جو بھی جاتا ہے اس کے ساتھ لازمی ایک چھوٹا سا علم بھی موجود ہوتا ہے۔

خاکو نے بھی اس سفر کے دوران خواب میں دیکھا کہ ان کے مرشد جمعو درس اس سے کہہ رہے ہیں کہ وہ دادا بھائی سیمنٹ کے سامنے ہائی وے پر موجود ٹیلے پر علم لگائے۔ اسی بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے

کافی تعداد میں ہندو بھی آباد ہیں جو دراوٹ ڈیم کے آس پاس رہتے ہیں۔ تھانہ بولا خان کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ اس علاقے میں کبھی ہندو مسلم فسادات نہیں ہوئے اسی لئے اس علاقے کے ہندو ہجرت کر کے ہندوستان نہیں گئے اور بڑے آزاد ماحول میں اپنی مذہبی زندگی گزارتے ہیں۔ تھانہ بولا خان کی تحصیل میں پالاری، برفت، خاصخیلی، میمن اور جوکھیو قبیلے بڑی تعداد میں آباد ہیں۔

جب آپ سپر ہائی وے کے ذریعے کراچی سے حیدرآباد جاتے ہیں تو راستے میں تھانہ بولا خان کے علاقے نوری آباد سے تھوڑا پہلے مین ہائی وے پر ہی ایک ٹیلہ ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں علم لگے ہوئے ہیں۔ ہر مومن جو یہاں سے گزرتا ہے اس کے دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ وہ اس ٹیلے پر جائے اور علم مبارک کی زیارت کرے۔

کراچی کی عزاداری کے حوالے سے جب گڈاپ ٹاؤن کی عزاداری کو لکھنے کا سوچا تو دماغ میں فوراً یہی ٹیلہ آیا جہاں سیکڑوں کی تعداد میں علم پاک نصب ہیں تاہم ایک غلط فہمی ہوگئی کہ یہ لکی سیمنٹ کی فیکٹری کے سامنے واقع ہے اور کیونکہ لکی سیمنٹ کی فیکٹری پر جا کر کراچی کی حدود ختم ہوجاتی ہیں تو ذہن میں یہی رہا کہ گڈاپ ٹاؤن کی عزاداری کو یہیں سے شروع کرنا ہے لیکن جب معلومات حاصل کرنے کے لیے یہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ ٹیلہ لکی سیمنٹ فیکٹری کے سامنے نہیں بلکہ دادا بھائی سیمنٹ فیکٹری کے سامنے ہے جو کہ ضلع جامشورو کی تحصیل تھانہ بولا خان میں واقع ہے اب غلطی تو ہوگئی تھی مگر اس کی تاریخ اور عزاداری حاضر خدمت ہیں۔

خاکو فقیر ایک لاہوتی فقیر ہے لاہوتی اس شخص کو کہتے ہیں جو سہون میں حضرت لعل شہباز قلندر کے مزار سے پیدل کھیر تھر کے پہاڑی سلسلوں میں چلتا ہوا لاہوت پر اپنا سفر ختم کرے، یہ سفر تقریباً 14 دن کا ہوتا ہے۔ جو بھی اس سفر کو مکمل کرتا ہے لاہوتی کہلاتا ہے۔ اس سفر پر جو بھی جاتا ہے اس کے ساتھ لازمی ایک چھوٹا سا علم بھی موجود ہوتا ہے۔

خاکو نے بھی اس سفر کے دوران خواب میں دیکھا کہ ان کے مرشد جمعو درس اس سے کہہ رہے ہیں کہ وہ دادا بھائی سیمنٹ کے سامنے ہائی وے پر موجود ٹیلے پر علم لگائے۔ اسی بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے

خاکو فقیر نے 1990 کی دہائی کے شروع میں ایک علم پاک ٹیلے پر نصب کیا۔اس علم پاک کے بارے میں مختلف لوگوں کی مختلف رائے ہیں خود خاکو فقیر کے بیٹے کا خیال بھی یہ ہے کہ پہلا علم سید علی محمد شاہ ثنائی صاحب نے لگایا جو خود بھی لاہوتی تھے مگران میں اور باقی لاہوتیوں میں فرق یہ ہے کہ شاہ صاحب ہر سال بے سروسامانی کی حالت میں اس طرح کے ہاتھ میں کوئی زادے سفر موجود نہ ہو یہاں تک کہ ایک روپیہ بھی ساتھ نہ ہو صرف اور صرف اللہ پر مکمل توکل کر کے چلتے ہوئے جاتے تھے جو عام انسان کے بس کی بات نہیں۔اسکے علاوہ آپ انتہائی بہترین شاعر بھی تھے آپ کی شاعری کا خاص محور محمد و آل محمد علیہ السلام اور اصلاحی شاعری تھی۔یہی وجہ ہے کہ سید علی محمد شاہ ثنائی کی بہت زیادہ عزت تھی اور کئی لوگ آپ کے مرید تھے۔آپ کے مریدوں کی خاص نشانی یہ ہے کہ گھر پر لازمی علم لگا ہوتا ہے چاہے فرقہ کوئی سا بھی ہو۔اس وجہ سے کہا جا سکتا ہے کے پہلا علم خاکو فقیر نے ہی لگایا ہوگا۔مگر اس کی تائید میں جو بڑا علم لگایا گیا وہ سید علی محمد شاہ ثنائی نے ہی لگایا تھا جس کی تائید خاقو فقیر کے بیٹے اور بیوی نے بھی کی ہے۔

یہ علم اتنا بڑا تھا کہ ہائی وے سے گزرنے والے افراد کو واضح طور پر نظر آتا تھا۔سید علی محمد ثنائی نے اس ٹیلے کا نام "تخت علیؑ" رکھا جب کہ خاکو فقیر اور اس کے خاندان والے یہیں علم کے پاس مجاور بن کر رہنے لگے جن میں زوجہ ولایت بی بی اور بیٹے الادین، واحد بخش اور حاکم علی شامل ہیں۔جبکہ اس بارگاہ کا نام امام بارگاہ پنجتنی رکھا۔آہستہ آہستہ لوگ اس علم پر آتے جاتے اور منتیں مانگتے جاتے اور جس کی منت پوری ہو جاتی وہ اس ٹیلے پر آکر اپنا علم لگا دیتا۔کچھ ہی عرصے میں بڑی تعداد میں علم اس ٹیلے پر لگ گئے۔

اس وقت اس ٹیلے پر علموں کی تعداد 500 سے زیادہ ہے۔ ٹیلے پر بہت تیز ہوا چلتی ہے جس کی وجہ سے علم کے پھریرے زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکتے اور وہ پھٹ جاتے ہیں خاقو کے خاندان والے انہیں مسلسل تبدیل کرتے رہتے ہیں۔اس کے باوجود علم پاک کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

تھوڑے عرصے پہلے جب ہائی وے کو بنایا جا رہا تھا اور اس کے برابر میں سروس روڈ بھی ڈالی جا رہی تھی تو ہائی وے والوں نے اس ٹیلے کو ختم کرنے کی بہت کوشش کی مگر جیسے ہی شاول اور دیگر مشینریز اس

ٹیلے کے پاس پہنچتے تو ان میں کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہو جاتی یوں ہائی وے والوں نے ٹیلے تخت علی سے ہٹ کر سروس روڈ ڈال دی۔

امام بارگاہ پنجتنی کی عزاداری:

یکم محرم سے گیارہ محرم تک امام بارگاہ پنجتنی میں بھر پور انداز میں عزاداری منعقد ہوتی ہے یکم محرم سے 3 محرم تک نوری آباد سے حیدر بابا کے امام بارگاہ سے لوگ ایک جھنڈ کی صورت میں امام بارگاہ پنجتنی آتے ہیں اور عزاداری برپا ہوتی ہے اس میں نذر و نیاز اور تمام طرح کے فرائض خاکوفقیر کے خاندان والے انجام دیتے ہیں۔ 4 محرم سے گیارہ محرم تک گزرتے ہوئے لوگ قافلوں کی صورت میں یہاں پر آتے ہیں اور خود ہی عزاداری برپا کرتے ہیں اور خود ہی نذر و نیاز کا اہتمام کرتے ہیں۔

7 محرم سے 10 محرم تک پہلے لوگ علاقہ کے قبرستان جاتے ہیں پھر یہاں امام بارگاہ پنجتنی میں آتے ہیں جہاں ان لوگوں کے لیے لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ قبرستان بہت قدیم ہے اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں قبریں چوکنڈی کے قبرستان کی طرز پر بنی ہوئی ہیں۔ پہلے قبرستان میں ذکر ہوتا ہے اور پھر امام بارگاہ پنجتنی میں سارے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور پھر ذکر امام حسین بیان کیا جاتا ہے جبکہ چہلم کو بھٹ شاہ سے لوگ آتے ہیں اور یہاں عزاداری منعقد کرتے ہیں۔

حسینی مسجد و امام بارگاہ نوری آباد:

تھانہ بولا خان کے پورے علاقے میں صرف دو امام بارگاہ ہیں ایک یہی ٹیلے پر امام بارگاہ پنجتنی اور دوسرا نوری آباد میں حسینی مسجد و امام بارگاہ کے نام سے بنایا ہے۔ یہ مسجد و امام بارگاہ حیدر بابا پالاری نے بنایا ہے جہاں نماز جمعہ اور پانچوں وقت کی نمازیں بھی ادا ہوتی ہیں ویسے تو اس پورے علاقے میں مومنین کے یہی دو خاندان ہیں مگر نوری آباد میں فیکٹریوں میں کام کرنے والے مومنین یہاں پر نماز ادا کرتے ہیں۔

اب یہاں جمعہ کی نماز میں 500 کے قریب نمازی ہوتے ہیں۔ اس جامع مسجد کے پہلے پیش امام

مولانا امداد علی ترابی تھے جو جمعہ پڑھانے کے لئے ڈملوٹی سے موٹر سائیکل پر آتے تھے۔آج کل رجب علی مری صاحب نماز پڑھاتے ہیں جو خود بھی فیکٹری میں ملازم ہیں۔ حیدر پالاری صاحب کا انتقال ہوگیا ہے اور اس جامع مسجد وامام بارگاہ کی ذمہ داری ان کا خانوادہ سنبھالتا ہے۔

اب اس امام بارگاہ میں محرم کے اندر یکم محرم سے عاشورا تک عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے۔ان مجالس میں شرکت بھی نوری آباد کے کارخانوں میں کام کرنے والے مومنین ہی کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اس مسجد وامام بارگاہ میں ایام فاطمیہ اور یوم علی کے پروگرام بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔

دس محرم کو ایک جلوس بھی برآمد کیا جاتا ہے جو مسجد وامام بارگاہ حسینی سے نکل کر اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا نوری آباد میں موجود ایک فیکٹری میں نصب علم پر جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔یہ علم فیکٹری میں پہلے سے ہی لگا ہوا ہے جو حیدر پالاری صاحب کا پلاٹ ہے۔اس علم کے نصب ہونے کی وجہ سے حیدر پالاری صاحب نے اس زمین کو فروخت نہیں کیا جبکہ فیکٹری والوں نے بہت زور لگایا مگر یہ علم آج تک اپنی جگہ پر قائم ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۲) کراچی گزیٹر 1919 (جے ڈبلیو اسمتھ)

۳) وادی ملیر (حمید ناضر)

۴) خاکوفقیر کے خانوادے سے حاصل کردہ معلومات

۵) پروفیسر سجاد علی چنا سے حاصل کردہ معلومات

۶) مولانا امداد علی ترابی صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

۷) جناب رضا مہدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۸) وکیپیڈیا

بن قاسم ٹاؤن کی عزاداری

سکھن ندی اور اس کے اطراف کی عزاداری
اور تاریخ پر ایک نظر

کچھ ذکر بن قاسم ٹاؤن کا:

بن قاسم ٹاؤن نامور فاتح محمد بن قاسم کے نام سے منسوب ہے۔ مگر اس نام کے رکھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسی ٹاؤن کے اندر پورٹ قاسم کی بندرگاہ بھی موجود ہے اور اسی مناسبت سے اس ٹاؤن کا نام بن قاسم ٹاؤن رکھا گیا۔ یہ ٹاؤن کراچی کے جنوب مشرق سمت میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں ٹھٹھ، مغرب میں لانڈھی، ملیر اور کنٹونمنٹ کے علاقے ہیں جبکہ شمال میں گڈاپ اور جنوب میں سمندر ہے۔ اسی ٹاؤن کے اندر پاکستان اسٹیل مل سمیت متعدد بڑی صنعتیں اور پورٹ قاسم انڈسٹریل زون بھی واقع ہے۔ چوکنڈی کا عظیم و تاریخی قبرستان بھی اسی بن قاسم ٹاؤن میں ہی واقع ہے۔

پہلے یہ ٹاؤن ایک طویل عرصے تک کراچی کے ضلع شرقی کا حصہ تھا پھر جب ضلع ملیر بنا دیا گیا تو یہ ضلع ملیر میں شامل کر دیا گیا۔ 2000ء میں جب ٹاؤن سسٹم کو لاگو کیا گیا اور کراچی کو 18 ٹاؤنز میں تقسیم کر دیا گیا تو بن قاسم کو بھی ایک ٹاؤن بنا دیا گیا۔ اب نئے ضلعی ٹاؤن سسٹم میں بھی اس ٹاؤن کی حیثیت کو برقرار رکھا گیا ہے مگر اب اس ٹاؤن کا نام تبدیل کر کے ابراہیم حیدری ٹاؤن رکھ دیا گیا ہے۔

یہ ٹاؤن قائد آباد سے شروع ہوتا ہے اور گھگھر پھاٹک تک جاتا ہے جبکہ منزل پمپ سے ابراہیم حیدری تک بن قاسم ٹاؤن ہی رہتا ہے۔ پہلے کبھی اس علاقے میں آبادی بہت کم تھی مگر اب صنعتوں کی وجہ سے اس علاقے میں آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس پورے ٹاؤن میں مقامی قدیم آبادی بہت کم ہے مگر پورے پاکستان سے بڑی تعداد میں لوگ یہاں آباد ہیں۔ اسی لیے اس ٹاؤن میں عزاداری 2000ء کے عشرے کے اوائل میں پروان چڑھنا شروع ہوئی۔

سکھن ندی کے اطراف کی عزاداری:

سکھن دراصل سندھی زبان کا لفظ ہے جو سکھ سے نکلا ہے جس کے معنی سوکھا ہوا یعنی سوکھا ہوا دریا کے ہیں۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو اس ندی میں پانی آتا ہے جو اس علاقے میں سرسبزی اور شادابی کی خبر دیتا ہے۔ اس لیے اس ندی کو سکھ ندی نہیں بلکہ سکھن ندی یعنی شادابی کی خبر دینے والی ندی کہا جاتا ہے۔

قائدہ آباد کے پل کے پاس ملیر ندی میں دو مزید ندیوں کا اضافہ ہوتا ہے جن میں ایک تھدو ندی ہے جو کہ گڈاپ، ملیر کینٹ، کھوکھراپار اور بکرا پیڑھی ملیر سے ہوتی ہوئی قائدآباد کے پل کے نیچے ملیر ندی میں آکر گر جاتی ہے۔ جبکہ دوسری سکھن ندی ہے جو کہ کاٹھور کے پہاڑوں سے نکلتی ہے اور موجودہ ڈی ایچ اے سٹی سے ہوتی ہوئی درسنو چھنو، اسٹیل ٹاؤن، رزاق آباد اور جوگی موڑ کی آبادی کے پیچھے سے ہوتی ہوئی قائدآباد کے پل کے نیچے ملیر ندی میں شامل ہوجاتی ہے۔ اگر نقشے پر غور کیا جائے تو درمیان میں ملیر ندی ہے جبکہ اس کے الٹے ہاتھ پہ تھدو ندی اور سیدھے ہاتھ پر سکھن ندی ہے۔ سکھن ندی کے اطراف کی عزاداری کا مطلب ہے سکھن ندی سے الٹے ہاتھ پر ملیر ندی تک اور سکھن ندی کے سیدھے ہاتھ پر نیشنل ہائی وے تک کی عزاداری۔

مدینہ کالونی کی عزاداری:

ملیر سے جب قائدآباد کا پل پار کرتے ہیں تو ندی کے کنارے کنارے پر جہاں ملیر ندی اور سکھن ندی آپس میں ملتی ہیں مدینہ کالونی کی آبادی موجود ہے۔ یہاں پر اکثریت KPK اور پنجاب کے لوگوں کی ہے۔

مسجد وامام بارگاہ مسلم ابن عقیل:

یہ پورا علاقہ دراصل قیام پاکستان سے پہلے کے ایرانیوں کی ملکیت ہے۔ کیونکہ اس علاقے میں پنجاب اور KPK کے مومنین کی بھی بڑی تعداد موجود ہے اس لیے یہاں پر ایرانیوں نے مسجد وامام بارگاہ کیلئے ان لوگوں کو زمین دے دی۔ اس طرح یہاں پر مسجد وامام بارگاہ مسلم ابن عقیل تعمیر کیا گیا۔ مسجد

وامام بارگاہ مسلم بن عقیل میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کے علاوہ ایام عزا میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ اس کے قیام سے اب تک منعقد کیا جارہا ہے جبکہ مخصوص اسلامی دنوں میں یہاں پر مجالس اور میلاد بھرپور انداز میں منعقد کیے جاتے ہیں۔ یہاں کے پیش امام جناب مولانا جمشید نقوی صاحب ہیں جبکہ منیر شاہ صاحب تمام انتظامی امور کو دیکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس علاقے میں ایک نیا امام بارگاہ مسجد وامام بارگاہ حیدر کرار کے نام سے بھی بنا ہے۔

ماروی گوٹھ کی عزاداری:

اصل لفظ دراصل مارئی گوٹھ ہے مگر کثرت استعمال سے اب یہ ماروی گوٹھ کہلاتا ہے۔ یہ گوٹھ نیشنل ہائی وے پرایبٹ لیباٹریز سے سکھن ندی کے درمیان واقع ہے۔

جامعہ مسجد حسینی وامام بارگاہ قائم آل محمدؑ:

جامع مسجد حسینی وامام بارگاہ قائم آل محمد کے بانی جناب حب علی لاکھو صاحب ہیں جن کا تعلق خیر پور سے ہے۔ پہلے آپ جعفر طیار سوسائٹی میں رہتے تھے۔ 1980ء کی دہائی میں ماروی گوٹھ منتقل ہوئے اور مسجد وامام بارگاہ کی بنیاد رکھی اور ایک کمرے سے مسجد کا آغاز کیا۔ اب یہ دومنزلہ عمارت ہے جس میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اور آس پاس کی فیکٹریوں کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اس علاقے میں خادم حسین بھکٹی کے قبیلے کے مومنین آباد ہیں۔

اپنے قیام کے پہلے دن سے ایام عزا میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جارہا ہے جبکہ مخصوص اسلامی دنوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

9 محرم کو اس امام بارگاہ میں بعد ختم مجلس ایک بڑا جلوس برآمد کیا جاتا ہے جس میں تابوت روہڑی کے جلوس کی طرز پر برآمد کیا جاتا ہے۔ اس جلوس میں آس پاس کی آبادی سے بھی بہت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

امام بارگاہ قائد آباد:

جامعہ مسجد حسینی کے بالکل پیچھے محکمہ پولیس کے ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی صاحب نے حال ہی میں امام بارگاہ قائد آباد کے نام سے ایک امام بارگاہ بنایا ہے۔

آغا باغ کی عزاداری:

سکھن ندی کی دوسری طرف یعنی ملیر ندی اور سکھن ندی کے درمیان میں آغا باغ کا علاقہ آتا ہے۔ آغا باغ کا یہ علاقہ دراصل ایرانیوں کی ملکیت ہے اور یہاں ایرانی پاکستان بننے سے بھی کافی پہلے سے رہ رہے ہیں۔ آغا باغ سے لے کر قائد آباد کی کمرشل پٹی تک ساری زمین دراصل انہی ایرانیوں کی ہے۔ ان ایرانیوں میں اکثریت اثنا عشری کی ہے جبکہ کچھ تعداد میں ایرانی بلوچ بھی موجود ہیں۔ کمال ایرانی اور معروف صحافی نرگس بلوچ کا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے۔

مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباس:

ایرانیوں کے امام بارگاہ کا پہلے نام ہی دراصل آغا باغ تھا جو پاکستان بننے سے پہلے یہاں موجود تھا۔ اس علاقے کی عزاداری بھی انتہائی قدیم ہے جو پاکستان کے قیام سے پہلے کی ہے۔ یہاں امام بارگاہ ابوالفضل العباس کے نام سے ایک امام بارگاہ موجود ہے جہاں نماز کے علاوہ بھرپور انداز میں عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔ ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ کراچی میں عزاداری منعقد کرنے کے باوجود ایرانیوں نے کراچی کے انداز کی عزاداری سے بہت زیادہ اثر نہیں لیا بلکہ ان کے ہاں ایرانی انداز سے ہی عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔ مجالس بھی عام طور پر فارسی زبان میں ہوتی ہیں جبکہ علم بنانے اور دیگر عزاداری کا انداز بھی قدیم ایرانی ہے۔ یہاں بچوں اور خواتین کے لیے ایک الگ مدرسہ بھی موجود ہے جو بہت بہتر انداز میں کام کر رہا ہے۔

جوگی موڑ کی عزاداری:

ہندوؤں کے ایک خانہ بدوش مارواڑی قبیلے کو سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے دور حکومت میں مستقل رہائش کے لیے دو جگہ آباد کیا تھا۔ یہ قبیلہ پیشے کے اعتبار سے چڑی مار یعنی پرندوں کی خرید و فروخت کا کام کرنے والا ہے۔ جبکہ اس قبیلے کے کچھ لوگ جوگی تھے یعنی سانپوں کو پکڑنے کا کام کرتے تھے۔ انہی جوگیوں کی مناسبت سے یہ علاقہ جوگی موڑ کے نام سے مشہور ہو گیا اور اتنا مشہور ہوا کہ یہاں کے کالج کا نام گورنمنٹ ڈگری کالج قائد آباد ہے مگر اس کو کوئی اس نام سے نہیں جانتا سب جوگی موڑ کا کالج کہتے ہیں۔ جوگی موڑ کا علاقہ کیپا موٹرز کے شوروم کے پاس ہائی وے سے لے کر سکھن ندی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس ہندو مارواڑی قبیلے میں سے کافی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور وہ شیخ برادری کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اندرون سندھ اور بلوچستان کے لوگ یہاں بڑی تعداد میں آباد ہیں جن میں خیر پور، لاڑکانہ اور شکار پور کے مومنین شامل ہیں۔

کامریڈ امیر حسین قمبرانی کا امام بارگاہ:

جوگی موڑ کے حسن پنہور گوٹھ میں بالکل نیشنل ہائی وے کے پاس ہی یہ امام بارگاہ قائم کیا گیا ہے۔ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

مرکزی مسجد و امام بارگاہ حسینی:

اوڈھا برادری کے سربراہ اور شکار پور کے علاقہ گڑھی یاسین کے زمیندار سمندر علی اوڈھو نے اپنی برادری کے تعاون سے زر کثیر خرچ کر کے شاندار مسجد کا تعمیراتی کام تقریباً مکمل کرالیا ہے۔ اس مسجد و امام بارگاہ کے آس پاس زیادہ تر شکار پور کے اوڈھا برادری والے ہی رہتے ہیں۔ یہاں پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے جبکہ بچوں کے لیے ایک مدرسہ بھی بہت موثر انداز میں چل رہا ہے۔ سکھن ندی کے ساتھ ساتھ یہ مومنین کی بہت بڑی آبادی ہے۔ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ

منعقد کیا جاتا ہے۔ یہاں دو ہاتھ کی انجمنوں کی کئی ماتمی سنگتیں بھی ہیں۔ یہاں سے برآمد ہونے والے جلوسوں میں ہر مکتب فکر کے لوگ شریک ہوتے ہیں جبکہ ہندو برادری کے لوگ بھی عزاداری میں بھرپور انداز میں شرکت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جن جلوسوں میں زنجیر کا ماتم کیا جاتا ہے ہندو برادری کے کچھ لوگ بھی اس ماتم میں شریک ہو کر زنجیر زنی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امام بارگاہ میں مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ شاہ نجف:

مرکزی مسجد و امام بارگاہ حسینی ہی کی روڈ پر سکھن ندی کے ساتھ ساتھ آگے جا کر گلشن وقار میں مسجد و امام بارگاہ شاہ نجف ہے۔ یہاں مسجد میں پانچوں وقت کی نماز کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے ایک مدرسہ بھی قائم ہے اور علامہ نشان حیدر ساجدی مستقل درس بھی دیتے ہیں۔ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

سکھن ندی کے کنارے کنارے یہ روڈ جو مرکزی حسینی مسجد و امام بارگاہ سے مسجد و امام بارگاہ شاہ نجف تک ہے ایام عزا میں اس کا رنگ بالکل الگ ہو جاتا ہے اور انتہائی بھرپور انداز سے عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔ خاص کر یکم محرم سے عاشور تک اس مخصوص روڈ پر جعفر طیار اور انچولی جیسا گمان ہوتا ہے۔ ہر جگہ جلوس اور مجالس برپا ہو رہی ہوتی ہیں اور صدائے ماتم سنائی دی جا رہی ہوتی ہیں۔

یہاں اتحاد البین المسلمین کا بھی بہترین مظاہرہ ہوتا ہے۔ امام بارگاہ شاہ نجف سے 12 ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی کی مناسبت سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو مقررہ راستوں سے گشت کرتا ہوا گورنمنٹ ڈگری کالج قائد آباد چوک پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

سکھن ندی کے اطراف شیخ برادری کی عزاداری:

شیخ برادری کی جانب سے جشن مولود کعبہ اور جشن عید غدیر کا ایک بڑا پروگرام اسی علاقے میں منعقد

کیا جاتا ہے۔ شیخ برادری اور دیگر یہاں کے رہائشی مزدور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور انتہائی غریب ہیں مگر عزاداری انتہائی جوش وخروش سے منعقد کرتے ہیں۔

شیخ برادری میں عزاداری کے بانی نیاز حسین شیخ مرحوم تھے جو چھولے کندھے پہ رکھ کر فروخت کیا کرتے تھے اور اپنی آمدنی میں سے قطرہ قطرہ کر کے جمع کرتے تھے اور پھر عزاداری منعقد کیا کرتے تھے۔ اسی شیخ برادری کا بڑا حصہ لانڈھی 89 میں رہتا ہے تاہم وہ تمام بھی عزاداری کی تمام رسومات سکھن ندی کے پاس ہی انجام دیتے ہیں۔

شکار پوری سادات کا امام بارگاہ:

گلشن وقار کی آبادی میں جہاں امام بارگاہ شاہ نجف واقع ہے اسی روڈ پر آگے جا کر شکار پور سندھ کے سادات کا ایک قدیمی عزاخانہ ہے جہاں پر ایک اونچا علم بھی نصب ہے۔ یہاں یہ سادات اپنے انداز میں عزاداری کو منعقد کرتے ہیں۔ اسی امام بارگاہ میں علاقے کے لوگوں کے لیے بورنگ کر کے پانی کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔

جام کنڈو کی عزاداری:

سکھن ندی اور ملیر ندی کے درمیان میں ایک جگہ کو جوکھیہ قبیلے کے سرداروں نے آباد کیا تھا اسی حوالے سے اس کا نام جام کنڈو پڑ گیا۔ اس علاقے میں دو گھروں میں باقاعدہ عزاخانے استاد عبدالغفار خاصخیلی اور استاد عمر کے ہیں جہاں ایام عزا میں باقاعدہ عزاداری منعقد کی جاتی ہے اور کچھ عرصے سے یکم محرم سے عاشورتک عشرہ منعقد کیا جارہا ہے۔

یوسف عارفانی گوٹھ کی عزاداری:

سکھن ندی اور نیشنل ہائی وے کے درمیان جوگی موڑ سے آگے عین FAST یونیورسٹی کے سامنے بھینس کالونی کے موڑ پر یوسف عارفانی گوٹھ ہے۔ اس گوٹھ میں منگن ہار قبیلے کے افراد بڑی تعداد میں

رہتے ہیں جن کی اکثریت اثنا عشری ہے۔ یہ ایک میراثی قبیلہ ہے اس لیے اکثر نوحہ خواں، نعت خواں اور منقبت خواں انہی لوگوں کے پاس آکر سوز اور طرز بنواتے ہیں۔

مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباس:

مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباس کے بانی رکن ورہام علی فقیر ہیں اور انہی کے زیر نگرانی یہ امام بارگاہ چلایا جاتا ہے۔ یہاں پانچوں وقت کی باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے جبکہ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

یوم عاشور کا سب سے بڑا جلوس اسی امام بارگاہ سے برآمد کیا جاتا ہے جو سجاد علی کاندھیڑو کی قیادت میں پورے علاقے کا گشت کرتا ہوا قومی شاہراہ پر آتا ہے اور واپس مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا ہے تاہم دوران جلوس نماز باجماعت بھی ادا کی جاتی ہے۔

یوسف عارفانی گوٹھ سے قریب گچل محلہ میں 2014 سے سیدالمرسلین ٹرسٹ کا باقاعدہ قیام عمل میں لایا گیا اس کے تحت ایک مدرسہ چلایا جارہا ہے جہاں مولانا جان محمد جعفری تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

چوکنڈی کے قبرستان پر عزاداری:

یوسف عارفانی گوٹھ سے تھوڑا آگے نیشنل ہائی وے اور سکھن ندی کے درمیان چوکنڈی کا قدیمی قبرستان ہے۔ یہ قبرستان نیشنل ہائی وے سے ہی نظر آرہا ہوتا ہے۔ چوکنڈی طرز کے قبرستان ملیر میں کافی جگہ پر ہیں مگر یہ قبرستان سب سے زیادہ مشہور ہے اور سب سے بڑا ہے۔ یہ قبرستان سولہویں اور سترویں صدی عیسوی میں قائم ہوا اور اس میں قبائلی جنگوں میں مرنے والے سپاہیوں کی بڑی تعداد ہے۔ ان قبروں کی طرز تعمیر ایک جیسی ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

مسجد و امام بارگاہ علی ابن ابی طالب چوکنڈی قبرستان:

اس قبرستان میں نامور شاعر شمشیر الحیدری اور تاجل بیوس کی قبروں کے پاس محکمہ اثار قدیمہ کے ملازم جناب زوار علی ڈینو ملاح صاحب کی رہائش گاہ ہے جو اس قبرستان کی چوکیداری پر مامور ہیں۔ آپ کی والدہ جن کی عمر اس وقت 2008ء میں 100 سال سے زیادہ تھی۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ گھر میں امام حسین علیہ السلام کے ذکر کے لیے عزاخانہ بنایا جائے۔ اس بات کا ذکر انہوں نے قبرستان کا دورہ کرنے والے ایک دانشور جناب رضا مہدی سے بھی کیا۔ رضا مہدی صاحب نے ایام عزا کے شروع کے دنوں میں مجلس کا انتظام کروا دیا۔ مگر سب اس بات سے خوفزدہ تھے کہ اس پورے علاقے میں کسی کو نہیں جانتے تو مجلس میں کون آئے گا۔ اللہ ڈینو صاحب کے بیٹے نے اتفاقیہ طور پر ایک عجیب کام کیا اور مجلس شروع ہونے سے کچھ گھنٹے پہلے مائک لگا کر نوحے چلا دیے۔ جب رضا مہدی صاحب ذاکر کو لے کر پہنچے تو حیران رہ گئے عزاداروں سے پورا گھر بھر گیا تھا اور باہر لوگ بڑی تعداد میں کھڑے ہوئے تھے۔ مولانا صاحب کو ممبر تک لانے میں باقاعدہ جدوجہد کرنا پڑی۔ اصل وجہ یہ تھی کہ آس پاس کی آبادیوں میں اندرون سندھ اور اندرون بلوچستان کے مومنین بڑی تعداد میں رہتے تھے مگر ان کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں تھا۔ جب ان لوگوں نے مائک سے نوحوں کی آواز سنی تو بقول ان لوگوں کے اس ویرانے میں نوحوں کی آواز سنتے ہی ہماری روح تک سرشار ہوگئی اور بغیر سوچے سمجھے ہم لوگ اس مجلس کی طرف کھنچے چلے آئے۔

یوں 2008ء سے یہاں باقاعدہ عزاداری قائم ہوگئی ہے اور مسجد و امام بارگاہ علی ابن ابی طالب قائم ہے جبکہ پانچوں وقت کی نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں۔ یہاں پر اکثریت عوام شاہ لطیف ٹاؤن سے آتی ہے۔

چوکنڈی کے قبرستان کے دوسرے کونے پر خدا بخش گوٹھ ہے جہاں شکار پور کے سولنگی برادری کے مومنین بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ یہاں باقاعدہ کوئی امام بارگاہ تو نہیں ہے مگر گھروں میں عزاداری

منعقد ہوتی ہے تاہم مرکزیت اس پورے علاقے میں مسجد و امام بارگاہ علی ابن ابی طالب سے ہے۔

عبداللہ گوٹھ کی عزاداری:

عبداللہ گوٹھ بھی سکھن ندی کے سیدھے ہاتھ پر قومی شاہراہ پر لگی ہوئی آبادی ہے۔اس علاقے میں آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔اس کی بڑی وجہ قائم ہونے والی مختلف صنعتیں ہیں۔اس گوٹھ اور اس کے اطراف میں 3 امام بارگاہ ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جامعہ مسجد و امام بارگاہ حسینی:

جب عبداللہ گوٹھ کو آباد کیا جا رہا تھا تو ابتدا میں ہی ڈی ایس پی شہید صادق شاہ نے جامعہ مسجد و امام بارگاہ حسینی کو قائم کر دیا تھا اور عاشق حسین مرحوم کو جن کا تعلق پنجاب سے تھا متولی مقرر کر دیا تھا۔عاشق حسین صاحب کا جوان بیٹا بھی یہاں مسجد کے پاس شہید ہو گیا تھا اس کے باوجود عاشق حسین صاحب جو کہ بنیادی طور پر مزدور ہیں اور ان کے گھر کی خواتین بھی گھروں میں نوکری کرتی ہیں۔پورا گھر اپنی آمدنی سے قطرہ قطرہ جمع کر کے ایام عزا میں عزاداری منعقد کرتا ہے۔شہید DSP صادق شاہ صاحب مختلف نئی بننے والی سوسائٹیز میں عام طور پر پلاٹ حاصل کر کے اسے مسجد و امام بارگاہ حسینی کے نام سے رجسٹرڈ کرا دیا کرتے تھے اور کسی مخلص مومن کو متولی مقرر کر دیتے تھے۔

مسجد و امام بارگاہ زین العابدینؑ:

اسٹیل مل کے سابق ملازم سید امید علی شاہ رضوی جو کنڈیارو کے رہنے والے ہیں۔عبداللہ گوٹھ میں مسجد و امام بارگاہ کی بنیاد رکھی اور اس کو چلانے کے لیے باقاعدہ ایک ٹرسٹ کو بھی رجسٹرڈ کروالیا۔اب زین العابدین ٹرسٹ کے تحت مسجد و امام بارگاہ زین العابدین کو چلایا جاتا ہے۔اس ٹرسٹ کے تحت یہاں ایک مدرسہ بھی قائم ہے۔نماز پنجگانہ کے علاوہ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ شمس تبریز:

عبداللہ گوٹھ کے قریب شمس تبریز سوسائٹی میں ایک نیا امام بارگاہ بنایا گیا ہے اور اس کے علاوہ آگے ایک اور جگہ رضوی سادات کی نگرانی میں گھر کے اندر امام بارگاہ بنایا گیا ہے ان دونوں امام بارگاہوں میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

رزاق آباد کی عزاداری:

رزاق آباد بھی نیشنل ہائی وے کے الٹے ہاتھ پر موجود ہے۔ اس علاقے کو عبدالرزاق بلوچ نے جو کہ گبول بلوچ تھے آباد کیا تھا۔ اسی مناسبت سے اس علاقے کا نام رزاق آباد پڑ گیا۔ رزاق آباد ہی دراصل بن قاسم ٹاؤن کا ہیڈ آفس ہے اور یہیں سے پورے ٹاؤن کا انتظام سنبھالا جاتا ہے۔

مسجد وامام بارگاہ باب الحوائج:

رانی پور خیر پور کے علی حیدر ٹگھڑ نے رزاق آباد میں ہی مسجد وامام بارگاہ باب الحوائج قائم کی ہے۔ یہاں باجماعت نماز پنجگانہ ادا کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

سات محرم کو یہاں سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مسجد وامام بارگاہ باب الحوائج میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

سید خدا ڈینو شاہ تقوی سادات سے تعلق رکھتے ہیں اور ملیر کے قدیم باشندے ہیں پہلے پورٹ قاسم کے پاس رہائش پذیر تھے جہاں انہی کے خاندان کے بزرگ حسن شاہ صاحب کا مزار بھی ہے۔ اس مزار پر 12 اماموں کے نام درج ہیں۔ گو کہ شاہ صاحب خود اثنا عشری نہیں ہیں مگر 12 اماموں کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔ جب پورٹ قاسم کی تعمیر شروع ہوئی تو ان لوگوں کو وہاں سے منتقل کر کے متبادل زمین

رزاق آباد میں دے دی گئی۔ یہ لوگ اپنے عقیدے کے مطابق اپنے گھروں میں علم لگاتے ہیں اور ایام عزا میں بھرپور انداز میں اپنے مطابق عزاداری منعقد کرتے ہیں۔

مسجد و امام بارگاہ خدیجۃ الکبریٰ:

دھنی پر تو گوٹھ رزاق آباد میں مسجد و امام بارگاہ خدیجۃ الکبریٰ بلوچستان کے لاشاری قبائل کے عالم مولانا محمد نواز لاشاری کے زیر نگرانی 2013 میں قائم ہوا۔ آپ کے خاندان کے افراد یہاں مزید جمع ہو گئے جس سے عزاداری کے لیے ایک مضبوط پلیٹ فارم بن گیا۔ اب یہاں مسجد و امام بارگاہ تعمیرات کے آخری مراحل میں ہے۔

اسٹیل ٹاؤن اور گلشن حدید کی عزاداری:

پاکستان کے سب سے بڑے اسٹیل مل کو جب 1975 میں ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے روس کی حکومت کے تعاون سے قائم کیا تو یہاں پر رہائشی منصوبے کا بھی اہتمام کیا گیا جس کو اسٹیل ٹاؤن کا نام دیا گیا۔ اسٹیل ٹاؤن اور اس سے ملحقہ گلشن حدید میں درج ذیل مسجد و امام بارگاہیں۔

مرکزی جامعہ مسجد و امام بارگاہ جعفریہ اسٹیل ٹاؤن:

جب اسٹیل ٹاؤن کا نقشہ بنایا جا رہا تھا تو جرار حسن رضوی اس سروے کے عمل میں شامل تھے۔ انہی کی کوششوں کی وجہ سے مسجد و امام بارگاہ کے لیے جگہ بالکل نیشنل ہائی وے کے پاس الاٹ کر دی گئی۔ یہ اتنی بڑی جگہ ہے کہ شاید کراچی میں اس سے بڑا کوئی امام بارگاہ نہ ہو۔

جب اسٹیل ٹاؤن نیا نیا وجود میں آیا تھا تو کوئی امام بارگاہ موجود نہیں تھا لوگ خیبر روڈ پر ایک میدان میں یکم محرم سے عاشور تک ٹینٹ لگا کر عزاداری کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ارد گرد دور دور تک کہیں نماز جمعہ نہیں ہوا کرتی تھی اس لیے اسی خیبر روڈ والے میدان میں ٹینٹ لگا کر نماز جمعہ کا انعقاد ہر جمعہ کو کیا جاتا۔ یہاں تک کہ اسٹیل مل کی انتظامیہ نے مسجد و امام بارگاہ کے لیے نقشے میں موجود جگہ دے دی۔ اب

یہاں جعفریہ کمپلیکس بنایا گیا ہے۔ یہاں پر جمعہ کی نماز میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

مسجد سلمان فارسی:

اسٹیل ٹاؤن میں ہی مسجد سلمان فارسی بھی قائم ہے جہاں پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھرپور انداز میں عزاداری بھی منعقد کی جاتی ہے۔ اس مسجد کو اسٹیل مل کے سابق سی ای او جناب لودھی صاحب کی خصوصی دلچسپی سے فوری طور پر بنایا گیا تھا۔

مسجد و امام بارگاہ صاحب العصر:

گلشن حدید فیز 2 میں مسجد و امام بارگاہ صاحب العصر قائم کیا گیا ہے اس کا افتتاح آقا بہاوالدینی صاحب نے کیا تھا۔ مولانا جواد نقوی صاحب کے مدرسے کی زیر نگرانی یہ مسجد چلائی جاتی ہے۔ اس مسجد میں باجماعت پانچوں وقت کی نماز کے علاوہ یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

سات محرم کو اسی مسجد و امام بارگاہ سے ایک جلوس نماز ظہرین کے بعد برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں پر گشت کرتا ہوا جعفریہ کمپلیکس اسٹیل ٹاؤن پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ اس پورے علاقے کا مرکزی جلوس ہوتا ہے جس میں مومنین بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہیں جبکہ ماتمی دستے اور سنگتیں بھی خاصی تعداد میں ہوتی ہیں۔

شاکر عباس صاحب کا امام بارگاہ:

گلشن حدید فیز 3 میں شاکر عباس مرحوم نے جن کا تعلق محمدی ڈیرہ ملیر سے تھا ایک امام بارگاہ قائم کیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا خانوادہ اس امام بارگاہ کے انتظام کو دیکھتا ہے۔ اس امام بارگاہ میں یکم

محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ اعجاز حسین:

جناب سید ابوالحسن جعفری صاحب جن کا تعلق شاہ گنج آگرہ سے تھا۔ آپ پہلے گولی مار میں امام بارگاہ جعفریہ کے پاس رہائش پذیر تھے۔ 1983 میں اسٹیل ٹاؤن منتقل ہوئے اسٹیل ٹاؤن میں ابھی عزاداری اپنا وجود بنا رہی تھی ان حالات میں جناب سید ابوالحسن جعفری صاحب اور ان کے پورے خاندان نے اس علاقے میں عزاداری کو مضبوط کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ 1989ء میں آپ کا خاندان گلشن حدید فیز 1 میں منتقل ہو گیا جہاں آپ نے اپنے دادا اعجاز حسین کے نام سے ایک امام بارگاہ بنایا۔ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ اس امام بارگاہ سے مختلف جلوس بھی برآمد ہوتے ہیں۔ اس امام بارگاہ میں چھ محرم کو حضرت علی اصغر کا جھولا برآمد ہوتا ہے اس کے علاوہ نو محرم کو ایک منتی تابوت بھی برآمد ہوتا ہے جس کی روایت گولی مار سے چلی آ رہی ہے۔

سومار گوٹھ کی عزاداری:

سومار گوٹھ گلشن حدید کے بالکل برابر میں ایک نئی آبادی ہے اس میں مومنین کافی تعداد میں آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ ایام عزا کے دوران یہاں کافی گھروں میں عزا خانے قائم ہوتے ہیں جہاں مردوں اور عورتوں کی مجالس برپا کی جاتی ہیں۔ انہی لوگوں کی جانب سے نیشنل ہائی وے پر سبیلیں بھی لگائی جاتی ہیں۔

گھگھر گوٹھ کی عزاداری:

گھگھر گاؤں جو کہ گھگھر پھاٹک کی وجہ سے بہت زیادہ مشہور ہے اور اسی وجہ سے گھگھر پھاٹک کا علاقہ کہلاتا ہے۔ اسی پھاٹک پر آ کر کراچی شہر ختم ہو جاتا ہے اور ضلع ٹھٹھہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ کراچی کی

قدیمی آبادیوں میں سے ایک ہے۔ یہاں مقامی مومنین کے علاوہ خیر پور، لاڑکانہ اور شکار پور کے مومنین بھی بڑی تعداد میں رہائش پذیر ہیں۔ یہاں کی عزاداری کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جامعہ مسجد و امام بارگاہ مدینۃ العلم:

یہ مسجد و امام بارگاہ 2005 میں قائم ہوا۔ یہاں نماز جمعہ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے اور بڑی تعداد میں جمعہ پڑھنے لوگ آتے ہیں۔ یہاں کے پیش امام جناب مولانا اختر عباس نقوی ہیں جن کا تعلق علی پور چھٹہ سے ہے۔ یہاں پر جان محمد جانی صاحب مرکزی جلوسوں کی قیادت کرتے ہیں۔

مولانا صادق علی پھولیدی کا امام بارگاہ:

گھگھر گوٹھ میں مولانا صادق علی پھولیدی صاحب نے ایک الگ امام بارگاہ قائم کروایا ہے جہاں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

فقیر فیض علی مگسی کا عزاخانہ:

گھگھر کے علاقے میں فقیر فیض علی مگسی صاحب نے بہت خوبصورت امام بارگاہ اور مسجد قائم کی ہے۔ یہاں پانچوں وقت کی باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے جبکہ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) وادی ملیر (حمید ناضر)

۲) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۳) شہروں میں شہر کراچی (نسرین اسلم شاہ)

۴) جناب پروفیسر بیدار جعفری سے حاصل کردہ معلومات

۵) جناب رضا مہدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۶) جناب پروفیسر ریاض مہدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۷) زوار نور احمد صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۸) جناب مظہر صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۹) جناب نذیر عالم جعفری صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۰) جناب رفعت عطا زیدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۱) جناب ثمر عباس صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۲) وکیپیڈیا

پیپری اور بقیہ بن قاسم ٹاؤن کی عزاداری اور تاریخ پر ایک نظر

بن قاسم ٹاؤن کی عزاداری کو بیان کرنے کیلئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک قائد آباد سے گھر جاتے ہوئے نیشنل ہائی وے کے الٹے ہاتھ کی طرف کا علاقہ اور دوسرا نیشنل ہائی وے کے سیدھے ہاتھ کی طرف کا علاقہ۔ پہلے حصے میں نیشنل ہائی وے کے الٹے ہاتھ کی طرف کے علاقے کی عزاداری کو بیان کیا گیا تھا۔ اب دوسرے حصے میں نیشنل ہائی وے کے سیدھے ہاتھ کی طرف کے علاقے کی عزاداری کو بیان کیا جائے گا۔

کچھ ذکر پیپری کا:

نیشنل ہائی وے اور مین ریلوے لائن کے درمیان دوسری طرف سے اسٹیل مل اور چاول کے گودام کے درمیان میں واقع پیپری کا علاقہ 22 سندھی گوٹھوں پر مشتمل ہے۔ اسی علاقے میں مختلف کارخانوں کے علاوہ ریلوے کا ایک بڑا مارشلنگ یارڈ بھی ہے۔ یہاں مومنین بڑی تعداد میں رہائش پذیر ہیں ان میں خیرپور، لاڑکانہ اور شکارپور کے مومنین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ پیپری کے اس علاقے میں 10 امام بارگاہ قائم ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

زوار نور محمد کا پڑ:

کراچی کے قدیم پڑوں میں سے ایک زوار نور احمد کا پڑ (مخصوص امام بارگاہ) بھی ہے۔ یہ 50 سال سے زیادہ پرانا ہے۔ پرانے زمانے میں اس پڑ میں ذوالجناح بھی باندھا جاتا تھا۔ یہ علاقہ بھی زوار نور احمد نے ہی آباد کیا تھا۔ آپ نے خواب میں اپنے آپ کو پانچ محرم کے دن امام حسین علیہ السلام کا جلوس نکالتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پانچ محرم کو جلوس برآمد کرنا شروع کیا اور یہ جلوس آج تک پانچ محرم

کو آپ کی پڑ سے برآمد ہوتا ہے۔ پانچ محرم کا یہ جلوس اب اس علاقے کا مرکزی جلوس ہے۔ اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشورا تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

مصطفیٰ اثنا عشری مسجد و امام بارگاہ:

2003 میں زوار نور محمد نے اپنے ذاتی پلاٹ کو مسجد و امام بارگاہ مصطفیٰ کے لیے وقف کر دیا۔ اس مسجد میں پنجگانہ نماز با جماعت ہوتی ہے اور بہترین انداز میں ایک مدرسہ بھی چلتا ہے۔ اس ہی مسجد میں غسل و کفن کے لیے ایک ٹیم تیار کی گئی ہے جو کہ پورے پیپری میں غسل و کفن کا کام بغیر کسی قوم و مسلک کے کرتی ہے۔ کراچی شہر کے مرکزی جلوسوں اور دیگر مرکزی پروگرامز میں شرکت کے لیے بڑے پیمانے پر ٹرانسپورٹ کی سروس بھی اسی مسجد سے چلائی جاتی ہے۔ پورے علاقے میں عید کی نماز کا سب سے بڑا اجتماع بھی اسی مسجد میں منعقد ہوتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ ناد علی:

یہ مسجد و امام بارگاہ ناد علی زوار نور احمد صاحب کے کہنے پر ایک تاجر محمد علی پیرزادہ نے تعمیر کروایا تھا۔ اس تین منزلہ مسجد و امام بارگاہ میں ایک مدرسہ بھی قائم ہے اس کے علاوہ یہ امام بارگاہ اس پورے علاقے میں عزاداری کا بڑا مرکز ہے۔ اس مسجد و امام بارگاہ میں نماز پنجگانہ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ اس امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کرنے کے علاوہ سال بھر مجالس اور محافل کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ امام مہدیؑ:

اسٹیل ٹاؤن کے پاس ہی قومی شاہراہ کے نزدیک ٹیلے پر ایک درگاہ جلالی بابا بنی ہے جہاں مسجد و امام بارگاہ مہدی قائم کی گئی ہے۔ 8 محرم کا مرکزی جلوس اسی امام بارگاہ سے برآمد ہوتا ہے جو قومی شاہراہ کو عبور کر کے مرکزی مسجد و امام بارگاہ اسٹیل ٹاؤن میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ نویں اور دسویں محرم کو بھی اسی

طرح سے ایک جلوس اس امام بارگاہ سے برآمد ہوتا ہے اور جامع مسجد و امام بارگاہ اسٹیل ٹاؤن پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ تمام جلوس سید امید علی شاہ لکیاری کی سرپرستی میں برآمد کیے جاتے ہیں۔ یہ تینوں جلوس 2000ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہیں۔

مسجد و امام بارگاہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:

یہاں نماز پنجگانہ تو ہوتی ہے مگر باجماعت نماز عام طور پر نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشورا تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباسؑ:

یہ مسجد و امام بارگاہ علی محمد گوٹھ نمبر 2 میں قائم ہے۔ یہاں نماز پنجگانہ باجماعت مولانا جابر صاحب کی پیش امامی میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشور تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

یوم عاشور کو ملنگوں کا ایک بہت بڑا جلوس علی محمد گوٹھ سے عظیم فقیر کی قیادت میں برآمد ہوتا ہے۔ اس جلوس میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا صنعتی علاقے میں امام بارگاہ قیصر عباس میں قیام پذیر ہوتا ہے اور پھر ظہرین کی نماز کے بعد دوبارہ برآمد ہوجاتا ہے اور پھر وہاں سے براہ راست اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ جاگیر علی اکبر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

مسجد جمکران:

یہ مسجد اسلم عابدی صاحب نے بنائی ہے یہاں نماز پنجگانہ کی باجماعت نماز ہوتی ہے اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشور تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں

میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

درسگاہ محمد و آل محمدؐ:

اس مسجد میں باجماعت نماز پانچوں وقت میں ہوتی ہے۔ یہاں بچوں کے لیے ایک الگ مدرسہ بھی چلتا ہے۔ اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشورا تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

مسجد پنجتنی:

یہ مسجد گہرام جکھنی پیپری میں قائم ہے۔ یہاں پانچوں وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہے۔ یہ خیر پور کے ملاحوں کا محلہ ہے۔ یہاں پیش امام کے فرائض مولانا انصاف علی حیدری صاحب انجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشور تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ منتظرین امام مہدیؑ:

علی محمد گوٹھ نمبر 2 میں لاڑکانہ کی عباسی برادری کا ایک امام بارگاہ ہے جو اس برادری کے ایک فرد نے اپنے گھر کے نچلے حصے کو مختص کر کے بنایا ہے۔ یہاں مختلف اسلامی تاریخوں میں عورتوں اور مردوں کی مجالس منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ عشرہ اولا میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے۔

المصطفی کمیونٹی سینٹر برائے خواتین:

المصطفی کمیونٹی سینٹر صرف خواتین کے لیے مخصوص ہے ایام عزا میں یہاں مسلسل خواتین کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ خواتین کا مدرسہ بھی اسی کمیونٹی سینٹر میں چلایا جاتا ہے جبکہ مختلف دروس بھی چلتے رہتے ہیں۔ خواتین کے لیے دیگر سماجی کام بھی اسی کمیونٹی سینٹر سے کیے جاتے ہیں۔ یہ کمیونٹی سینٹر 1996 میں

قائم ہوا تھا۔ اس کمیونٹی سینٹر کو نفیس فاطمہ جعفری قیام سے لے کر اب تک سنبھالے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وفاقی اردو یونیورسٹی سے سندھی مرثیے پر پی ایچ ڈی بھی کر رہی ہیں۔

پیپری کی عزاداری میں خواتین کا کردار:

پیپری میں خواتین کا ایک ماتمی جلوس بھی برآمد ہوتا ہے جو مائی میراں کی زیر قیادت شاہنواز گوٹھ سے برآمد کیا جاتا ہے یہ جلوس علی محمد گوٹھ سے ہوتا ہوا ماسٹر عبدالحمید کے گھر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

مائی میراں اتحاد بین المسلمین کی بہت بڑی داعی ہیں اگر کوئی جمعہ کے خطبے میں یا کسی بھی محفل میں تفرقے کی بات کرے تو اسے بھرے مجمعے میں ٹوک دیتی ہیں۔

جب ایام عزا آتے ہیں تو یہاں کی خواتین باقاعدہ پورے پیپری کے گھروں میں جا کر خواتین کو مجالس میں آنے کی دعوت دیتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خواتین کی مجالس میں اہل سنت خواتین بھی بڑی تعداد میں شرکت کرتی ہیں۔ ان خواتین نے خواتین کے غسل وکفن کی بھی ایک ٹیم بنائی ہوئی ہے جو بغیر کسی رنگ ونسل اور مذہب کے کام کرتی ہے۔

پیپری میں عاشورا کا منظر:

پیپری کے تمام دیہاتوں میں عاشورا کے دن منظر ہی الگ ہوتا ہے۔ ہر طرف نذر ونیاز کا اہتمام ہوتا ہے جب کہ ہر جگہ سے نوحے اور مرثیے کی آوازیں آرہی ہوتی ہیں۔ اس دن شیعہ وسنی کا فرق مٹ جاتا ہے اور تمام لوگ حسینی بن کر عاشور کے دن کو مناتے ہیں۔ ہر جگہ ہر سمت یاحسین یاحسین کی صدائیں بلند ہو رہی ہوتی ہیں۔

بن قاسم میں موجود دیگر مسجد و امام بارگاہ

مسجد جعفریہ:

اسٹیل مل کے اندر ہی مسجد جعفریہ قائم ہے جہاں جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہے جبکہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہے۔

مسجد علی:

اسٹیل مل کے اندر ہی مسجد جعفریہ کے علاوہ مسجد علی بھی موجود ہے جس میں پنجگانہ نماز ادا کی جاتی ہے۔

جامع مسجد و امام بارگاہ جعفریہ پورٹ قاسم:

جامعہ مسجد و امام بارگاہ جعفریہ پورٹ قاسم کے اندر رہائشی کالونی میں قائم کیا گیا ہے۔ اس مسجد میں مولانا طاہر عباس صاحب پیش امام کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ یہاں جمعہ کی نماز بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشورا تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

ایام عزا میں مختلف گھروں کے منتی جلوس بھی اسی امام بارگاہ میں آکر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ پورٹ قاسم کالونی میں ایک اور امام بارگاہ جاگیر علی اکبر کے نام سے بنایا گیا ہے۔

شاہ لطیف ٹاؤن کے امام بارگاہ:

شاہ لطیف ٹاؤن میں بھی دو مقامات پر حال ہی میں امام بارگاہ قائم کیے گئے ہیں اس کے علاوہ جہانزیب بلوچ کی نگرانی میں جلوس عزا بھی برآمد کیے جاتے ہیں۔

مرکزی جامع مسجد و امام بارگاہ الحسینی جمعہ گوٹھ کراچی واپس آتے ہوئے مین لائن سے جب ٹرین گزر رہی ہوتی ہے تو لانڈھی اسٹیشن کے آنے سے تھوڑا پہلے الٹے ہاتھ پر مرکزی جامع مسجد و امام بارگاہ الحسینی جمعہ

گوٹھ پوری طرح سے ایک دم سامنے آتی ہے۔ یہ جامعہ مسجد پاکستان ٹول فیکٹری اور جانوروں کی منڈی کے قریب قائم ہے۔ یہاں پانچوں وقت کی باجماعت نماز ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز میں بہت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اس مسجد و امام بارگاہ کا انتظام جناب جہانزیب بلوچ صاحب کے پاس ہے۔ یہاں ایک مدرسہ بھی چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ یکم محرم سے لے کر عاشورا تک اس امام بارگاہ میں عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

دو محرم کو شام 4 بجے جمعہ گوٹھ سے ایک جلوس اسد جعفری صاحب کے گھر کے عزاخانے سے برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا واپس اسد جعفری صاحب کے گھر پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ 9 محرم کو صبح 10 بجے سے مختلف علاقوں سے امام بارگاہ میں جلوس آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ بعد نماز ظہرین مرکزی جامع مسجد و امام بارگاہ حسینی میں ایک مجلس برپا ہوتی ہے اور پھر ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مرکزی جامع مسجد و امام بارگاہ حسینی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

بینظیر بھٹو ہاؤسنگ سوسائٹی پورٹ قاسم:

قومی شاہراہ پر رزاق آباد پولیس انسداد دہشتگری تربیتی مرکز کے سامنے بے نظیر بھٹو ہاؤسنگ سوسائٹی میں بلند و بالا علم عباس دور سے دکھائی دیتا ہے۔ ابھی یہاں مکانات کی تعداد کم ہے مگر پھر بھی مومنین نے عزاداری شروع کر دی ہے اور کافی تعداد میں گھروں میں عزاخانے موجود ہیں جس میں مردوں اور عورتوں کے عشرے منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس علم کے متولی مشتاق حسین لاشاری ہیں۔ عاشور کے دن پیپری، گندھارا، شاہ لطیف، رزاق آباد، پیر سرہندی اور شیدی گوٹھ کے تمام عزادار یہاں آ کر شام غریباں تک رسومات کے مطابق عزاداری منعقد کرتے ہیں۔ یہاں منظم عزاداری میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ سال بھر مجالس و میلاد۔ محافل و مناقب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مجید کالونی کی عزاداری:

مجید کالونی پہلے لانڈھی ٹاؤن کا ایک حصہ تھا مگر اب اسے ضلع ملیر میں شامل کر کے ابراہیم حیدری

ٹاؤن کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ یہاں پر پاکستان کے مختلف شہروں کے لوگ آباد ہیں اس کے علاوہ بہاری بھی بڑی تعداد میں یہاں آباد ہیں۔

امام بارگاہ سجادیہ:

مجید کالونی میں واقع واحد امام بارگاہ سجادیہ ہے۔ یہ وہی امام بارگاہ ہے جہاں ستمبر 2013 میں دوران مجلس ملک دشمن شرپسند دستی بم پھینک کر فرار ہو گئے تھے۔ اس دھماکے کے نتیجے میں ایک مومن شہید اور 16 زخمی ہوئے تھے۔ مقامی افراد نے جس میں ہر مسلک کے افراد شامل تھے ایمبولنس کا انتظار کیے بغیر زخمیوں کو موٹر سائیکلوں اور رکشوں کے ذریعے فوری طور پہ اسپتال منتقل کر دیا جس کی وجہ سے مزید کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ یہی آپس کا وہ اتحاد ہے جسے دشمن ہر طرح کے حربے استعمال کرنے کے باوجود آج تک ختم نہیں کر سکا۔

مجید کالونی میں دو مردوں کے عشرے منعقد کیے جاتے ہیں ایک امام بارگاہ سجادیہ میں اور دوسرا عشرہ مجید کالونی سے تھوڑا آگے داؤد چالی داؤد کاٹن مل کے پاس۔ اس کے علاوہ پانچ محرم کو بابر جعفری صاحب کا ایک جلوس 11 بجے شب برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ بابر جعفری صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

آٹھ محرم کو ایک جلوس رضوی صاحب کے گھر کے عزاخانے سے 10 بجے شب برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ سجادیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

عشرہ اولا کے ان جلوسوں کے علاوہ 11 محرم، 13 محرم، 20 محرم، 19 صفر اور 25 صفر کو بھی مجید کالونی کے مختلف سیکٹروں میں گھر کے عزاخانوں سے جلوس برآمد ہوتے ہیں اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتے ہوئے امام بارگاہ سجادیہ یا پھر واپس دوبارہ اپنی برآمدگی کی جگہ اختتام پذیر ہوجاتے ہیں۔

فیوچر کالونی:

فیوچر کالونی کو چھوٹا پاکستان بھی کہا جا سکتا ہے جس طرح سے کراچی بھر میں پورے پاکستان کے

لوگ رہائش پذیر ہیں اسی طرح سے فیوچر کالونی کے اندر بھی چاروں صوبوں، گلگت بلتستان اور کشمیر کے لوگ آباد ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام لوگ لانڈھی کورنگی کے انڈسٹریل ایریا میں ملازمت کی وجہ سے اس علاقے میں رہائش پذیر ہیں۔

امام بارگاہ حسینی شہیدان کربلا:

فیوچر کالونی میں واقع امام بارگاہ حسینی شہیدان کربلا میں نماز باجماعت کے ساتھ ساتھ مجالس اور میلاد کی محافل پورے سال مخصوص اسلامی تاریخوں میں منعقد کی جاتی ہیں۔

6 محرم کو ایک جلوس 8 بجے شب حسینی محلہ سے برآمد ہوتا ہے اور امام بارگاہ حسینی شہیدان کربلا پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ سات محرم کو بھی ایک جلوس معین آباد سے برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ حسینی شہیدان کربلا فیوچر کالونی میں آکر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ 8 محرم، 14 محرم، 29 صفر اور 19 رمضان کو انجمن شہیدان کربلا کی جانب سے جلوس نکالے جاتے ہیں جو امام بارگاہ شہیدان کربلا سے برآمد ہوتے ہیں اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتے ہوئے دوبارہ امام بارگاہ شہیدان کربلا میں اختتام پذیر ہوتے ہیں۔

امام بارگاہ چہاردہ معصومین مانسہرہ کالونی:

مانسہرہ کالونی کے اندر بھی ایک امام بارگاہ چہاردہ معصومین کے نام سے موجود ہے۔ اس امام بارگاہ میں ایام عزا کے عشرہ اولا میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور محافل کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔

4 ربیع الاول کو انجمن غلامان پنجتن پاک کی جانب سے اس امام بارگاہ میں ایک شب بیداری بھی منعقد کی جاتی ہے اور اسکے علاوہ 18 رمضان کو شب ضربت مولا علی کی مناسبت سے اس امام بارگاہ میں انجمن غلامان پنجتن پاک کی جانب سے ایک مجلس عزا و شب غم بھی منعقد ہوتا ہے۔

بن قاسم ٹاؤن میں سندھی مرثیے کا رواج:

سندھی شعری اصناف میں مرثیے کا مرتبہ بلند ہے۔ گوکہ ہالا، حیدرآباد سے ٹھٹھہ اور سیہون سے بکھر تک قدیم سندھی سرائیکی مراثی کے اہم مراکز آباد ہیں۔

کراچی اولڈ سٹی ایریا میں جونا مارکیٹ، کھارادر، نیا آباد اور سراج کالونی جیسے قدیم علاقے عہد تالپور سے سندھی مرثیہ خوانی کے مراکز رہے ہیں جہاں پر برسوں سے سید ثابت علی شاہ رضوی کربلائی، مرزا قلیچ بیگ، ناصر حسین خواجہ، طالب المولیٰ، شمشیر الحیدری، امداد حسینی، مرزا بڈھل بیگ مسکین و مرتضیٰ کا مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کا کربلا معلیٰ کے کلام سر کیڈارو کو جس میں صرف واقعہ کربلا کا ذکر ہے پورے سندھ میں اور کراچی میں بھی محافل و مجالس عزا میں تو پڑھا ہی جاتا ہے اسکے علاوہ اسماعیلیوں کے جماعت خانوں، زکریوں کے چوگانوں، مندروں اور صوفیوں کے آستانوں میں بھی عقیدت و احترام سے پڑھا جاتا ہے۔ کراچی کے قدیم علاقوں سے سندھی مرثیہ خوانی کی روایات بتدریج کم ہو رہی ہیں۔ اب ملیر میمن گوٹھ۔ قائد آباد سے گگھر پھاٹک تک کا پورا علاقہ ہی نمایاں طور پر سندھی مرثیے کا محافظ علاقہ ہے۔

1990 کی دہائی سے پروفیسر بیدار جعفری نے یہاں سندھی مرثیہ خوانی کی از سر نو داغ بیل ڈالی۔

ملیر کے مضافات میں مرد و مستورات کی بیشتر مجالس میں باقاعدہ سندھی مرثیہ خوانی کی جاتی ہے۔ پہلے انگریزی ادب کے ہندو ماہر پروفیسر ناگ پال کنعیالال، سندھی کے پروفیسر محمد رحیم راولانی، غلام محمد گجراتی، پروفیسر سکینہ سموں، دلشاد مرزا، غلام فاطمہ جعفری اور دیگر احباب شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کیڈارو اور ثابت علی شاہ کے مرثیوں کو باقاعدہ مجالس میں پڑھتے تھے۔ لیکن اب ماہر لطیفیات پروفیسر سجاد علی چنا، پروفیسر فرمان علی ملاح اور اب دیگر ارباب ذوق بھی شاہ لطیف کی وائی اور کافی واشعار کو اسی دل سوز و دلخراش لہجے میں پڑھ کر سوز خوانی کرتے ہیں۔ جبکہ عام مجالس میں پروفیسر بیدار جعفری، ریاض مہدی، عاجز کربلائی، آغا علی تقی وغیرہ مرثیہ، سوز وسلام پڑھتے ہیں۔ خواتین کی مجالس میں کڈھن ضلع

بدین کی مرثیے کی قدیم صاحب بیاض شاعرہ نثار فاطمہ خواجہ کی پڑنواسی ذاکرہ طیبہ زہرا آغا، وحیدہ سجاد، نفیس فاطمہ جعفری، پارس ابڑو اور تعلیم یافتہ مستورات تمام مجالس عزا میں تحت اللفظ مرثیہ خوانی کرتی ہیں۔ یہ صنف سخن ملیر میں جاری وساری ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئی ہیں:

۱) وادی ملیر (حمید ناضر)
۲) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)
۳) شہروں میں شہر کراچی (نسرین اسلم شاہ)
۴) جناب پروفیسر بیدار جعفری سے حاصل کردہ معلومات
۵) جناب رضا مہدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۶) جناب پروفیسر ریاض مہدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۷) زوار نور احمد صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۸) جناب رفعت عطا زیدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۹) وکیپیڈیا
۱۰) کتابچہ برائے پروگرام مجلس وجلوس عزا (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی)

لانڈھی ٹاؤن کی عزاداری

لانڈھی کی تاریخ اور اس کی عزاداری پر ایک نظر

کچھ ذکر لانڈھی کے نام:

لانڈھی سندھی زبان کا لفظ ہے جس کے کئی معنی ہیں، ایک معنی کوئی ایسی جگہ جسے مہمانوں کے قیام کے لیے یا سرائے کے طور پر استعمال کیا جائے یا محفل منعقد کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ جبکہ دوسرا مطلب دیسی طرز کے کچی دیواروں اور گھاس پھوس کی چھت والے ایک وسیع کمرے کے ہیں۔ ایسے ہی کمرے کو دراصل لانڈھی کہا جاتا ہے۔ سندھ کے پرانے حکمرانوں نے سندھ کے تمام آمدورفت کے بڑے راستوں پر ہر تھوڑے فاصلے پر مسافروں کے آرام کرنے کے لئے سادہ عمارتیں تعمیر کروائی تھیں۔ ایسی ہی عمارتوں کو دراصل لانڈھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح کی کئی لانڈھیوں کے آثار سہون شریف اور کراچی کے درمیانی راستے پر اب بھی موجود ہیں۔ اسکے علاوہ چچ نامہ جو سندھ کی تاریخ پر ایک معتبر کتاب تصور کی جاتی ہے، اس کتاب میں لانڈھی کی بستی کے لیے لانودھر، لانادھا اور لادھی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو بگڑ کر لانڈھی کہلائے جانے لگا۔

کراچی کے قریب ملیر ندی کے دوسرے کنارے پر اور نیشنل ہائی وے پر موجود لانڈھی واقع ہے۔ پہلے اسے جمعدار (فوجی عہدیدار) کی لانڈھی کہا جاتا تھا مگر بعد میں اسے صرف لانڈھی کہا جانے لگا۔ قیام پاکستان کے وقت یہ جگہ چند گوٹھوں پر مشتمل تھی یہاں ذکری اور دیگر بلوچ قبائل بڑی تعداد میں آباد تھے۔ یہ افراد جب ابراہیم حیدری سے ملیر اپنی اونٹ گاڑی پر جایا کرتے تھے تو راستے میں ایک ہوٹل آتا تھا جس پر یہ اونٹ گاڑیاں قیام کرتی تھیں۔ اس ہوٹل پر ایک چراغ رات میں لازمی جل رہا ہوتا تھا اسی لیے چراغ ہوٹل کے نام سے مشہور ہوگیا۔ آج اس ہوٹل کے آس پاس کا پورا علاقہ چراغ ہوٹل کے نام سے مشہور ہے۔

لانڈھی کے بارے میں محققین کا خیال ہے کہ یہ خطہ قدیم زمانے سے انسانوں سے آباد چلا آرہا

ہے۔ یہاں کی تاریخ پچاس ہزار سال سے بھی پرانی ہے۔

کچھ ذکر لانڈھی ٹاؤن کا:

لانڈھی ہمیشہ سے ضلع شرقی کا حصہ تھا۔ مگر 2000ء میں نئے بلدیاتی نظام کے تحت جب کراچی ڈویژن کے اضلاع کو ختم کر کے 18 ٹاؤنز میں تقسیم کیا گیا تو لانڈھی بھی ایک ٹاؤن بن گیا اور اسے 12 یونین کونسلز میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ 2013 میں جب اس نظام کو ختم کر کے اضلاع دوبارہ قائم کیے گئے اور ضلع شرقی کو توڑ کر ضلع کورنگی بنایا گیا تو لانڈھی ضلع کورنگی کا حصہ بن گیا جو پہلے ضلع کورنگی کی تحصیل بنا اور اب دوبارہ ضلعی ٹاؤن سسٹم کے آنے کے بعد کورنگی ضلع کا ایک ٹاؤن بن گیا ہے مگر اس کا کچھ حصہ ضلع ملیر میں چلا گیا ہے اور اسے اب آٹھ یونین کونسلز میں تقسیم کیا گیا ہے۔

لانڈھی کراچی کے مشرقی حصے میں واقع ہے اس کے شمال میں شاہ فیصل ٹاؤن اور ملیر ندی ہے جنوب میں بن قاسم ٹاؤن اور مغرب میں کورنگی ٹاؤن ہے۔

لانڈھی انڈسٹریل ایریا 1949 میں وجود میں آیا اور اس کا شمار قیام پاکستان کے بعد بننے والے پہلے انڈسٹریل ایریا میں ہوتا ہے اس میں بننے والی پہلی انڈسٹری کا نام فاروق ٹیکسٹائل مل تھا۔ اب لانڈھی انڈسٹریل ایریا میں بڑی تعداد میں فیکٹریاں موجود ہیں جبکہ کراچی ایکسپورٹ پروسیسنگ زون بھی لانڈھی میں ہی واقع ہے۔

کچھ ذکر لانڈھی میں مہاجرین کی آبادکاری کا:

کراچی میں جس جگہ قائداعظم کو دفن کیا گیا وہاں ہندوستان سے پاکستان کی محبت میں اپنے گھر بار چھوڑ کر آنے والے مہاجرین بہت بڑی تعداد میں کیمپوں میں رہائش پذیر تھے۔ قائداعظم کے مزار کی وجہ سے یہ جگہ قائدآباد کے نام سے مشہور ہوگئی تھی۔ جیسے جیسے مزار کی تعمیر کے لئے منصوبہ بندی ہوتی گئی مہاجرین کو بھی وہاں سے منتقل کیا جانے لگا۔ مزار قائد کے پاس رہنے والے ان مہاجرین کو بڑی تعداد میں سب سے پہلے ملیر ندی سے کچھ پرے لاکر آباد کیا گیا۔ کیونکہ ان لوگوں کو قائدآباد سے لاکر آباد کیا گیا

تھا اس لئے ان لوگوں نے اس جگہ کو بھی قائد آباد کہنا شروع کر دیا اور پھر یہ پورا علاقہ قائد آباد کے نام سے ہی مشہور ہو گیا۔ قائد آباد سے کچھ آگے لانڈھی کا قیام 1956 میں عمل میں آیا۔ لانڈھی میں زیادہ تر 80 گز کے کوارٹر بنائے گئے تھے اور انتہائی منظم ٹاؤن پلاننگ کے تحت بنائے گئے تھے۔ یہاں بھی زیادہ تر قائد اعظم کے مزار کے پاس جھگیوں میں رہنے والے افراد لا کر بسائے گئے جب کہ سلطان آباد پرانا حاجی کیمپ میں موجود مہاجرین کی خیمہ بستی میں رہنے والے افراد اور ریلیکس سینما کے قریب موجود خیمہ بستیوں کے افراد بھی کافی تعداد میں لا کر بسائے گئے۔ ان بستیوں میں رہنے والوں میں بڑی تعداد سلطانپور کے لوگوں کی تھی اس کے علاوہ فیض آباد، جونپور، امروہہ، الہ آباد، بہار، دہلی، آگرہ اور دیگر علاقوں کے لوگوں کی تھی۔

مسجد حسینیہ و امام بارگاہ ابوالفضل العباسؑ:

1957ء میں لانڈھی کے مومنین کی فلاح و بہبود اور دینی فرائض کی انجام دہی کے۔لیے مسجد و امام بارگاہ اور غسل خانہ برائے میت کی تعمیر کے لئے انجمن حسینیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ اس کے اراکین کی انتھک محنت کے بعد 24 مارچ 1957ء کو بیسٹ کمرشل ایریا لانڈھی میں جواب بابر مارکیٹ کے نام سے مشہور ہے حکومت پاکستان سے 2.2 ایکڑ زمین حاصل کی گئی۔ اس زمین کے حصول میں جناب سید محمد یوسف رضا، سید اسرار حسین، ڈاکٹر واجد علی، محمد رضا لائٹ بھائی، سید محمد انوار، سید شاہد حسین اور جناب سید محمد انصر حسین رضوی کا اہم کردار تھا۔ انہی لوگوں نے اس انجمن کو بعد میں 27 جون 1960 کو بطور ٹرسٹ رجسٹر کروایا اور یوں انجمن حسینیہ ٹرسٹ وجود میں آئی۔

زمین کے حصول کے بعد کچی اینٹوں پر ٹین کی چھت ڈال کر ایک کمرے میں مسجد بنائی گئی اور پہلے دن سے ہی یعنی 1957ء میں ہی یہاں جمعہ کی نماز کا اہتمام شروع ہو گیا تھا۔ مسجد کے چھوٹے سے کمرے کے ساتھ ایک حجرہ بھی بنایا گیا جو کہ مؤذن الفت حسین کے لئے تھا۔ مسجد و امام بارگاہ کے لیے حاصل کی گئی اتنی بڑی زمین پر صرف یہ دو کمرے بنے ہوئے تھے باقی پورا میدان خالی تھا۔ اس زمین کی

چار دیواری بہت ضروری تھی۔ ان حالات میں جناب سید انوار حسین زیدی صاحب جو کہ قیام پاکستان سے پہلے ریاست محمود آباد میں تحصیلدار کے عہدے پر کام کرتے تھے اور راجہ صاحب محمود آباد سے براہ راست تعلقات تھے، ان کی درخواست پر راجہ صاحب محمود آباد نے چالیس ہزار روپے مسجد و امام بارگاہ کی چار دیواری کے لیے دیے۔

اس سے پہلے کہ چار دیواری اٹھتی کراچی میونسپل کارپوریشن والوں کو تحفظات ہو گئے۔ کیونکہ KMC کے پلان میں موجودہ مسجد و امام بارگاہ کی زمین کے دونوں جانب روڈ نکالنا تھا اس لیے وہ مسجد و امام بارگاہ کے لیے مختص اس زمین کی جگہ ایک الگ پلاٹ دینے کے لیے تیار ہو گئے جہاں اب حنفی عالمگیر مسجد ہے۔ مگر مسجد و امام بارگاہ کی اس وقت کی انتظامیہ نہیں مانی اور انہوں نے روڈ نکالنے کے لئے مومنین کے گھروں سے لگا ہوا کنارے کا حصہ KMC کو روڈ بنانے کے لیے دے دیا۔ یوں مسجد و امام بارگاہ کہ دونوں طرف روڈ بن گئی۔

کے ایم سی کے مسئلے کے خاتمے پر جب چار دیواری بنانا شروع کی تو پھر نئے مسائل آنا شروع ہو گئے دن بھر دیوار بنتی اور رات کو کچھ شر پسند دیوار گرا کر چلے جاتے۔ چار دیواری کی حفاظت کی خاطر مومنین نے پہرا دینا شروع کیا اور چار دیواری کی تعمیر مکمل کروائی۔ چار دیواری کی حفاظت کرنے والے لوگوں میں سید محرم علی کاظمی، سید علی مظہر رضوی، سید شبیر حسین جعفری، رضا علی عرف رجن صاحب، اشتیاق حسین کاظمی، سید حسن عباس نقوی، سید حیدر عباس نقوی، محمد انصر حسین رضوی، سید اشتیاق حسین رضوی، مرزا حیدر علی فیض آبادی، اکرام حسین زیدی اور سید علی عسکری رضوی شامل تھے۔

1967ء میں حبیب گروپ نے مسجد و امام بارگاہ کے ماہانہ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے 12000 روپے دے کر چھ دکانیں تعمیر کروائیں۔ اس کے بعد چار دکانیں مزید اس طرح بنوائی گئیں کہ دکان والا خود پیسہ لگا کر دکان بنا لے اور پھر بعد میں کرائے کے اندر اپنے اخراجات کو کاٹتا رہے۔ پھر مختلف اوقات میں دکانیں ٹرسٹ کی جانب سے بنائی جاتی رہیں اور 1983ء تک 77 دکانیں مسجد و امام بارگاہ کے چاروں طرف بنا کر مکمل کر لی گئیں اور کرائے پر چڑھا دی گئیں۔ ان دکانوں کی وجہ سے انجمن

حسینیہ ٹرسٹ ماہانہ اخراجات کے معاملے میں خود کفیل ہوگئی۔

1973ء میں مسجد کی تعمیر کا باقاعدہ آغاز کیا گیا اور اس کا سنگ بنیاد آقائی شیخ محمد شریعتی کے دست مبارک سے رکھا گیا اور ایک سال کی قلیل مدت میں اس کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ اور ساتھ ہی امام بارگاہ کی تعمیر کا آغاز بھی کیا گیا جس کا سنگ بنیاد مولانا محمد نقی صاحب نے رکھا۔ مسجد و امام بارگاہ کی نئی تعمیر میں مسجد و امام بارگاہ ایک دوسرے سے متصل تھے مگر اس کے باوجود بعض مجالس میں اور خاص کر جمعہ کی نماز میں مسجد و امام بارگاہ کو ملا کر بھی نمازیوں اور عزاداروں کے لیے جگہ کم پڑ جاتی تھی۔ لہٰذا جگہ بڑھانے کے لیے مسجد اور امام بارگاہ کے سامنے تقریباً 6500 اسکوائر فٹ رقبے پر ایک پختہ چبوترا (موزائک والا) تعمیر کیا گیا بعد میں اس پر ایک پختہ RCC چھت بھی ڈال دی گئی۔ اس تعمیر میں حمید ڈی حبیب، اکبر ایس چنائے، فقیر حسین اور غلام مرتضیٰ اور دیگر افراد نے مالی تعاون کیا جبکہ اس مسجد و امام بارگاہ کی تعمیر اور دیگر تعمیر میں سید مظفر حسین رضوی، سید حسن اختر رضوی، سید اسحاق حسین نقوی، سید شبیر حسین زیدی، سید کرار حسین رضوی، میر لیاقت علی، سید شہزادر رضا، سید اشتیاق حسین کاظمی، سید فضل عباس کاظمی، سید علمدار حسین زیدی، سید انوار حسین زیدی، جناب رضا علی (رجن)، سید علی عسکری رضوی، مرزا آفتاب عالم قزلباش، سید شہریار حسین، سید ظفر عباس زیدی اور سید علی مظہر رضوی کا اہم کردار ہے۔

مسجد کے پہلے پیش امام مولانا یوسف صاحب تھے جو قائد آباد سے نماز پڑھانے آتے تھے۔ ان کے بعد مرزا احمد عباس صاحب اور پھر سید امیر عباس صاحب نے نماز پڑھائی۔ مولانا امیر عباس صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ آپ کی خدمات کے صلے کے طور پر آپ کی وفات کے بعد آپ کو مسجد و امام بارگاہ میں ہی اس نیم کے درخت کے نیچے آپ کی تدفین کر دی گئی جہاں آپ نماز سے پہلے آ کر تمام بزرگوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ مولانا امیر عباس کے بعد مولانا حسن علی جواہری، مولانا قمبر عباس، مولانا سید ظفر اقبال رضوی اور مولانا طالب موسوی نے نماز پڑھائی جب کہ آج کل مولانا غلام شبیر نقوی نماز پنجگانہ کے پیش امام کے فرائض انجام دے رہے ہیں جب کے نماز جمعہ مولانا یاور عباس زیدی صاحب پڑھاتے ہیں۔

2000ء کے عشرے میں مسجد و امام بارگاہ کی دوبارہ تعمیرات شروع ہوئی اور جامع مسجد کو علیحدہ کر کے بہت بڑے پیمانے پر بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ امام بارگاہ ابوالفضل عباس کو بالکل الگ کر کے بنایا گیا ہے۔ ان تعمیرات میں اہم کردار جناب نصیر علی، ظفر عباس، سید علی عسکری صاحب، شہریار حسین صاحب، سید تعریف علی کاظمی، سید ضمیر علی، سید طاہر عباس اور سید اصغر حسین زیدی صاحب کا ہے۔

امام بارگاہ درحاجات امام زمانہ علیہ السلام:

سید رضا احمد نقوی جن کا تعلق الہ آباد سے تھا اور ان کے الہ آباد والے گھر میں کئی پشتوں سے عزاداری منعقد ہو رہی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد جب اپنے گھر بار کو چھوڑ کر پاکستان آئے تو پہلے خیر پور اترے اور پھر دو دن بعد ہی کراچی آ گئے جہاں گولیمار شیلٹر ہوم جو پاکستان کوارٹرز کے پاس تھا رہائش پذیر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب لانڈھی کی تعمیر مکمل ہوئی تو آپ کو لانڈھی کا کوارٹر مل گیا۔ سید رضا احمد نقوی جو ایک شاعر اہلبیت بھی تھے اور تدریس کے مقدس پیشے سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے اور ان کی اہلیہ نے لانڈھی میں قیام کے پہلے ہی سال اپنی الہ آباد والی عزاداری کو دوبارہ شروع کیا اور نئے سرے سے اپنے گھر میں عزاخانہ بنایا۔

1972ء میں سید رضا احمد نقوی کے انتقال کے بعد عزاخانے کی تمام تر ذمہ داری آپ کے بیٹے سید غلام حیدر نقوی کے پاس آ گئی جو کہ انجمن شیدائیان عباس کے بانی ارکان میں سے ایک تھے اور مرکزی تنظیم عزاء کے بائے لاز بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ گھر کے عزاخانے میں خواتین کی عزاداری زیادہ ہوتی تھی اس لئے آپ کی اہلیہ محترمہ نفیس بانو جو مولانا سید صفدر حسین رضوی کی دختر تھیں اور ان کے دادا اور پردادا بھی عالم تھے اور محترمہ نفیس بانو صاحبہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ والد دادا اور پردادا تینوں حرم امام حسین میں مدفن ہیں۔ عزاداری سے انتہائی لگاؤ کی وجہ سے عزاخانے کے تمام امور آپ نے سنبھال لیے۔

1992ء میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ عزاخانے میں مسند بچھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد بھی آپ

کو کچھ بشارتیں ہوئی جس کی بنیاد پر آپ نے اپنے گھر کے عزاخانے کو جو کہ صرف ایام عزا میں سجایا جاتا تھا مکمل طور پر پورے سال کے لئے امام بارگاہ بنانے کا فیصلہ کیا اور امام بارگاہ بنا کر اس میں اسی طرح سے مسند بچھائی گئی۔ جب ان باتوں کی خبر لوگوں تک پہنچی تو امام بارگاہ میں رش لگ گیا۔ یہ امام بارگاہ بھی اب بدھ کی امام بارگاہ کی طرح جمعرات کا امام بارگاہ کہلاتا ہے اور دنیا جہان کے لوگ یہاں اپنی منتیں مانگنے آتے ہیں۔ یہاں منت مانگنے کا ایک باقاعدہ طریقہ ہے جس میں مسلسل دو جمعرات امام بارگاہ میں دو رکعت نماز حاجات پڑھنی پڑتی ہے اور پھر درود کی تسبیح پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے مسائل کے حل کے لیے دعا مانگی جاتی ہے۔ اب یہ امام بارگاہ درگاہ حاجات کے نام سے مشہور ہے اور یہاں آنے والوں میں برادران اہلسنت کی بھی بڑی تعداد ہوتی ہے جبکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی یہاں اپنے اپنے عقائد کے مطابق منت مانگنے آتے ہیں۔

یکم محرم سے عاشورا تک کی عزاداری

امام بارگاہ ابوالفضل العباس کا عشرہ:

1957ء میں جب مسجد کے لئے ایک کمرہ بنا تو دراصل اسی کمرے میں ہی نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ عزاداری کے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے تھے۔ 1957ء سے لے کر 1973ء تک مسجد و امام بارگاہ میں باقاعدہ عشرے کا انعقاد نہیں ہوتا تھا بلکہ ریلے کے ذریعے مجالس سننے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان ریلے کی مجالس کو سننے کے لیے بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو جایا کرتے تھے۔ 1973ء سے امام بارگاہ ابوالفضل العباس کی تعمیر کے بعد محرم الحرام کے عشرہ اولا میں باقاعدہ عشرہ منعقد کیا جانے لگا اور اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس عشرے سے مختلف علماء اور زاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

تعریف علی کاظمی صاحب کے گھر کا عشرہ:

تعریف علی کاظمی صاحب نے 1958ء سے ہی اپنے گھر کی عزاداری کا آغاز کر دیا تھا۔ اس لحاظ

سے آپ کے گھر کا عشرہ لانڈھی کا قدیمی عشرہ ہے جو یکم محرم سے 10 محرم تک ان کے گھر کے عزاخانے میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ 24 صفر سے 4 ربیع الاول تک خواتین کا عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جو 1960ء سے قائم ہے۔

جناب تعریف علی کاظمی صاحب کی لانڈھی کی عزاداری کو مضبوط کرنے میں اہم خدمات ہیں۔ آپ نے 17 سال تک انجمن حسینیہ ٹرسٹ میں بھی فعال خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ آپ نے پوری زندگی سوزخوانی کے فرائض بھی انجام دیئے اور آپ کی وفات کے بعد اب سوزخوانی کے فرائض آپ کے فرزند سید نوازش علی کاظمی انجام دے رہے ہیں۔ لانڈھی میں سوزخوانی کے دیگر ناموں میں مرزا حیدر علی فیض آبادی اور مہدی حسن پولیس والے صاحب کے بھی اہم نام ہیں۔

انجمن شیدائیان عباس کا عشرہ:

انجمن شیدائیان عباس کا یہ عشرہ بھی بہت قدیمی ہے جو 1960ء کی دہائی سے انجمن شیدائیان عباس کے آفس میں موجود عزاخانے میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس عشرے سے بھی مختلف علما اور زاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر نواب حیدر کا عشرہ:

ڈاکٹر نواب حیدر زیدی صاحب جن کے گھر میں ایک بڑا علم نصب ہے اور اسی مناسبت سے ان کا گھر بڑا علم کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر نواب حیدر زیدی کے گھر کے عزاخانے میں جو کہ لانڈھی 6 نمبر میں واقع ہے 2019ء سے نماز فجر کے بعد ایک عشرہ اربعین کمیٹی کی جانب سے منعقد کیا جاتا ہے جس سے خطاب مولانا یاور عباس زیدی صاحب کرتے ہیں۔

لانڈھی میں عاشور تک کے جلوس

5 محرم کا جلوس:

انجمن حسینی ٹرسٹ کی جانب سے 5 محرم الحرام کو قدیمی جلوس بعد نماز مغربین امام بارگاہ ابوالفضل العباس سے برآمد ہوتا ہے اور سی ون لانڈھی نمبر 2 سے گھوم کر واپس امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ پہلے اس جلوس کا بہت لمبا روٹ تھا یہ 6 نمبر لانڈھی سے گھوم کر واپس آیا کرتا تھا۔ جس زمانے میں لائٹ نہیں ہوا کرتی تھی اس زمانے میں علی مظہر رضوی صاحب کے پاس بہت ساری گیس لائٹ ہوا کرتی تھیں جو وہ جلوس میں لے کر آتے تھے اور لوگوں میں بانٹ دیتے تھے اور لوگ اپنے کندھوں پر اٹھائے اٹھائے پورے جلوس میں روشنی کرتے چلتے تھے۔ خود علی مظہر رضوی صاحب بھی شیروانی اور پجامہ پہنے جلوس کے آگے آگے یہ گیس لائٹ اٹھائے چلتے تھے۔ یہ جلوس 1960ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

1990ء کی دہائی کے اوائل میں ایک دفعہ محرم میں کرفیو لگا ہوا تھا کراچی کے کشیدہ حالات کی وجہ سے حکومتی اداروں نے ہر طرح کے جلسے جلوس پر پابندی لگا دی تھی اور اسی طرح سے محرم آنے پر جلوس عزا پر بھی پابندی کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے جواب میں مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباس کے ٹرسٹی اور کرتا دھرتا جناب سید علی عسکری رضوی صاحب نے مسجد کے مائک سے اعلان کر دیا کہ جلوس ضرور برآمد ہوگا۔ اس کے بعد عسکری صاحب نے 5 محرم کے جلوس کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے لیے سر توڑ کوششیں شروع کر دیں اور جناب حسن ترابی شہید کی مدد سے چار محرم کی رات 3 بجے اجازت نامہ حاصل کر لیا اور جلوس کرفیو کے اندر اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوا۔

ویسے یہ صرف اس جلوس کی بات نہیں اس سال کراچی کا ہر جلوس کرفیو میں کسی نہ کسی طریقے سے ضرور برآمد ہوا اور کوئی جلوس نہیں رکا۔ اس سال کراچی کے ہر جلوس کی ایک الگ داستان ہے کہ جلوس کو کس طرح برآمد کیا گیا۔

سات محرم کا جلوس:

سات محرم کے اس جلوس کو جناب ابراہیم صاحب نے قائم کیا تھا جو انتہائی مخلص عزادار تھے۔ یہ جلوس بھی 1960ء کی دہائی کے اوائل سے نکالا جا رہا ہے۔ یہ جلوس ابراہیم صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا نماز مغرب سے پہلے امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

فرخ رضا صاحب کا جلوس:

یہ جلوس 7 محرم کی شب 1990ء کی دہائی سے فرخ رضا صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا غلام حیدر صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

تعریف علی کاظمی صاحب کا جلوس:

یہ جلوس لانڈھی کے قدیم جلوسوں میں شمار ہوتا ہے اور 1960ء یا اس سے پہلے سے برآمد کیا جا رہا ہے۔ یہ جلوس 8 محرم کی شام کو تعریف علی کاظمی صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں مغربین کی نماز سے پہلے اختتام پذیر ہوتا ہے۔

8 محرم کا مرکزی جلوس:

یہ جلوس بھی لانڈھی کا قدیمی جلوس ہے اور لانڈھی کے قیام سے ہی برآمد کیا جا رہا ہے۔ پہلے یہ جلوس رضا علی رجن صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا تھا۔ مگر رضا علی رجن صاحب نے خود پرمٹ حسینیہ ٹرسٹ کو دے دیا اور لکھ کر دے دیا کہ اب یہ جلوس انجمن حسینیہ ٹرسٹ امام بارگاہ ابوالفضل العباس سے برآمد کرے گی۔ اس لیے یہ جلوس لازمی رضا علی رجن صاحب کے گھر قیام کرتا ہے پھر یہ جلوس C-I لانڈھی نمبر 2 سے گھوم کر واپس امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں راستے بھر کے عزاخانوں کے منتی علم شامل ہوتے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس جلوس میں علموں کی تعداد بہت زیادہ

ہوتی ہے۔

انورالہٰ آبادی کے گھر کا جلوس:

یہ جلوس بھی آٹھ محرم کا قدیمی جلوس ہے جو لانڈھی کے قیام کے وقت سے ہی جناب انورالہ آبادی کے گھر سے برآمد ہو رہا ہے پہلے یہ جلوس امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا تھا مگر اب یہ جلوس انجمن حسینیہ ٹرسٹ کی جانب سے امام بارگاہ ابوالفضل العباسؑ سے برآمد کردہ جلوس میں ہی شامل ہو جاتا ہے۔

یوم عاشور کا جلوس:

یہ جلوس بھی قدیمی جلوس ہے اور لانڈھی کے قیام کے ساتھ جیسے ہی مسجد وامام بارگاہ کی زمین حاصل ہوئی شروع کر دیا گیا تھا۔ پہلے یہ جلوس امام بارگاہ ابوالفضل العباس سے برآمد ہو کر لانڈھی 6 نمبر جاتا تھا جہاں کربلا ہوا کرتی تھی اور وہاں تعزیے دفن کیے جاتے تھے۔لیکن جب لوگوں کی اکثریت مرکزی جلوس نشتر پارک جانے لگی تو یہ جلوس امام بارگاہ کی حد تک محدود کر دیا گیا۔

1980ء میں جناب علی احمد، قمر صاحب اور انجمن گلدستہ حیدری کی کوششوں سے اس جلوس کو دوبارہ امام بارگاہ سے برآمد کیا گیا اور C-1 لانڈھی 4 نمبر سے گھوما کر دوبارہ مسجد وامام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر کیا گیا۔ 1981ء سے اس جلوس میں بڑے پیمانے پر زنجیر زنی کا اہتمام کیا جانے لگا جو پورے لانڈھی میں اتنا مشہور ہے کہ اس کو دیکھنے کے لیے آنے والے اہلسنت برادران اور خواتین کی اتنی بڑی تعداد ہوتی ہے کہ جتنی جلوس میں موجود شرکاء کی بھی نہیں ہوتی۔ اب اس جلوس میں قمہ زنی بھی کی جاتی ہے۔

عاشور کے بعد کی عزاداری

یوم زینب (علیہا السّلام):

انجمن تبلیغ محمدی کی جانب سے 2000ء کے عشرے کے اوائل سے ہر سال گیارہ محرم الحرام کو 9 بجے شب حضرت زینب سلام اللہ علیہ کے حوالے سے یوم زینب کے نام سے ایک مجلس کا انعقاد کیا جاتا ہے اور اس مجلس میں 11 محرم کے حضرت زینب سلام اللہ علیہ کے مصائب کو بیان کیا جاتا ہے ساتھ ساتھ ایک بڑے پینا فلیکس کے ذریعے اس شب کی اہمیت کو بیان کیا جاتا ہے۔

انجمن شیدائیان عباس کی شب بیداری:

یہ شب بیداری لانڈھی کی سب سے قدیم شب بیداری ہے جو 1960ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔ پہلے یہ شب بیداری صفر کے مہینے میں کسی بھی ہفتے کی شب کو منعقد کی جاتی تھی مگر اب یہ شب بیداری کورنگی جے ون میں انجمن عباسیہ قدیم کی معروف قدیمی شب بیداری کے دن یعنی عاشور کے بعد پہلے ہفتے کو منعقد کی جاتی ہے۔

انجمن تبلیغ محمدی کی شب بیداری:

انجمن تبلیغ محمدی کی شب بیداری چہلم امام حسین سے پہلے کسی بھی ہفتے کو منعقد کی جاتی ہے۔ یہ شب بیداری 2010ء کے عشرے کے اوائل میں قائم کی گئی ہے۔ اس شب بیداری میں رات بھر کراچی کی معروف انجمن نوحہ خوانی کرتی ہیں۔

محمد فیضان صاحب کا شب غم:

15 محرم کی شب محمد فیضان صاحب جو لانڈھی 4 نمبر کے رہائشی ہیں کے گھر سے باہر گلی میں ٹینٹ لگا کر ایک شب غم منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ شب غم 2010ء کے عشرے کے اوائل سے منعقد کیا جا رہا ہے۔ مجلس کے اختتام پر مختلف انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔

انجمن حسینیہ ٹرسٹ کا خمسہ:

انجمن حسینیہ ٹرسٹ کی جانب سے امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں 21 محرم سے 25 محرم تک ایک خمسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ اس خمسہ سے کئی بار علامہ ماجد رضا عابدی خطاب کر چکے ہیں۔ 24 محرم کی شب مجلس کے اختتام پر امام زین العابدین کی شہادت کے حوالے سے تابوت بھی برآمد ہوتا ہے اور آخر میں انجمن مومن حیدر کرار زنجیر زنی کرتی ہے۔

انجمن زرِ عباس کی شب بیداری:

انجمن زر عباس کی جانب سے ایک شب بیداری امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں منعقد کی جاتی ہے۔ یہ شب بیداری صفر کے مہینے کی کسی بھی ہفتے کی شب کو منعقد کی جاتی ہے۔ یہ شب بیداری 2000ء کے عشرے کے آخر سے قائم ہے۔

ڈاکٹر نواب کے گھر کا عشرہ اور شب غم:

ڈاکٹر نواب کے گھر ایام عزا کا دوسرا عشرہ چہلم سے پہلے منعقد کیا جاتا ہے۔ اس عشرے کا طریقہ کار یہ ہے کہ عشرے کی پہلی مجلس اس دن شروع کی جاتی ہے کہ جس سے چہلم سے پہلے جو اتوار آئے اس میں اس عشرے کی آخری مجلس ہو۔ ویسے اس عشرے کی 9 مجالس رات کے اوقات میں ہوتی ہیں مگر آخری مجلس جو اتوار کو ہوتی ہے اس کا آغاز شام میں ہو جاتا ہے اور مجلس کے اختتام پر باجماعت نماز مغربین کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نماز کے بعد ماتم داری شروع ہوتی ہے اور مختلف انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں جبکہ نیاز کا بھی بڑے پیمانے پر اہتمام کیا جاتا ہے۔

انجمن گلدستہ حیدری کا عشرہ اور شب بیداری:

انجمن گلدستہ حیدری کی جانب سے سب سے قدیمی عشرہ ہے جو 1960ء کی دہائی کے اوائل سے انجمن گلدستہ حیدری کے مرکز یعنی جناب سید زائر عباس زیدی کے گھر میں موجود عزا خانے میں منعقد کیا

جاتا ہے۔ یہ عشرہ 10 صفر سے 19 صفر تک منعقد کیا جاتا ہے۔ 19 صفر کی آخری مجلس میں ایک شب بیداری بھی منعقد کی جاتی ہے جس کے لیے عزاخانے سے باہر گلی میں ٹینٹ لگایا جاتا ہے اور رات بھر کراچی بھر سے مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔

17 صفر کا جلوس:

17 صفر کو انور الہ آبادی کے گھر سے شام کے وقت میں ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس بھی بہت قدیم ہے اور لانڈھی کے قیام سے اب تک قائم ہے۔ لانڈھی کی عزاداری کو منظم کرنے میں انور الہ آبادی کا بہت اہم کردار ہے۔

19 صفر کا جلوس:

یہ جلوس بھی ایک قدیمی جلوس ہے جو 1960ء کی دہائی کے اوائل سے برآمد کیا جا رہا ہے۔ اس جلوس کے بانی ابراہیم صاحب مرحوم تھے۔ پہلے یہ جلوس ابراہیم صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا تھا اور امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا تھا۔ مگر اب جلوس امام بارگاہ ابوالفضل العباس سے برآمد ہوتا ہے اور ابراہیم صاحب کے گھر کے عزاخانے میں قیام کرتا ہے جہاں ان کے گھر سے ایک جلوس اس میں شامل ہوتا ہے اور پھر امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

انجمن تبلیغ محمدی کا خمسہ:

2010ء کے عشرے کے اوائل سے انجمن تبلیغ محمدی کی جانب سے امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں 23 صفر سے 27 صفر تک ایک خمسہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں مختلف علماء کرام اور ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔ 27 صفر کی مجلس کے اختتام پر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا تابوت برآمد ہوتا ہے اور برآمدگی تابوت کے بعد زنجیر کا ماتم بھی کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ 28 صفر کو جناب اطہر صاحب کے گھر بھی ایک سالانہ مجلس منعقد ہوتی ہے اور اس میں

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا تابوت برآمد ہوتا ہے۔

صفر کی آخری اتوار کا جلوس:

لانڈھی کے اندر ایام عزا کا یہ آخری جلوس ہوتا ہے۔ یہ جلوس عماری کا جلوس کہلاتا ہے اور انجمن فروغ حسینیہ کی جانب سے برآمد ہوتا ہے مگر اس کا پرمٹ انجمن حسینیہ ٹرسٹ کے پاس ہے۔ یہ جلوس شام کے وقت امام بارگاہ ابوالفضل العباس سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ ابوالفضل میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1977 میں قائم ہوا۔ اس جلوس کو قائم کرنے میں سید محمد حیدر زیدی، انور الہ آبادی اور ان کی اہلیہ کا اہم کردار ہے۔

مولانا یاور عباس زیدی کی مختلف گھروں کی مجالس:

28 صفر سے لے کر 7 ربیع الاوّل تک مولانا یاور عباس زیدی لانڈھی میں مختلف گھروں میں روزانہ ایک مجلس سے خطاب کرتے ہیں۔ مولانا یاور عباس زیدی کا تو یہ مجالس کا عشرہ بن جاتا ہے۔ مگر روزانہ الگ گھر میں مجلس منعقد ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ 2010 کی دہائی کے اوائل سے جاری ہے۔

اس کے علاوہ مولانا یاور عباس زیدی صاحب ہر جمعہ کو لانڈھی میں علوم محمد وآل محمد کے نام سے درس بھی دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ 2013 سے جاری ہے۔ ہر شخص نے اپنے گھر درس کے لیے اپنی سہولت کے لحاظ سے دن مختص کیے ہوئے ہیں۔ یوں یہ سلسلہ دس سال سے جاری ہے۔

سلطان عباس صاحب کا شب غم:

4 ربیع الاول کو سید سلطان عباس صاحب کے گھر کے عزاخانے سے باہر ٹینٹ لگا کر ایک شب غم منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ شب غم 1990ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے اور اس میں مدعو شدہ انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔

شہید اقبال مسعود کے گھر کا شب غم:

1970ء کی دہائی کے اوائل سے شہید اقبال مسعود کے گھر ربیع الاول کے 8 دنوں میں سے کسی ایک دن مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ اس مجلس کے اختتام پر مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔ شہید اقبال مسعود کی شہادت کے بعد ان کا خانوادہ اس مجلس کا اہتمام کرتا ہے۔

تعریف علی کاظمی کی شب بیداری:

6 ربیع الاول کو جناب تعریف علی کاظمی کی جانب سے ایک قدیمی شب غم منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ شب بیداری 1970ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔ پہلے یہ شب بیداری تعریف علی کاظمی کے گھر منعقد کی جاتی تھی مگر اب 1990ء کے بعد سے اس شب غم کو امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں منعقد کیا جاتا ہے۔

رمضان کے جلوس:

رمضان میں شہادت امیر المومنین مولا علی علیہ السلام کے حوالے سے دو جلوس برآمد ہوتے ہیں ایک جلوس 18 رمضان کی شب انجمن حسینیہ ٹرسٹ کی جانب سے امام بارگاہ ابوالفضل العباس سے برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا سید حیدر عباس نقوی الہٰ آبادی کے گھر اختتام پذیر ہوتا ہے یہ جلوس بھی لانڈھی کے قیام سے لے کر اب تک قائم ہے۔ اس جلوس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں نکلنے والا تابوت جناب سید حیدر عباس نقوی کے گھر میں ہی رہتا ہے اور اسے بڑھایا نہیں جاتا۔

21 رمضان کی صبح بعد نماز فجر سارے لوگ سید حیدر عباس نقوی کے گھر جمع ہوتے ہیں اور ایک مجلس برپا ہوتی ہے جس میں مصائب مولا علی علیہ السلام بیان کیے جاتے ہیں اور پھر ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جس میں وہی 18 رمضان کو نکلنے والا تابوت دوبارہ برآمد ہوتا ہے اور پھر یہ جلوس امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں اختتام پذیر ہوتا ہے یہ جلوس بھی 1960ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

اس جلوس میں طویل عرصے تک مرزا حیدر علی فیض آبادی نوحہ خوانی کرتے رہے ہیں اور یہ مخصوص نوحہ

ضرور پڑھتے تھے۔

''حیدر کے جنازے کو حسنین اٹھاتے ہیں''۔

آپ دراصل سوزخوان تھے اور لانڈھی میں آپ نے سوزخوانی کا آغاز 1965ء سے کیا اور اپنی وفات تک سوزخوانی کے فرائض انجام دیتے رہے۔اس کے علاوہ جلوسوں میں نوحہ خوانی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔جس زمانے میں لانڈھی میں انجمن نہیں تھی مرزا حیدر علی فیض آبادی اپنے گروپ کے ساتھ ہر جگہ مجلس منعقد کرنے کے واسطے پہنچ جایا کرتے تھے تاکہ لانڈھی میں عزاداری کو مستحکم کیا جاسکے۔

اس کے علاوہ رمضان المبارک میں اعتکاف کمیٹی کی جانب سے سالانہ اعتکاف مسجد حسینیہ میں منعقد کیا جاتا ہے جس میں 100 کے قریب افراد ہوتے ہیں یہ سلسلہ 1982ء سے قائم ہے۔

دستہ امامیہ کی جانب سے 7 شوال کو بعد نماز مغربین یوم انہدام جنت البقیع کی مناسبت سے ایک جلوس امام بارگاہ ابوالفضل العباس سے برآمد کیا جاتا ہے جو امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں ہی اختتام پذیر ہوتا ہے۔

خواجہ اجمیر نگری لانڈھی کی مجالس:

خواجہ اجمیر نگری ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر مومنین کی تعداد انتہائی کم ہے مگر اسکے باوجود وہاں پر بھی عزاداری قائم

ہے۔

ایک مجلس نایاب حیدر صاحب کے گھر 21 محرم کو منعقد کی جاتی ہے جبکہ دوسری مجلس 24 محرم کو کلب حسن صاحب کے گھر منعقد کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ 26 صفر کو واجد علی صاحب کے گھر میں بھی مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے۔

شریف کالونی کی عزداری:

لانڈھی 6 نمبر کے قریب شریف کالونی آباد ہے۔1990ء کی دہائی کے اوائل میں صفر کے مہینے میں

حکیم مرتضی جارچوی صاحب کے گھر شب غم کا ایک بڑا پروگرام منعقد ہونا شروع ہوا جو 2000ء کی دہائی میں بہت بڑے پیمانے پر کیا جانے لگا۔ اس مجلس میں اہل سنت اور اثنا عشری علماء خطاب کرتے ہیں۔ خطابت عام طور پر مولانا اصغر درس صاحب کرتے ہیں اور سلام بھی اہل سنت اور اہل تشیع افراد دونوں پڑھتے ہیں۔ بعد ختم مجلس مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔ یہ مجلس اتحاد بین المسلمین کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔

اسی طرح سے 29 صفر کو ظہیر الحسن زیدی صاحب کے گھر کے باہر ٹینٹ لگا کر ایک سالانہ شب غم برپا کیا جاتا ہے۔ یہ شب غم 2000ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔ شریف کالونی میں ایک بڑی مجلس عزا شاہد علی رضوی صاحب کے مکان پر 17 صفر کو منعقد ہوتی ہے۔

اسی طرح سے انجمن تنظیم علی اکبر کی شب بیداری بھی پہلے شریف کالونی میں روڈ پر ٹینٹ لگا کر منعقد کی جاتی تھی مگر اب یہ شب بیداری مسجد وامام بارگاہ امامیہ جے ون میں منتقل ہوگئی ہے۔

خواتین کی مجالس:

لانڈھی بھر میں مومنین کی آبادی پھیلی ہوئی ہے کہیں پر بھی مومنین مکمل آبادی کی صورت میں نہیں رہتے مگر مسجد حسینیہ و امام بارگاہ ابوالفضل العباس اور مسجد اثنا عشری مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن لانڈھی بھر میں اصل عزاداری خواتین کی مجالس کی صورت میں منعقد ہوتی ہے۔ لانڈھی میں خواتین کے 70 سے زیادہ عشرے منعقد ہوتے ہیں اور روزانہ کی بنیاد پر بہت ساری سالانہ مجالس بھی خواتین کی منعقد ہوتی ہیں۔

لانڈھی کی ماتمی انجمنیں

انجمن شیدائیان عباس (ع) رجسٹرڈ:

جب لانڈھی کو آباد کیا تو اس وقت پورے علاقے کی عزاداری غیر منظم انداز میں برپا ہو رہی تھی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے چند نوجوانوں نے فیصلہ کیا کہ ایک ماتمی انجمن تشکیل دی جائے تا کہ عزاداری منظم اور باوقار انداز سے برپا ہو سکے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے انجمن غلامان عباس ڈرگ روڈ کا ایک برانچ آفس لانڈھی میں کھولا گیا مگر کچھ عرصے بعد 14 اگست 1968ء انجمن شیدائیان عباس قائم ہوئی جس کے بانی ممبران میں جناب سید نجم الحسن مظفر، جناب سید مومن علی زیدی، جناب سید اطہر حسنین، جناب سید غلام حیدر، جناب سید ثقلین نذر، جناب سید اصغر حسین زیدی، جناب سید مظاہر جارچوی اور سید ذیشان شامل تھے۔

اس انجمن کا نام "انجمن شیدائیان عباس (ع) اور ماتمی ٹائٹل جناب سید مظاہر جارچوی نے تجویز کیا جو کثرت رائے سے منظور کر لیا گیا۔ انجمن کے پہلے تاحیات سرپرست عالی جناب قبلہ مولانا مرزا احمد عباس اور پہلے تاحیات صدر جناب اصغر حسین زیدی اور پہلے جنرل سیکریٹری جناب سید نجم الحسن مظفر قرار پائے۔ انجمن میں نوحہ خوانی کا آغاز جناب سید ثقلین نذر اور جناب سید مومن علی زیدی نے کیا۔ انجمن نے مسجد وامام بارگاہ حضرت ابوالفضل العباس (ع) کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا امام بارگاہ کے تمام مرکزی جلوسوں کے علاوہ لانڈھی میں برپا ہونے والی تمام عزاداری میں انجمن نوحہ و ماتم قیام سے آج تک برپا کرتی آ رہی ہے۔ انجمن کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ مرکزی تنظیم عزا رجسٹرڈ کے 7 بنیادی اراکین انجمنوں میں انجمن کا نام شامل ہے اس وقت انجمن کی نمائندگی جناب سید غلام حیدر نقوی کے سپرد تھی۔

انجمن کے دوسرے صاحب بیاض جناب سید ابرار شمیم تھے جنہوں نے اپنی بہترین اواز، خوب صورت ادائیگی سے انجمن کو دوام بخشا جناب ابرار شمیم کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بیاض کا استعمال بہت کم کرتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ ابرار بھائی کو تمام مراثی اور نوحے حفظ تھے۔ ابرار شمیم صاحب کو روایتوں کو پڑھنے میں بہت عبور حاصل تھا۔ وہ سوز خوانی بھی کیا کرتے تھے۔ ابرار شمیم صاحب کا کچھ عرصے پہلے انتقال ہو گیا ہے تاہم نوحہ خوانی اپنی بیماری کی وجہ سے کافی پہلے چھوڑ دی تھی۔ ابرار شمیم صاحب کے بعد بیاض جناب سید حامد نذر کے حوالے کر دیں گئیں اور اب وہ 25 سال سے نوحہ خوانی کے فرائض ادا کر

رہے ہیں۔

انجمن نے طویل عرصے تک خمسہ مجالس کا اہتمام کیا جس سے ملک کے معروف علماء وذاکرین خطاب کرتے تھے جبکہ علامہ سید عرفان حیدر عابدی تسلسل کے ساتھ 14 سال تک انجمن کے سالانہ خمسہ عزا کی مجالس سے خطاب کرتے رہے۔ اسکے علاوہ مولانا مرزا احمد عباس کے انتقال کے بعد جناب علامہ سید عرفان حیدر عابدی تاحیات انجمن کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔

انجمن شیدائیان عباس نے 1999ء سے مجلس عزا و اعزازی طرحی شب نوحہ کا آغاز کیا جو تقریباً دس سال جاری رہا اس طرحی اعزازی شب نوحہ میں ہر سال کراچی وحیدر آباد کی 18 ماتمی انجمنیں شرکت کرتی تھیں۔ انجمن ہر سال ایک معزز جیوری کے فیصلوں پر پہلے نمبر پر آنے والی انجمن اور شاعر اہلبیت (ع) کی خدمت میں مقتدر قومی شخصیات اور انجمن کے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے سونے کا نشان کامیابی اور دوسرے تیسرے نمبر پر آنے والی انجمن اور شاعر اہلبیتؑ کی خدمت میں چاندی کے نشان کامیابی پیش کیے جاتے تھے۔ اعزازی طرحی شب نوحہ کی مجالس سے معروف علماء ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

موجودہ دور میں انجمن ہر سال رجب المرجب میں ایک جشن ”جشن صاحب ذوالفقار“ اور سفر حضرت امام حسینؑ 27 رجب المرجب، شہادت حضرت امام علیؑ ی 19 ماہ صیام، شہادت جناب حضرت مسلم 8 ذوالحجہ کے علاوہ 7 محرم الحرام جلوس مہندی جناب حضرت قاسمؑ، شہادت حضرت امام علی رضاؑ 15 تا 16 صفر المظفر مجالس برپا کرتی ہے۔ یہ تمام مجالس ومحافل کے لئے انجمن کسی سے کوئی عطیہ وصول نہیں کرتی تمام اخراجات انجمن کے مخیر ماتمی خود برداشت کرتے ہیں۔

انجمن کے موجودہ جنرل سیکریٹری جناب سید امام رضا فہیم اور صدر جناب سید مہدی نذر کے ساتھ جناب سید غضنفر زیدی، جناب سید شبیہہ الحسن یاسر، جناب سید علی رضا افضال، کے ساتھ تمام ماتمی انجمن کی عزاداری میں بھرپور حصہ لیتے ہیں جب کہ جناب سید شعیب رضا انجمن کی تمام مجالس ومحافل میں باقائدگی سے منقبت خوانی اور سوزخوانی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ جبکہ سید علی رضا نقوی پچھلے بیس

سالوں سے انجمن کے سکریٹری مالیات کی خدمات نہایت احسن انداز سے انجام دے رہے ہیں۔

انجمن نے اپنے زندگی کے کامیاب پچاس سال مکمل ہونے پر 2018ء میں ایک انتہائی خوبصورت جشن کا انعقاد انجمن کے مرکزی دفتر پر کیا تھا جس میں علماء کرام، خطباء و ذاکرین، شعراء کرام و منقبت گزاروں کے علاوہ شہر کی ماتمی انجمنوں کے صدور جنرل سیکریٹریز اور صاحبان بیاض حضرات نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی تھی۔

انجمن گلدستہ حیدری:

انجمن شیدائیان عباس کے بعد لانڈھی کی یہ سب سے قدیم انجمن ہے۔ پہلے یہ بچوں کی انجمن تھی جسے جناب زائر عباس صاحب نے 1960ء کی دہائی میں قائم کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کے چھوٹے بھائی علی عباس زیدی، رضا کونسلر اور علی احمد صاحب بھی اس انجمن کے بانی ممبران میں سے تھے۔ یہ لانڈھی کی واحد دوہاتھ کی انجمن ہے۔ جناب زائر عباس زیدی کا لانڈھی اور کورنگی کی عزاداری کو مستحکم کرنے میں اہم کردار رہے۔ وہ لانڈھی اور کورنگی میں عزاداری کے ہر پروگرام میں لازمی شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مرکزی تنظیم عزاء کے بھی انتہائی فعال رکن تھے۔ اس انجمن میں پچھلے کئی برسوں سے جناب سید علی عباس زیدی کے فرزند نفیس عباس زیدی نوحہ خوانی کرر ہے ہیں۔ نفیس عباس سے پہلے معروف عزادار ابرار حسن رضوی بھی انجمن گلدستہ حیدری میں صاحب بیاض کی حیثیت سے نوحہ خوانی کرتے رہے ہیں۔

عزاداری کے دیگر پروگرامز کے علاوہ یہ انجمن لانڈھی میں عاشور کے مرکزی جلوس کے اختتام پر فری ٹرانسپورٹ کا اہتمام کرتی ہے تا کہ لانڈھی کے زیادہ سے زیادہ لوگ نشتر پارک کے مرکزی جلوس میں شریک ہوسکیں اور مرکزیت کو قائم رکھا جائے۔

اس کے علاوہ یہ انجمن گذشتہ کئی سالوں سے 3 شعبان کو اپنے مرکزی دفتر عزاخانہ زائر عباس میں جشن امام حسین علیہ السلام بھی منعقد کرواتی ہے۔

انجمن تبلیغ محمدی:

لانڈھی میں عزاداری کے فروغ کے لئے 1980ء کی دہائی کے اوائل میں انجمن تبلیغ محمدی کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانی ممبران میں شاہد بھائی (شبو بھائی) سلطان عباس (کبو بھائی)، علی حسنین زیدی، حسن امام زیدی جانی بھائی، صوفی بھائی، ابوالحسن (منے بھائی)، اعجاز حسین زیدی، محمود علی شہید، منیر نقوی اور دیگر احباب شامل تھے۔ شہید اقبال مسعود نے اس انجمن کے قیام سے لے کر اپنی شہادت تک انتہائی فعال خدمات انجام دیں ہیں۔ اس انجمن کے شروع کے نوحہ خوانوں میں مختار عالم، سید صادق حسین اور سید علی حسنین زیدی شامل تھے۔ اس کے بعد قیصر رضوی، کوثر جعفری، راجہ مہدی نے بھی نوحہ خوانی کی جبکہ 2013 سے اقبال مسعود شہید کے بعد انجمن کی تمام تر ذمہ داریاں کمال مسعود صاحب انجام رہے ہیں۔

یہ انجمن عزاداری کے پروگرامز کے حوالے سے لانڈھی میں بہت متحرک ہے۔ عزاداری کے دیگر پروگرامز کے علاوہ اس انجمن کی جانب سے 8 ذوالحجہ کو امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی مناسبت سے ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ عرصے سے انجمن تبلیغ محمدی کی جانب سے ایام فاطمیہ میں بھی مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کافی عرصے تک اس انجمن کی جانب سے آگ پر ماتم بھی برپا کیا جاتا رہا۔

11 رمضان کو انجمن تبلیغ محمدی کی جانب سے جشن امام حسن مجتبیٰ بھی منعقد کیا جاتا ہے جو پہلے لانڈھی نمبر 2 میں انجمن تبلیغ محمدی کے دفتر حسن پیلس میں منعقد ہوتا تھا مگر اب 2012ء کے بعد سے یہ میلاد امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس محفل میں کراچی بھر کے معروف منقبت خواں اور علماء کرام شرکت کرتے ہیں۔

انجمن مومن حیدر کرار:

انجمن مومن حیدر کرار کا قیام 1990ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی جناب تعریف علی کاظمی صاحب

تھے۔اس انجمن کی جانب سے بہت سے عزاداری کے پروگرامز کا مسجد و امام بارگاہ ابوالفضل العباس میں انعقاد کیا گیا جن میں 26 ربیع الاول کو حضرت ابوطالب کی شہادت کے حوالے سے مجلس اسی طرح 3 جمادی الثانی کو بی بی فاطمہ الزہرہ علیہ السلام کی شہادت کے حوالے سے مجلس کا اہتمام شامل ہے۔اس کے علاوہ اس انجمن کی جانب سے 13 جمادی الثانی کو حضرت ام البنین اور پندرہ رجب کو حضرت زینب ثانی زہرا علیہ السلام کے حوالے سے مجالس کا آغاز کیا گیا جبکہ 25 رجب کو شہادت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بھی مجلس شروع کی گئیں۔اس انجمن کی جانب سے 7 رمضان اور 10 رمضان کو حضرت فاطمہ بنت اسد اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی مجالس منعقد کی جاتیں ہیں۔

انجمن تنظیم علی اکبر 24 نومبر 1988 کو شریف کالونی لانڈھی 36G کے مومنین نے ماتمی انجمن کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سید بدرالحسن رضوی صاحب کے گھر ایک اجلاس منعقد کیا۔اس اجلاس کی صدارت سید شوکت علی زیدی صاحب نے کی اور اس میں ایک ماتمی انجمن کا قیام عمل میں آیا جس کا نام انجمن تنظیم علی اکبر رکھا گیا۔انجمن کا نام سید افضال حسین زیدی صاحب نے تجویز کیا تھا جو کثرت رائے سے منظور کر لیا گیا۔اس انجمن کے بانی سید ندیم الحسن رضوی اور سید نعیم الحسن رضوی تھے جنہوں نے اس انجمن کی مزید تنظیم سازی کی جس میں صدارت سید حیدر رضا زیدی صاحب جبکہ نائب صدر آغا رضوی صاحب بنائے گئے۔جنرل سیکریٹری کا عہدہ ظہیر الحسن زیدی صاحب کو ملا جب کہ باقی ذمہ داریاں جناب ارشد حسین صاحب، جناب شوکت علی زیدی صاحب، اور جناب سائین سردار حسین زیدی صاحب کو دی گئیں۔انجمن کے پہلے نوحہ خواں جناب افضال حسین زیدی صاحب تھے جبکہ بعد میں سید ظہیر الحسن زیدی صاحب بھی مستقل نوحہ خوانی کرنے لگے۔اس انجمن کی جانب سے ایک مرکزی شب بیداری مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون ایریا کورنگی میں منعقد کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ یہ انجمن کراچی بھر میں مدعو شدہ عزاداری کے پروگرامز میں بھرپور انداز میں شرکت کرتی ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)

۲) وادی ملیر (حمید ناضر)

۳) پاکستان کرونیکل (ڈاکٹر عقیل عباس جعفری)

۴) شہروں میں شہر کراچی (نسرین اسلم)

۵) پروگرام مجلس وجلوس عزا (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی کراچی)

۶) مجلہ الحسینی

۷) وکیپیڈیا

۸) جناب پروفیسر شاہد کمال صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۹) جناب قمر صاحب (فرزند سید علی عسکری رضوی مرحوم) سے حاصل کردہ معلومات

۱۰) جناب سید شہریار حسین صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

۱۱) جناب حیدر رضوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۲) جناب پروفیسر نجمی حسن صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۳) جناب محسن نذر صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۴) جناب کمال مسعود صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۵) جناب عامر صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

۱۶) خانوادہ سید غلام حیدر نقوی سے حاصل کردہ معلومات۔

۱۷) جناب سید نوازش علی کاظمی سے حاصل کردہ معلومات

۱۸) جناب زوہاد زیدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات

۱۹) جناب سید نعیم الحسن رضوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

لانڈھی B-36 کی عزاداری اور تاریخ پر مختصر نظر

کچھ ذکر جونپور کی تاریخ اور عزاداری کا:

فیروز شاہ تغلق بنگال سے دہلی جاتے ہوئے دریائے گومتی کے کنارے پر خیمہ زن ہوئے تو ان کو یہ جگہ بہت پسند آئی اور اس جگہ ایک شہر بسانے کا سوچا۔ اسی رات اپنے خواب میں چچا زاد بھائی سلطان فخر الدین محمد شاہ جن کا اصل نام جونا خان تھا کو دیکھا اور جونا خان کے نام کی مناسبت سے آپ نے اس نئے بننے والے شہر کا نام جونپور رکھا۔

سلطان محمود شاہ تغلق نے اپنے وزیر اعظم خواجہ جہاں الملک سرور کو سلطان شرق کا خطاب دے کر جونپور کا گورنر بنایا خواجہ جہاں نے دلی کی کمزور مرکزی حکومت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی قوت میں اضافہ کیا اور 1394ء میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس سلطنت میں جونپور کے علاوہ کول، قنوج، بہار اور ترہٹ کے علاقے شامل تھے۔ یوں 1394ء سے لے کر 1476ء تک ایک خود مختار سلطنت شرقیہ قائم رہی۔

سلطنت شرقیہ میں 6 بادشاہ گزرے مگر تیسرے بادشاہ سلطان ابراہیم شاہ کا 40 سالہ دور سلطنت کا زریں دور تھا۔ اس دور میں جونپور نے اتنی ترقی کی کہ اسے ”شیراز ہند“ کہا جانے لگا۔ دور دور سے صوفیہ کرام، علماء، شاعر اور ادباء جونپور آ کر آباد ہوئے۔ یوں تو سب سلاطین شرقیہ اثنا عشری عقیدہ رکھتے تھے لیکن سلطان ابراہیم شاہ نے اپنے دور میں بڑی بڑی مساجد، مدرسے اور امام بارگاہ بنوائے۔ ایک قیاس یہ بھی ہے کہ جونپور میں بنے والا امام بارگاہ برصغیر کا پہلا امام بارگاہ تھا اور پہلا جلوس عزاء بھی وہیں سے نکالا گیا۔

لودھی اور مغل دور میں جونپور:

1476ء میں لودھی حکمران جونپور پر قابض ہو گئے اور دوبارہ جونپور سلطنت دہلی کے ماتحت ہو گیا

اور مغلوں کے دور میں بھی ایک طویل عرصے تک سلطنت دہلی کے ماتحت رہا۔

سلطنت اودھ کے دور میں جونپور کی عزاداری:

1723ء سے 1859ء تک جونپور سلطنت اودھ کے زیر انتظام رہا۔ اودھ کے نواب کھل کر عزاداری منعقد کرتے تھے بلکہ یوں کہا جائے کہ سلطنت اودھ کے نوابین کی قائم کردہ عزاداری ہی دراصل آج بھی کسی نہ کسی انداز میں پورے برصغیر میں منائی جاتی ہے۔ جونپور میں اسی زمانے میں عزاداری کی انتہائی مضبوط بنیادیں پڑیں۔ اس زمانے میں تمام حکومتی عہدیدار باقاعدہ عزاداری منعقد کرتے اور اس میں شریک ہوتے۔ ماتمی جلوس اور تعزیوں کے جلوس الگ الگ نکالے جاتے تھے غرض مسلمان کیا ہندو بھی عزاداری امام حسین میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوتے تھے۔

انگریزوں کے زمانے میں جونپور کی عزاداری:

انگریزوں کے زمانے میں ایک عزادار شیخ محمد اسلام کا نام ملتا ہے جو محرم کی تاریخوں میں اپنے امام باڑے میں مجلس برپا کرتے تھے اور تعزیے کو عاشور کے دن کربلا صدر امام بارگاہ میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ 9 محرم کو حسب معمول آپ نے تعزیے کو شام کے وقت امام باڑے کے پاس رکھا اور ذاکری کرنے دوسرے محلے چلے گئے۔ واپسی میں رات کے وقت گرفتار کر لیے گئے۔ گھر والوں کو جب اطلاع ملی تو وہ تھانے آئے اور ان سے تعزیہ دفن کرنے کی اجازت چاہی مگر محمد اسلام نے روک دیا۔ یہ واقعہ آہستہ آہستہ پورے جونپور میں مشہور ہونے لگا۔ لوگ چوک کے اردگرد جمع ہوتے چلے گئے اور صبح سے شام تک مومنین کا تعزیہ کی زیارت کے لئے تا تا بندھا رہا اور یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ قرب وجوار کے دیہاتوں سے بھی لوگ آنے لگے اور مسلسل مجالس منعقد ہونے لگیں۔ ہزاروں مومنین و مومنات ڈیرے ڈال کر یہیں بیٹھ گئے پھر بھی محمد اسلام کو رہا نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ مجمع بڑھتا چلا گیا اور 18 صفر کو انتظامیہ نے خوف کے مارے محمد اسلام کو رہا کر دیا۔ محمد اسلام نے 19 صفر کو تعزیے کو دفن کرنے کا اعلان کر دیا رات بھر چوک کے اردگرد نذر و نیاز کا سلسلہ جاری رہا۔ صبح مجلس برپا ہوئی جس میں ہزاروں

کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ایک جلوس برآمد ہوا جو مختلف راستوں سے ہوتا ہوا صدر امام بارگاہ تک آیا اور پھر یہاں پر تعزیے کو دفن کیا گیا۔یہی راستہ جلوس کا آج بھی معین ہے۔

ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی 18 صفر کو مغرب کے وقت اسلام چوک پر تعزیہ رکھ دیا جاتا ہے اور طبل بجا کر اس کا اعلان کر دیا جاتا ہے اس اعلان کے بعد زائرین کی آمد شروع ہو جاتی ہے جس کا سلسلہ رات بھر رہتا ہے اور دور دور سے لوگ اس تعزیے کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور پھر 19 صفر کو دن میں چہلم کا جلوس برآمد ہوتا ہے جس میں مزید 30 سے زیادہ مزید تعزیے شامل ہو جاتے ہیں اور پھر یہ جلوس صدر امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔یہ ہندوستان کا واحد چہلم کا جلوس ہے جو 19 صفر کو برآمد ہوتا ہے۔

انگریزوں کے زمانے میں ہی مفتی کرم اللہ صاحب کے گھر 11 صفر سے 18 صفر تک ایک عشرہ قائم کیا گیا جو آج بھی پوری شان کے ساتھ منعقد کیا جاتا ہے۔مفتی کرم اللہ صاحب کی مناسبت سے یہ پورا محلہ مفتی محلہ کے نام سے مشہور ہے۔جبکہ 17 صفر کی شب مجلس کے اختتام پر ایک جلوس برآمد ہوتا ہے اور انجمن ذوالفقاریہ زنجیر کا ماتم کرتی ہے۔مفتی محلہ امام باڑہ چوک مجید میاں میں اراکین انجمن سجادیہ 1945ء سے شب بیداری بھی منعقد کر رہی ہے۔

قیام پاکستان اور جونپور سے ہجرت:

پورے ہندوستان کی طرح جونپور میں بھی تحریک پاکستان بڑی شدومد کے ساتھ چلی مگر قیام پاکستان کے بعد اس علاقے میں کسی بھی قسم کا کوئی ہندو مسلم فساد نہیں ہوا۔یہاں کے مسلمان خود اپنی مرضی سے پاکستان منتقل ہوتے رہے۔انہی لوگوں میں مفتی محلے کے شاہ حسین حیدر (گارڈ صاحب) بھی تھے جو ریلوے میں ملازمت کرتے تھے۔جب بٹوارے کے بعد سرکاری ملازمین کو یہ موقع ملا کے اپنی مرضی سے وطن کا انتخاب کریں تو گارڈ صاحب نے پاکستان کا انتخاب کیا اور لاہور آ گئے۔آپ کی لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر ہی پوسٹنگ ہو گئی اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر رشی بھون نامی ہندوؤں کی ایک

حویلی میں رہنے کا ٹھکانہ مل گیا۔

گارڈ صاحب اپنا سب کچھ تو ہندوستان چھوڑ آئے تھے مگر پھر بھی مفتی محلہ جونپور میں اپنے امام بارگاہ کی عزاداری کو پاکستان میں زندہ کرنے کے لیے 1948ء میں رشی بھون میں مجالس کا انعقاد شروع کیا جس میں مولانا بشیر حسین فاتح ٹیکسلا نے خطاب کیا۔

کچھ عرصے بعد آپ کا ٹرانسفر خیر پور ہو گیا جہاں آپ کو بنگلا نامی جگہ پر رہائش ملی خوش قسمتی سے اسی علاقے میں ایک رشتہ دار کی جانب سے امام بارگاہ بھی مل گیا جس کا پورا انتظام آپ کے ذمہ آ گیا۔ کچھ دنوں بعد آپ کا تبادلہ کراچی ہو گیا۔ کراچی میں آپ کو کوئی رہائش نہ مل سکی جس کی وجہ سے آپ کو لیاقت بستی کی جھگیوں میں رہائش اختیار کرنا پڑی۔ لیاقت بستی پرانی سبزی منڈی پر بنی ہوی تھی۔ اس پورے علاقے میں جگھیاں بنی ہوئیں تھیں جہاں پکے مکانوں میں رہنے والے ہجرت کر کے پاکستان کی محبت میں جھگیوں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ بنگلے والی امام بارگاہ کی ذمہ داری ہونے کی وجہ سے آپ ہر سال پورے خاندان سمیت خیر پور چلے جاتے اور محرم میں عزاداری وہیں پر کرتے۔ 1962ء میں آپ نے خیر پور والی امام بارگاہ کو لیاقت بستی میں منتقل کر دیا مگر آپ نے اپنے قدیمی امام بارگاہ جو مفتی محلہ جونپور میں موجود تھا کوئی تبرکات نہیں منگوائے کیونکہ وہ امام بارگاہ آج بھی وہاں موجود ہے اور عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔

لانڈھی B-36 کی عزاداری:

1963ء میں جب لانڈھی B-36 سرکار نے کوارٹرز بنا کر مہاجرین کو دیے تو بس راشن کارڈ دکھا کر اور معمولی قیمت پر مکان کی الاٹمنٹ کر دی جاتی تھی۔ گارڈ صاحب کو لانڈھی B-36 میں دو مکان الاٹ ہوئے جو گلی نمبر 16 میں مکان نمبر 4 اور 5 تھے۔ ایک مکان کو آپ نے فوری طور پر ہی امام بارگاہ بنا لیا۔ B-36 میں ہندوستان کے مختلف شہروں جیسے جونپور، سلطانپور، میرٹھ، نوگاواں اور سرسی وغیرہ کے لوگ رہائش پذیر تھے۔ کیونکہ گارڈ صاحب کے مالی حالات مستحکم نہیں تھے اس لئے امام بارگاہ کی چھت پر

شیٹ ڈال کر گزارا کیا گیا اور عزاداری کو بڑے منظم انداز میں منعقد کیا جانے لگا۔ رہائش اختیار کرنے کے بعد جیسے ہی پہلا محرم 1964ء میں آیا تو آپ نے عشرہ اولا کا آغاز کیا جس میں شاعر اہلبیت شاہ محمد حماد نے مجالس سے خطاب کیا۔ آج گارڈ صاحب کو انتقال ہوئے 20 سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے مگر آج بھی یہ امام بارگاہ گارڈ صاحب کے امام بارگاہ کے نام سے مشہور ہے۔

لانڈھی 36-B کے جلوس

شروع شروع میں جب گارڈ صاحب کا امام بارگاہ بنایا گیا تو یکم محرم سے عاشور تک روز جلوس نکالے جاتے تھے مگر پھر مخصوص جلوس نکالے جانے لگے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

یکم محرم کا جلوس:

یکم محرم کو گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے ایک جلوس رات گیارہ بجے بعد ختم مجلس برآمد ہوتا ہے جو محلے میں گشت کر کے ختم ہو جاتا ہے۔ یہ جلوس 1964ء سے قائم ہے۔ اس جلوس کا پرمٹ شاکر نقوی صاحب کے تعاون سے حاصل ہوا کیونکہ ان کا پہلے جلوس لیاقت بستی پرانی سبزی منڈی میں برآمد ہوتا تھا۔ وہ اس پرمٹ کو لانڈھی 36 میں 36-B لے آئے تھے۔ اب اس جلوس کے تمام تر انتظامات انجمن غلامان ابن حسن کے پاس ہیں۔

6 محرم کا جلوس:

انجمن غلامان نے ابن حسن کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے چھ محرم کو علم اور ذوالجناح کا جلوس برآمد کیا جاتا ہے۔ یہ جلوس 1964ء سے برآمد کیا جا رہا ہے رات گیارہ بجے مجلس کے اختتام پر یہ جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا جے ون کورنگی کے امامیہ امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

سات محرم کا جلوس:

یہ جلوس بھی رات گیارہ بجے انجمن غلامان ابن حسن کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے برآمد ہوتا ہے اور گلی میں ہی گشت کر کے واپس آجاتا ہے۔ یہ جلوس بھی 1964ء سے قائم ہے۔

آٹھ محرم کا جلوس:

انجمن غلامان ابن حسن کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے آٹھ محرم کا جلوس رات میں برآمد ہوتا ہے اور یہ اپنے مخصوص راستوں سے ہوتا ہوا مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون کورنگی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں راستے میں آنے والے بہت سارے عزاخانوں کے منتی جلوس بھی شامل ہوتے جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ جلوس رات گئے جا کر ختم ہوتا ہے۔ پہلے یہ جلوس محسن صاحب کے گھر کے عزاخانے پر اختتام پذیر ہوتا تھا جو ایک انتہائی پرخلوص عزادار تھے ان کا عزاداری سے خلوص اپنی انتہا پر تھا جب جلوس ان کے گھر کے پاس آتا تو وہ عزاداروں کے لیے بچھ جاتے۔ شروع شروع میں کیونکہ سبھی کو معاشی مسائل کا سامنا تھا اس کے باوجود وہ پورے جلوس کو چائے اور بن کی نیاز پیش کرتے اب ان کے انتقال کے بعد یہ جلوس کچھ عرصہ سے مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس بھی 1964ء سے قائم ہے۔

نومحرم کی شب کا جلوس:

انجمن غلامان نے ابن حسن کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے 9 محرم کی شب میں بھی ایک جلوس رات 11 بجے برآمد ہوتا ہے جو محلے میں گشت کر کے واپس گارڈ صاحب کے امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔ یہ جلوس بھی 1964ء سے قائم ہے۔

یوم عاشور کا جلوس:

صبح عاشورا انجمن غلامان ابن حسن کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے ایک جلوس برآمد کیا

جاتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ اسی امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس بھی لانڈھی 36-B کے قیام سے آج تک قائم ہے۔

مجلس فاقہ شکنی:

عاشور کی شام گارڈ صاحب کے امام بارگاہ میں ایک مجلس برپا کی جاتی ہے جس کے بعد فاقہ شکنی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ مجلس بھی امام بارگاہ کے قیام سے اب تک چلی آرہی ہے۔

مسجد اثنا عشری لانڈھی 36-B:

لانڈھی 36-B میں مسجد کے لیے ایک بڑا پلاٹ جو تقریباً 15200 گز پر مشتمل تھا الاٹ ہوا تھا۔ مختلف وجوہات کی بنا پر مسجد کی عمارت فوری طور پر قائم نہ ہوسکی۔ جس کی وجہ سے سرکار نے آدھے حصے پر سرکاری اسکول بنا دیا اور بقیہ زمین مسجد کے لئے رہ گئی۔ 1967ء میں اس زمین پر مسجد بنانے کی کوشش کی گئی مگر مختلف وجوہات کی بنا پر پہلے مسجد ایک جھونپڑی کی صورت میں بنائی گئی پھر لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت ایک کمرہ بنالیا جس کے اوپر ٹین کی چھت ڈال دی گئی اور 1967ء سے ہی یہاں پر پانچوں وقت کی نماز باجماعت شروع ہوئی۔ اس کے پہلے پیش امام جناب شاہ محمد حماد صاحب تھے جو ایک طویل عرصہ تک یہاں نماز پڑھاتے رہے۔ ان کے بعد مولانا طٰہٰ نجفی صاحب نے بھی نماز کافی عرصے تک پڑھائی دوران حج ان کا انتقال ہوگیا تھا اس کے بعد سے مختلف علماء یہاں نماز پڑھاتے رہے ہیں اس کے علاوہ اگر علماء موجود نہیں ہوتے تھے تو سید جعفر حسین زیدی صاحب نے بھی پیش امام کے فرائض انجام دیے ہیں۔

2018 میں باقاعدہ ایک بڑی مسجد کی عمارت تعمیر کی گئی ہے اور اب یہ مسجد لانڈھی 36-B کے علاقے کی عزاداری کا مرکز بن گئی ہے۔

اس مسجد کی تعمیر میں بہت زیادہ مسائل آئے مگر اس کی تعمیر مکمل کی گئی۔ اس مسجد کی تعمیر میں اہم کردار سید جعفر حسین زیدی صاحب، عسکری صاحب، مولانا باقر صاحب، شاکر نقوی صاحب، حامد زیدی

صاحب، شاہ محمد حماد صاحب اور دیگر کا تھا۔ جب کہ نئی عمارت کی تعمیر میں سب سے زیادہ اہم کردار اہل علاقہ کے نوجوانوں کا ہے جن کی شب و روز محنت کے نتیجے میں مسجد کی یہ عمارت تعمیر ہوئی۔

2014 سے مسجد اثناعشری میں بھی باقاعدہ یکم محرم سے عاشورا تک ایک عشرہ منعقد کیا جارہا ہے جس میں مختلف علماء اور ذاکرین خطاب کرتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی پیام ولایت فاؤنڈیشن کی جانب سے ایک شب غم بھی اسی مسجد میں منعقد کیا جاتا ہے۔ جب کہ 20 رمضان کی شب شمیم حسن صاحب کے گھر سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو مسجد اثناعشری میں آکر اختتام پذیر ہوتا ہے

قیصر صاحب کا عشرہ:

قیصر صاحب کے گھر کے عزاخانے میں عشرہ ثانی یعنی 11 محرم سے 20 محرم تک ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جو 1970ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

لانڈھی B-36 کی ماتمی انجمنیں

انجمن غلامان ابن حسنؑ:

انجمن غلامان ابن حسن کا قیام 1964ء میں ہوا اس کے بانی ممبران میں شاہد جاوید حیدر، عسکری زیدی، باقر رضا زیدی اور شاکر نقوی وغیرہ تھے اور انجمن کے سرپرست اعلیٰ شاہ محمد حماد تھے۔ اس انجمن کے اولین نوحہ خوانوں میں شاہ اقبال حماد، شاہ جاوید حماد، زاہد صاحب اور محمد رضا زیدی (شاداب) تھے تاہم اس انجمن کے سب سے معروف نوحہ خواں واحد صاحب تھے۔ واحد صاحب نے ہی دراصل انجمن غلامان ابن حسن کو اپنی بہترین نوحہ خوانی سے پورے کراچی میں متعارف کرایا۔ آپ واحد برادران کے نام سے سوزخوانی بھی کیا کرتے تھے اور لانڈھی کورنگی کے بڑے سوزخوانوں میں آپ کا شمار ہوا کرتا تھا۔ آپ نے ایک طویل عرصے تک نوحہ خوانی کی اسکے علاوہ رضوان مرزا نے بھی کچھ عرصے نوحہ خوانی کی

جب کہ آج کل میثم نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

شروع شروع میں یہ انجمن 23 صفر سے 27 صفر تک ایک خمسہ منعقد کرتی تھی جو پہلے عسکری صاحب کے گھر میں ہوتا تھا پھر گلی میں ہونے لگا مگر اب یہ مسجد کے میدان میں منعقد کیا جاتا ہے لیکن اب خمسے کی جگہ یوم عزا منعقد ہوتا ہے جس میں صبح دو پہر اور رات میں مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔اس یوم عزاء میں بڑے بڑے علماء خطاب کر چکے ہیں۔

یہ انجمن بالخصوص لانڈھی B-36 اور اس کے علاوہ لانڈھی میں برآمد ہونے والے جلوسوں میں شرکت کرتی ہے۔لانڈھی اور کورنگی کی عزاداری کے فروغ میں اس انجمن کا ایک اہم کردار ہے۔

انجمن عزاداریہ:

یہ انجمن 1969ء میں قائم ہوئی تھی۔اس کے زیادہ تر ممبران جونپور کے تھے۔اس انجمن کے پہلے صاحب بیاض دلارے بنارسی تھے جو کبھی انجمن مومنین حیدری لالوکھیت میں بھی نوحہ خوانی کرتے تھے۔ ان کے بعد صاحب بیاض شفق زیدی (اشفاق صاحب) تھے جو کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور فیض احمد فیض پر آپ کو اتھارٹی تصور کیا جاتا ہے۔

اس انجمن کی جانب سے ایک یوم عزا 1972ء سے مسجد اثناعشری کے گراؤنڈ میں منعقد کیا جارہا ہے۔اس یوم عزاء میں تین نشستیں ہوتی ہیں اور ان نشستوں سے بڑے بڑے علماء کے خطاب کر چکے ہیں۔ایک زمانے میں جب اس یوم عزا کی نشستوں ں سے علامہ عرفان حیدر عابدی، علامہ نصیر الاجتہادی اور علامہ طالب جوہری خطاب کرتے تھے اور ہر نشست کے اختتام پر کراچی کی معروف انجمنیں نوحہ خوانی کرتی تھیں تو یہ کراچی شہر کا انجمن تبلیغ امامیہ کے یوم عزا کے بعد یوم عزا کے بڑے پروگرامز میں سے ایک تصور کیا جاتا تھا۔اس یوم عزاء میں علامہ حافظ تصدق حسین، مولانا کلب صادق صاحب، مولانا کلب عابد صاحب، علامہ مرزا محمد اطہر اور مولانا ذیشان حیدر جوادی صاحب بھی خطاب کر چکے ہیں۔

خواتین کی مجالس:

اس پورے علاقے میں خواتین کے بہت سے عشرے پورے دو مہینے آٹھ دن منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام مومنین کے گھر عام طور پر خواتین کی ایک مرکزی مجلس ضرور ہوتی ہے جس میں اہل علاقہ کے علاوہ متعلقہ گھر کے خاندان والے پورے کراچی بھر سے شرکت کرتے ہیں۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتب اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں ہیں:

١) تاریخ فرشتہ (محمد قاسم فرشتہ)

٢) اب کوثر (شیخ محمد اکرم)

٣) تاریخ فیروز شاہی (ضیاء الدین برنی)

٤) جامع تاریخ ہند (محمد حبیب)

٥) مذہب شیعہ-قدیم تحریک و ہمہ گیر قوت (سید محمد احسن زیدی مجتہد)

٦) تاریخ شیعان علی (علی حسین رضوی)

٧) حسین حسین حصہ دوم (محمد وصی خان)

٨) خانوادہ شاہ حسین حیدر (گارڈ صاحب) سے حاصل کی گئی معلومات

٩) خانوادہ سید جعفر حسین زیدی سے حاصل کی گئی معلومات۔

١٠) جناب سید حیدر رضوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

١١) کتابچہ پروگرام مجلس وجلوس عزا (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی)

١٢) ویکیپیڈیا

١٣) A Socio-Intellectual History of Asna Ashari Shia in India (Syed Athar Abbas Rizvi)

کورنگی ٹاؤن کی عزاداری

کورنگی ٹاؤن

کچھ ذکر کورنگی کے نام کا:

کورنگی کے معنی ہندی زبان میں الائچی کے ہیں۔ اس نام کی مناسبت سے دو مفروضے قائم کیے جاسکتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ کورنگی کی بندرگاہ سے کسی زمانے میں الائچی کا کاروبار ہوتا ہوگا یا پھر یہاں الائچی کی کاشت ہوتی ہوگی۔ مگر یہ دونوں باتیں یہاں کے طبعی حالات کے پیش نظر ناممکن ہیں۔ تیسری بات یہ ہوسکتی ہے کہ یہ کسی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ”کارنجا“ یا ”کرنجا“ نام کی برصغیر میں 9 بستیوں کا ذکر ملتا ہے۔ ''کارنجا'' کے معنی تالاب یا پانی کی نالی یا کھاڑی کے دہانے کے ہیں۔ اس کے علاوہ کورنگی ”کارنج“ کی ایک بگڑی ہوئی شکل بھی ہوسکتی ہے۔ ”کارنج“ کے نام سے برصغیر میں 6 بستیاں آباد ہیں۔ جبکہ ”کارنگ“ کے نام سے برصغیر میں 5 بستیوں کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح سے ”کارنگا“ کے نام سے بھی برصغیر میں 3 بستیوں کا ذکر ملتا ہے۔ جبکہ ”کورنگ“ کے نام سے بھی 2 بستیاں موجود ہیں۔ ”کورنگ“ فارسی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد لال رنگ کا گھوڑا اور افواج کی مشق کا میدان ہے۔ اسی طرح سے ”کورنگا“ بھی فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی گھوڑوں کی خلیج یا گھوڑوں کا میدان ہے۔

کورنگی ”رنگھوں“ کی بگڑی ہوئی شکل بھی ہوسکتی ہے جس کے معنی زمینی راستہ یا خرگوش کے رہنے کی جگہ کے ہیں۔ ان سب کے علاوہ کورنگی ”کورگی“ سے بھی بہت قریب ترین معلوم ہوتا ہے جبکہ ”کورگی“ نام کی ایک قوم پرانے زمانے میں کراچی اور اس کے گردونواح میں آباد تھی اور اس قوم کا پیشہ سمندری قزاقی تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ سندھ میں گھوڑوں کو پال کران کا کاروبار کیا جاتا تھا۔ کراچی کے ساحل سمندر سے گزرنے والے جہازوں کو لوٹا جاتا تھا یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے۔

کورنگی ملیر ندی کے دوسرے کنارے پر آباد ہے اس لحاظ سے خلیج کورنگی فوجی لحاظ سے بھی بہت اہمیت کی

حامل ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران یہاں ایک ہوائی اڈہ بھی تعمیر کیا گیا تھا جو برطانوی افواج کے لیے نہایت موزوں ثابت ہوا تھا۔ یہ ہوائی اڈا اب کورنگی کریک کا ہوائی اڈا کہلاتا ہے۔ قیام پاکستان سے قبل کورنگی کا علاقہ کئی گوٹھوں پر مشتمل تھا مگر یہ ایک دوسرے سے بہت دور دور تھے اور آبادی انتہائی کم تھی۔

کچھ ذکر کورنگی کی تعمیر کا:

قیام پاکستان کے بعد 1956ء میں مہاجرین کو کورنگی K ایریا میں سب سے پہلے لا کر آباد کیا گیا۔ یوں کورنگی میں مہاجرین کی سب سے پہلی آبادی K ایریا میں قائم ہوئی۔

1958 میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد فوجی حکومت نے تقسیم کے وقت ہندوستان سے آنے والے مہاجرین پر خصوصی توجہ دی۔ اس مقصد کے لئے لیفٹیننٹ جنرل اعظم خان کو آبادکاری کے مرکزی وزیر کی ذمہ داریاں سونپی گئی جو پہلے ہی سے مہاجرین کی آبادکاری پر کام کر رہے تھے۔ انہیں ہنگامی بنیادوں پر مہاجرین کی مزید آبادکاری کی ذمہ داری دی گئیں۔ اعظم خان صاحب نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اس سلسلے میں ایک بڑا کارنامہ انجام دیا جو تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپ نے کورنگی کے مقام پر آٹھ ماہ کے اندر 15 ہزار مکانات تعمیر کرائے۔ 5 دسمبر 1958ء کو صدر پاکستان ایوب خان نے اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور یکم اگست 1959ء کو ٹھیک 8 مہینے بعد اس بستی کا افتتاح کیا۔ آپ نے افتتاح کے وقت کورنگی کی اس نئی آبادی کے پہلے مکین جناب حاجی عظمت اللہ کو ان کے مکان کا الاٹمنٹ آرڈر اور راشن کارڈ عطا کیا۔ کورنگی کا علاقہ 3000 ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس کی تعمیر میں اس وقت بارہ کروڑ روپے خرچ ہوئے جبکہ اس کا نقشہ یونان کے مشہور ماہر تعمیر نے تیار کیا تھا۔ یہ وہی ماہر تعمیر تھا کہ جس نے نارتھ ناظم آباد کا نقشہ بنایا تھا۔ اس ماہر تعمیر نے اپنے تمام تر تجربے کو بروئے کار لا کر کورنگی کا نقشہ بنایا تھا اور بڑی پلاننگ سے آبادکاری کی گئی تھی۔ ہر سیکٹر میں مارکیٹ، اسکول، پارک، کھیلوں کے میدان، لائبریریز اور کمیونٹی سینٹر کے لیے باقاعدہ جگہ مختص کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ کشادہ ڈبل روڈز اور ان کے ساتھ ساتھ سروس

روڈز بھی موجود تھیں۔

کورنگی میں 80، 120 اور 128 گز کے کوارٹرز بنائے گئے تھے۔ 128 گز کے کوارٹرز کی لین میں گندی گلیاں نہیں تھیں جب کہ کواٹرز بھی دو طرح سے بنائے گئے تھے ایک 2 / 1 روم جس میں ایک کمرہ اور ایک برآمدہ شامل تھا جبکہ دوسرا ڈبل روم کا تھا جس میں 2 کمرے اور ایک برآمدہ شامل تھا۔

120 گز کے کوارٹر کی لائن میں گندی گلیاں دی گئی تھیں۔ ہر مکان میں ایک کمرہ اور ایک برآمدہ دیا گیا تھا۔ 80 گز میں سنگل کمرہ ہوا کرتا تھا یعنی برآمدہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ تینوں قسم کے کوارٹرز میں ایک باورچی خانہ، ایک غسل خانہ اور ایک واش روم شامل تھا۔ باورچی خانے میں ایک چمنی بھی دی گئی تھی تاکہ دھواں اوپر کی جانب نکل جائے جو کہ چھت پر باقاعدہ اونچا کر کے بنائی گئی تھی جیسے ٹھنڈے علاقوں میں گھروں پر بنتی ہے۔

کچھ ذکر ضلع کورنگی کا:

کورنگی ہمیشہ سے ضلع شرقی کا حصہ تھا مگر اگست 2003ء میں بلدیاتی نظام کے تحت جب کراچی کے اضلاع کا خاتمہ کر کے کراچی کو 18 ٹاؤنز میں تقسیم کر دیا گیا تو کورنگی کو بھی ایک ٹاؤن بنا دیا گیا۔ بعد میں جب سندھ حکومت نے دوبارہ ضلعی نظام کو بحال کیا تو نومبر 2013ء میں کورنگی کو کراچی کا چھٹا ضلع بنانے کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ یوں اب کورنگی ایک باقاعدہ ضلع ہے اور اس کی چار تحصیلوں میں کورنگی، لانڈھی، شاہ فیصل اور ماڈل کالونی (اربن ملیر) شامل ہیں۔ کراچی شہر کا سب سے بڑا صنعتی علاقہ کورنگی میں ہی ہے جہاں سیکڑوں کی تعداد میں چھوٹی اور بڑی فیکٹریاں موجود ہیں۔ مگر صنعتی علاقہ کی وجہ سے مختص کیے گئے رفاعی پلاٹس پر کچی آبادیاں وجود میں آنا شروع ہو گئیں جن میں وقت کے ساتھ ساتھ اب پکے مکانات بن گئے ہیں۔

جے ون ایریا کورنگی کی عزاداری اور تاریخ پر ایک نظر

1956ء تک بڑی تعداد میں مہاجرین کو کراچی کے مختلف علاقوں میں کوارٹرز بنا کر آباد کردیا گیا تھا مگر ہندوستان کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے مہاجرین کی ایک بڑی تعداد پرانی سبزی منڈی کے پاس پھر بھی رہائش پذیر تھی۔ پاکستان کی محبت میں اپنے گھر بار کو چھوڑنے والے یہ بانیان پاکستان جھونپڑیوں میں رہنے پر مجبور تھے۔ یہ جھوپڑیوں پر مشتمل مہاجرین کی آبادی لیاقت بستی کے نام سے مشہور تھی۔ اس بستی میں کافی عرصہ ساتھ رہنے کی وجہ سے ایک خاص علاقے، برادری اور فرقے کے لوگ ایک دوسرے کو جاننے لگے تھے۔ 1959ء میں جب کورنگی آباد ہونے لگا تو جھونپڑیوں میں قیام پذیر مہاجرین کو محض صرف راشن کارڈ اور جاری کردہ رسید جس کی قیمت 47 روپے ہوتی تھی دیکھ کر کوارٹرز کی الاٹمنٹ شروع ہوگئی جبکہ بقیہ رقم ماہانہ 27 روپے کے حساب سے ادا کرنی تھی۔

1962ء میں جب کورنگی کی آبادی بڑھتی بڑھتی جے ون ایریا میں آئی تو لیاقت بستی کے لوگوں کو یہاں پر آباد کیا گیا اور کوارٹرز حوالے کردیے گئے۔ کیونکہ یہ لوگ کافی عرصے سے لیاقت بستی میں رہتے تھے اس لئے خاص شہر اور برادری کے لوگ ایک ساتھ پوری پوری گلیوں میں آباد ہوگئے۔ اسی طرح سے لیاقت بستی میں موجود اثنا عشری افراد جو ایک دوسرے سے آشنا تھے جے ون ایریا کی تین گلیوں میں مکمل طور پر اور باقی انہی گلیوں کے آس پاس رہائش پذیر ہوگئے۔ یوں مومنین کی ایک آبادی خود بخود وجود میں آگئی۔ اِس محلے میں رہنے والے اکثریت کا تعلق جونپور، امروہہ، لکھنؤ، الہ آباد، سادات بارہہ مظفر نگر اور سہارنپور وغیرہ سے تھا۔

اسی جے ون سے K ایریا جانے والی روڈ پر محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے بھائی کا

گھر تھا جہاں وہ اکثر ان سے ملنے کے لیے آتے تھے۔

مسجد وامام بارگاہ امامیہ جے ون ایریا کورنگی:

مومنین کی آبادی قائم ہوجانے کی وجہ سے یہاں کے لوگوں میں فوری طور پر مسجد کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا جانے لگا۔ مسجد کے لیے جو جگہ بنائی گئی تھی وہ جے ون اور ڈبل روم کے درمیان واقعے تھی جہاں ابھی ہیلتھ سینٹر بنا ہے۔ یہ جگہ اس وقت آبادی سے کچھ فاصلے پر غیر آباد جگہ تھی اس لئے اہل سنت اور اہل تشیع دونوں اس جگہ پر مسجد کے حق میں نہیں تھے۔ یہاں ایک دفعہ آگ بھی لگ گئی تھی۔ اس لیے لوگ اس جگہ کو غیر محفوظ تصور کرتے تھے۔ کچھ لوگ نماز پڑھنے کے لئے جان شیر آباد میں نالے کے پاس جو جگہ تھی وہاں جاتے تھے۔

کچھ دنوں بعد اگست 1963ء کو پروفیسر سید مظفر حسن صاحب (ظفر جونپوری) کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ جے ون میں اثنا عشری مسجد کی اراضی کے حصول کے لیے ایک رجسٹرڈ امامیہ مسجد کمیٹی بنائی جائے۔ یوں مسجد بننے سے پہلے ہی مسجد کے حصول کے لیے امامیہ مسجد کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ویسے عام طور پر پہلے مسجد کی زمین حاصل کی جاتی ہے اور پھر کمیٹی بنتی ہے۔ مگر جے ون میں الٹا ہوا پہلے کمیٹی بنی جس نے محنت کر کے مسجد کے لیے زمین کو حاصل کیا۔

اسی اجلاس میں کمیٹی کے صدر حکیم سید علی حماد صاحب جبکہ نائب صدر سید سعید حسن زیدی صاحب مقرر کیے گئے۔ جنرل سیکریٹری کے لیے سید امتیاز علی جعفری کا تقرر ہوا جبکہ دیگر عہدیداران میں مرزا زوار حسین، سید ابن حسن زیدی، سید نصیر حسن اور سید مدد علی شامل تھے۔ اس کے علاوہ دیگر ممبران میں سید رضی الحسن، شیخ ساجد حسین، سید سبط حسن، سید محمد یوسف حسین، سید محمد حسین عابدی اور سید حسن عباس زیدی اور سید حیدر عباس شامل تھے۔

اس کے علاوہ ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی بنائی گئی جس کا کام ادارے کے رجسٹریشن اور ضروری کاروائی کو عمل میں لانا تھا یہ کمیٹی تین افراد پر مشتمل تھی جن میں سید امتیاز حسین سید مجاہد حسین اور سید مظفر حسن شامل تھے۔

سید امتیاز حسین صاحب جو کہ لیڈر شپ کی صلاحیتوں کے حامل تھے قانونی معملات کو سمجھتے تھے اور خط و کتابت کے بھی ماہر تھے۔ کبھی ذاتی حیثیت میں اور کبھی اپنی ساتھیوں کے ساتھ سرکاری دفاتر کے چکر کاٹنے لگے اور ہر لحاظ سے اپنے اور اپنے برادران اہلسنت کی مساجد کے حصول کے لیے کوششیں کرنے لگے۔ بلا آخر سید امتیاز حسین اور ان کی ٹیم کی محنت رنگ لائی اور اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کی مشترکہ درخواست پر آبادی کے بالکل قریب دو مساجد کے لیے سرکار نے زمین الاٹ کر دی اور یوں محمدی مسجد کے لیے زمین اہل سنت کو اور امامیہ مسجد کے لیے زمین اہل تشیع کو مل گئی۔ سید امتیاز حسین جس جانفشانی کے ساتھ تمام مراحل سے گزرے اور مساجد کے لیے زمین حاصل کی جے ون کے علاقے میں بابائے جے ون کے نام سے مشہور ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ اسے ہر علاقے میں انتہائی سچے بے باک نڈر علاقائی لیڈر میسر آئے جنہوں نے عزاداری کی انتہائی مضبوط بنیادیں قائم کیں، سید امتیاز حسین بھی ایسے ہی لیڈران میں سے ایک تھے۔

الاٹمنٹ آرڈر جس زمین کا ملا تھا وہ زمین آبادی کے بالکل قریب واقع تھی اور عام طور پر اس جگہ پر بارش کا پانی جمع رہتا تھا اور ایک جوہڑ سا بن گیا تھا۔ اب الاٹمنٹ آرڈر ملنے کے بعد سب سے بڑا مرحلہ مسجد کی تعمیر کا تھا۔ اپنا سب کچھ ہندوستان میں چھوڑ کر آئے ہوئے مہاجرین کے پاس تو کچھ تھا ہی نہیں کہ وہ مسجد کی تعمیر شروع کر سکیں۔ بہر حال اپنی مدد آپ کے تحت سب لوگوں نے مل کر کچی اینٹوں کی دیوار بنانا شروع کی اور ان دیواروں پر ٹین کی چادریں ڈال دی گئیں۔ اس سلسلے میں چندا بھی کیا گیا۔

چندے کے حصول میں سردار صاحب کا اہم کردار تھا گو کہ سردار صاحب نابینا تھے مگر کام بینا لوگوں سے بھی زیادہ کرتے تھے۔ انتہائی ذہین اور فعال انسان تھے ان کی اولاد کوئی نہیں تھی مگر محلے کے بچوں کو ہی اولاد کی طرح سمجھتے تھے اور سب کا خیال کرتے تھے۔ انہی کی کوششوں کی وجہ سے مسجد کا بجلی کا بل شہر یار کلینک کی جانب سے ادا کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اکبر علی چنائے صاحب نے 1964ء میں مسجد کی چار دیواری بنوائی۔ حبیب گروپ سے بھی چندا ملنا شروع ہوا۔ محرم کی سبیل کے لیے چینی حبیب گروپ کی جانب سے ملنا شروع ہوئی اور آج تک ملتی ہے۔ پہلے عباسیہ قدیم کی شب بیداری میں دی جاتی تھی

پھر امامیہ مسجد کمیٹی میں آنے لگی۔ جس زمانے میں حبیب گروپ سے شکر ملنا شروع ہوئی اس زمانے میں شکر ناپید تھی ہر گھر کو مہینے کے حساب سے مخصوص مقدار میں ملتی تھی اور بڑی تعداد میں ملنا محال تھی۔

مسجد کے پہلے پیش امام مولانا سید امیر حیدر زیدی صاحب تھے پھر انکے بعد مولانا مرزا احمد عباس، مولانا شبیر حسن صاحب، مولانا محمد رضا صاحب، مولانا ابوالقاسم صاحب، مولانا شاکر حسین صاحب، مولانا محمد حسین اخوندی صاحب، مولانا عارف زیدی، طاہر حسین طاہری اور مولانا محسن علی جوادی صاحب پیش امام کے فرائض انجام دے چکے ہیں جبکہ آج کل مولانا سید نجف علی عابدی پیش امام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا ابوالقاسم نے سب سے زیادہ طویل عرصے تک نماز پڑھائی۔ ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر مسجد کے مدرسے کا نام ان کے نام پر مدرسہ ابوالقاسم رکھا گیا۔ مدرسے میں طویل عرصے تک ابوالقاسم عابدی اور مرزا صادق صاحب قرآن پڑھاتے رہے۔

مسجد کی عمارت کافی عرصے تک اسی طرح سے رہی مگر 1982ء میں مسجد کی نئی عمارت کی تعمیر شروع ہوئی اور اس کا سنگ بنیاد مولانا محمد نقی نقوی صاحب نے رکھا۔ مسجد کی تعمیر میں اقتدار حسین، سید غضنفر علی شاہ جی اور مرزا حیدر عباس اور ان کی کمیٹی کا اہم کردار تھا۔

عزا خانہ امامیہ کی تعمیر میں جن لوگوں نے پچیس ہزار سے زیادہ کا عطیہ دیا ان کے نام کی تختی دروازے کے پاس لگا دی گئی۔ امام بارگاہ کا سنگ بنیاد 24 اپریل 1992ء کو سید جعفر رضا تقوی صاحب نے رکھا۔ جبکہ نامور بینکر آغا حسن عابدی کے قریبی ساتھی اکبر حسین صاحب کے مسجد و امام بارگاہ کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرنے پر عورتوں کے لیے بننے والے ہال کا نام ان کی والدہ محترمہ خدیجہ بیگم کے نام پر رکھ دیا گیا۔

امام بارگاہ کی تعمیر میں اہل محلہ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انتہائی متوسط فرد نے بھی کم سے کم ایک بوری سیمنٹ کا عطیہ ضرور دیا۔ جبکہ تعمیر میں سریے کے لیے جب العباس اسٹیل مل کے پاس آرڈر بک کروایا تو امام بارگاہ کا معلوم ہونے پر العباس والوں نے سریہ فری آف کاسٹ فراہم کیا جس میں سید ظہیر حسین زیدی صاحب کا اہم کردار ہے۔

اس کے علاوہ اس مسجد میں جدید ترین سرد خانہ میتوں کے واسطے موجود ہے جو 1994ء میں قائم کیا گیا۔ اس زمانے میں کوئی قریب میں سرد خانہ نا ہونے کی وجہ سے کورنگی بھر کی میتیں یہیں رکھی جاتی تھیں۔ جبکہ 2015 کی ہیٹ ویو میں جب کراچی میں قبرستانوں میں جگہ کم پڑ گئی تھی اور لوگ اپنے پیاروں کی میتوں کو سرد خانوں میں رکھنے کے لیے دیوانوں کی طرح گھوم رہے تھے اور میت کے لیے سرد خانے نا کافی ہو گئے تھے جسکے باعث میتیں خراب ہو رہیں تھیں تو اس وقت مسجد امامیہ جے ون کے سرد خانے کے اراکین نے پورے علاقے کو بغیر کسی رنگ و نسل و مذہب کے خدمات فراہم کیں جسے آج بھی لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

1994ء میں امام بارگاہ کے صحن میں انجمن عباسیہ قدیم کی جانب سے پرچم کشائی کی ایک بہت بڑی تقریب منعقد ہوئی جس میں علامہ عرفان حیدر عابدی نے علم کی پرچم کشائی کی جبکہ نامور نوحہ خواں ناصر زیدی صاحب، افسر رضا اور سچے بھائی کے بیٹے علی نے نوحہ خوانی کی۔ علم کی تنصیب میں شاہ عابد حماد، غلام محمد اور ظفر مہدی صاحب کا اہم کردار تھا جبکہ افسر حسین رضوی اور جعفر حسین صاحب نے فری آف کاسٹ ویلڈنگ کا بڑا کام انجام دیا تھا۔

علم کے ساتھ انتہائی خوبصورت مینار ابھی ہے جو مسجد امامیہ جے ون کی پہچان ہے اور کافی دور سے ہی نظر آنے لگتا ہے۔ اس مینار کی بنیاد 30 فٹ نیچے بورنگ کر کے بنائی گئی جبکہ بنیاد سے اس کی اونچائی 102 فٹ بنتی ہے۔ یہ مینار مکمل آر سی سی کا ہے اس مینار پر ٹائلز اسپیشل فرانس سے منگوا کر لگائے گئے تھے۔ اس مینار کے آرکیٹیکٹ رضوان حیدر جعفری جب کہ انجینئر وحید صاحب تھے۔ برسات کے موسم میں علم اور مینار الگ ہی منظر پیش کرتے ہیں اور خاص طور پر مینار جو بارش کے بعد سونے کی طرح چمکنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مینار اور امام بارگاہ کی تعمیرات میں جناب محمد عباس زیدی، جناب حیدر رضوی، شباب حیدر زیدی، شیخ زاہد حسین، جوہر ظفر یاب حسین، جعفر رضا نقوی، مشہود حسن اور دیگر افراد کا بڑا اہم کردار ہے۔ جب کہ مینار کی تعمیر میں اقبال حسین شاہ صاحب نے بہت زیادہ مالی تعاون کیا۔

یکم محرم سے عاشورا تک کی عزاداری

مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون کا عشرہ:

1964ء میں جب مسجد و امام بارگاہ کے لیے زمین حاصل کی گئی اس وقت سے مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون میں عشرہ اولا منعقد کیا جا رہا ہے تاہم 1993ء میں اسے منظم کیا گیا۔ پہلے یکم محرم سے عاشور تک مغربین کی نماز کے بعد مختصر سی ایک مجلس منعقد ہوا کرتی تھی جس میں مسجد کے پیش امام ہی مختصر سا خطاب کیا کرتے تھے جبکہ نوحہ خوانی اور سوز خوانی کبھی کبھار ہو جاتی تھی۔ یہ طریقہ کار برسوں چلتا رہا مگر جب گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے پیش امام آئے تو زبان کے فرق کی وجہ سے مجلس سے خطاب نہیں کیا جس کی وجہ سے مظہر جونپوری صاحب نے میر انیس کا مرثیہ تحت اللفظ پڑھنا شروع کر دیا جب کہ گوہر امروہوی جلی امروہوی اور سمیع امروہوی سلام پڑھتے تھے۔

اس زمانے میں مظہر جونپوری صاحب سے بڑا میر انیس کا حافظ کوئی نہیں تھا۔ انکا مرثیے میں منظر کشی کرنے کا انداز بالکل جدا تھا۔ حضرت عباس، حضرت قاسم اور حضرت حر کے مرثیے پڑھتے ہوئے اتنا ڈوب جاتے اور ایسی منظر کشی کرتے کہ پورا مجمع خود کو میدان جنگ میں تصور کرنے لگتا۔ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے آپ کی آواز دور دور تک جا رہی ہوتی۔ خاص کر کے جناب قاسم کے مرثیے میں جب وہ اس مصرے کو ادا کرتے "اس زور سے پٹخا کے زمین ہل گئی رن کی" تو وہ واقعی اس زور سے بولتے کہ سب کو لرزا دیتے۔ کئی دفعہ ذوالفقار علی بخاری صاحب نے آپ کو خود ریڈیو پاکستان بلا کر مرثیہ پڑھوایا اسی طرح امیر امام رضوی صاحب نے بھی آپ سے ایک دفعہ ٹی وی پر مرثیہ پڑھوایا۔

بعد میں اس عشرے میں مظفر جونپوری، ساحر لکھنوی اور شیخ ساجد حسین صاحب بھی مرثیہ پڑھا کرتے تھے۔ جب کہ گھر کے عزا خانوں کی مجالس روزانہ کی بنیاد پر برپا ہوا کرتی تھیں۔ 1993ء میں امامیہ مسجد کمیٹی اور محلے والوں نے فیصلہ کیا کہ اپنے اپنے گھر کی مجالس کو مسجد میں مجتمع کر لیا جائے اور ایک

منظم عشرہ مسجد وامام بارگاہ امامیہ میں شروع کیا جائے اور ساتھ ساتھ گھروں سے برآمد ہونے والے جلوس بھی اب مسجد وامام بارگاہ امامیہ سے ہی برآمد کیے جائیں۔ یوں 1993ء میں پہلا باقاعدہ منظم عشرہ ہوا جس سے خطاب پروفیسر علی رضا شاہ نقوی صاحب نے کیا۔ اس عشرے سے بڑے بڑے علماء خطاب کر چکے ہیں جن میں علامہ فرفان حیدر عابدی، علامہ ضمیر اختر نقوی، مولانا زکی باقری، مولانا ناظر عباس تقوی، مولانا عباس کمیلی، مولانا عون محمد نقوی اور مولانا ضامن عباس وغیرہ شامل ہیں۔ اب یہ عشرہ لانڈھی کورنگی کا مرکزی عشرہ شمار کیا جاتا ہے۔ مولانا ذکی باقری نے جب اس عشرے سے خطاب کیا تھا تو آس پاس کی گلیوں میں بھی تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔

دورے کے عشرۂ مجالس:

دورے کی مجالس سے مطلب مرثیے کی مجالس ہیں۔ دورے کی پہلی مجلس 4 بجے سید یوسف حسن صاحب کے گھر منعقد ہوتی تھی۔ اس مجلس میں ابوالقاسم عابدی صاحب، ڈاکٹر یاور عباس اور دلارے صاحب نے مختصر مجالس بھی پڑھیں ہیں اور پھر مرثیہ پڑھا جاتا تھا جو شروع شروع میں یوسف حسن صاحب خود ہی پڑھا کرتے تھے۔

ساڑھے چار بجے مجلس شیخ ساجد حسین صاحب کے گھر منعقد ہوتی تھی۔ انڈیا سے ہی دورے کی مجالس کا رواج ان کے خاندان میں چلا آرہا تھا جس میں میر انیس اور دیگر شعراء کے مرثیے پڑھے جاتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جب جناب شیخ ساجد حسین صاحب 1963ء میں جے ون کورنگی میں منتقل ہوئے تو انہوں نے دورے کی مجالس کو انڈیا والے انداز میں دوبارہ شروع کیا اور خود ہی مرثیہ پڑھا کرتے تھے۔

شیخ ساجد حسین صاحب کے بعد ابن محمد نقوی صاحب کے گھر دورے کی مجلس شروع ہوجاتی تھی۔ ان مجالس میں ظفر جونپوری، سعید جونپوری، عالی جونپوری، شاہ حسین حماد، مظہر جونپوری، امیر عباس، مولانا باقر اور اقبال میرٹھی وغیرہ مرثیہ پڑھا کرتے تھے۔ اب ان حضرات کے بعد دوروں کے عشروں

میں پروفیسر نجمی حسن صاحب اور ناصر زیدی صاحب اپنے مخصوص انداز میں مرثیہ پڑھتے ہیں۔ اب یہ دورے کی مجالس کراچی میں خال خال ہی رہ گئی ہیں۔ یہ تینوں عشرے 1963ء سے ہی قائم ہیں۔

رِیلے کی مجالس:

پہلے زمانے میں پی ٹی سی ایل والے ایام عزا میں خاص طور پر اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ مجالس کو ٹیلی فون پر سنوایا جائے جو بھی یہ سہولت لیتا اسے پی ٹی سی ایل والے مناسب معاوضے پر لاؤڈ اسپیکر پر کنکشن کر کے دے دیتے۔

جے ون کے قیام سے لیکر 1990ء کی دہائی کے اوائل تک ایام عزا میں عشرہ اولا کا سب سے بڑا پروگرام ریلے کی مجلس کا ہی ہوا کرتا تھا۔ اس کا انعقاد انجمن عباسیہ رجسٹرڈ کی جانب سے کیا جاتا تھا اور مختلف علماء اور ذاکرین کی مجالس ریلے پر سنائی جاتی تھی۔ خاص طور پر جب علامہ رشید ترابی صاحب کی خالقدینا ہال کی مجلس رات میں ریلے پر آتی تو پوری گلی میں رش لگ جاتا تھا اور اس مجلس کے اختتام پر دستہ عباسیہ دو ہاتھ کا ماتم کرتی تھی۔

جے ون ایریا کورنگی کے جلوس

یکم محرم کا جلوس:

یہ جلوس انجمن عباسیہ قدیم کی جانب سے 1963ء سے برامد کیا جارہا ہے جو مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون کے عشرے کی پہلی مجلس کے اختتام پر یکم محرم کو برآمد کیا جاتا ہے۔ یہ جلوس مختلف گلیوں سے گشت کرتا ہوا دوبارہ مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

2 محرم کا جلوس:

یہ جلوس پہلے سید ظفریاب حسین نقوی صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا تھا اور پھر اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ انہی کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا تھا۔ مگر اب یہ جلوس مسجد و امام بارگاہ

امامیہ جے دن میں عشرے کی دوسری مجلس کے اختتام کے بعد امام بارگاہ سے برآمد ہوتا ہے اور پھر یہ جلوس علاقے میں گشت کرتا ہوا جناب ظفریاب حسین نقوی کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی سے قائم ہے

4 محرم کا جلوس:

یہ جلوس جناب غلام محمد صاحب مرحوم نے قائم کیا تھا۔ پہلے یہ جلوس ان کے گھر سے برآمد ہوتا تھا اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا محمد حسین صاحب کے گھر کہ عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا تھا۔ جناب غلام محمد صاحب کے انتقال کے بعد اب اس جلوس کی ذمہ داریاں انکے خانوادے کے پاس ہیں۔ اب یہ جلوس کافی عرصے سے مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہوتا ہے اور گشت کرتا ہوا جناب محمد حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی سے قائم ہے۔

5 محرم کا جلوس:

5 محرم کا قدیمی جلوس انجمن عباسیہ رجسٹرڈ کی جانب سے برآمد کیا جاتا تھا۔ یہ جلوس 1963ء سے قائم ہے۔ پہلے یہ جلوس ابن محمد امروہوی صاحب کے گھر کے عزاخانے سے برآمد ہوتا تھا اور 100 کوارٹرز پر اختتام پذیر ہوتا تھا پھر" 36C کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہونے لگا۔ اب یہ جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہوتا ہے اور گشت کرتا ہوا دوبارہ مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس کی خاص بات یہ تھی کہ جناب ابن محمد صاحب کے گھر کے سامنے ایک ٹینٹ لگایا جاتا تھا جس پر پہلے علامہ رشید ترابی اور پھر ان کے انتقال کے بعد علامہ عقیل ترابی صاحب کی مجلس کو ریلے پر سنا جاتا اور پھر مجلس کے اختتام پر جلوس برآمد ہوتا تھا۔ اب اس جلوس کے انتظامات کی ذمہ داریاں ابن محمد امروہوی کے انتقال کے بعد انجمن عباسیہ قدیم کے پاس ہیں۔ اس جلوس کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ یہ جلوس امروہے والوں کا مرکزی جلوس ہے جس میں کراچی بھر سے امروہے والے شرکت کرتے ہیں اور ان کا مخصوص علم جو نشان کہلاتا ہے اسی جلوس میں برآمد ہوتا ہے۔

6 محرم کا جلوس:

یہ قدیمی جلوس انجمن غلامان ابن حسن کی جانب سے 10 بجے شب گارڈ صاحب کے امام بارگاہ لانڈھی 36B سے برآمد ہوتا ہے اور گشت کرتا ہوا مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے یہ جلوس انجمن عباسیہ کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے برآمد کیا جاتا تھا اور گشت کر کے دوبارہ اسی امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوجاتا تھا۔ یہ جلوس 1964 سے قائم ہے۔

سات محرم کا جلوس:

سات محرم کی شب انجمن عباسیہ قدیم کی جانب سے ایک قدیمی جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ کی عشرے کی ساتھویں مجلس کے اختتام پر برآمد ہوتا ہے۔ اس جلوس میں حضرت قاسم کی مناسبت سے علم کمیٹی کی جانب سے مہندی بھی نکالی جاتی ہے اور یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امامیہ مسجد و امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

8 محرم کا امامیہ مسجد کمیٹی کا جلوس:

8 محرم کو امامیہ مسجد کمیٹی کی جانب سے ایک جلوس امامیہ مسجد و امام بارگاہ کے سالانہ عشرے کی آٹھویں مجلس کے اختتام پر برآمد کیا جاتا ہے جو محلے میں گشت کر کے دوبارہ واپس مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

پہلے محلے میں بہت ساری مجالس اور جلوس برآمد ہوا کرتے تھے مگر اب ان سب کو منظم کر کے مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے اور سارے منتی علم اس جلوس میں شامل ہوجاتے ہیں۔ انجمن عباسیہ قدیم جلوس کے ساتھ ساتھ ہر عزاخانے میں جاتی ہے اور وہاں تھوڑی دیر ماتم داری کرتی ہے اور عزاخانے کا منتی علم اس جلوس میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس طرح سے جلوس میں 200 سے زیادہ علم شامل ہوتے ہیں۔ جلوس کے اختتام پر بہت سے علم بڑھائے نہیں جاتے بلکہ مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں کھڑے کر دیے جاتے ہیں اور پھر صبح عاشور کے جلوس میں دوبارہ برآمد کیے جاتے ہیں۔

8 محرم کا انجمن غلامان ابن حسن کا جلوس:

پہلے یہ قدیمی جلوس انجمن عباسیہ کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے برآمد کیا جاتا تھا مگر اب یہ جلوس انجمن غلامان ابن حسن کی جانب سے گارڈ صاحب کے امام بارگاہ سے برآمد ہو کر محسن صاحب کے گھر کہ عزاخانے جے ون کورنگی میں اختتام پذیر ہوتا تھا۔ مگر اب چند برسوں سے یہ جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس پہلے 8 بجے شب برآمد ہوتا تھا مگر اب یہ جلوس 11 بجے شب برآمد ہوتا ہے اور رات گئے جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے اس جلوس میں راستے بھر کے عزاء خانوں کے منتی جلوس شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ 8 محرم کی مناسبت سے اس جلوس میں بہت بڑی تعداد میں علم ہوتے ہیں۔

9 محرم کا جلوس:

مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون میں سالانہ عشرہ مجالس کی نویں مجلس کے اختتام پر ایک جلوس جناب حیدر رضوی صاحب کی جانب سے برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے یہ جلوس شام پانچ بجے حیدر رضوی صاحب کے گھر سے برآمد ہو کر نصیر حسن صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا تھا۔ یہ جلوس بھی 1963ء سے قائم ہے۔

شب عاشور:

شب عاشور امام بارگاہ کے بالکل سامنے واقعہ کربلا کی منظر کشی کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مغرب کے بعد ناصر زیدی صاحب کے گھر مجلس برپا ہوتی ہے جس کے بعد ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ شب عاشور اہلسنت افراد دور دور سے علم اور زری پر اپنی منتیں چڑھانے کے لئے بڑی تعداد میں آتے ہیں اور اپنی شرکت سے ثابت کرتے ہیں کہ حسین علیہ السلام

سب کے ہیں۔

10 محرم کا جلوس:

انجمن عباسیہ قدیم کی جانب سے صبح عاشور ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہوتا ہے جو گشت کر کے دوبارہ واپس مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے یہ جلوس صبح سات بجے برآمد ہوتا تھا مگر اب یہ جلوس جے ون علم کمیٹی کی جانب سے اذان علی اکبر کے بعد برآمد ہوتا ہے۔ یہ جلوس بھی 1980ء کی دہائی کے آخر سے قائم ہے۔

مجلس شام غریباں اور جلوس:

مجلس شام غریباں مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون ایریا کے قیام سے ہی منعقد کی جارہی ہے۔ شروع میں اس مجلس سے خطاب مسجد کے پیش امام بعد نماز مغربین کیا کرتے تھے 1970ء کے بعد سے عالی جونپوری صاحب اپنی حیات تک شام غریباں کی اس مجلس میں مصائب امام حسین علیہ السلام پڑھتے رہے پھر ان کے بیٹے شاہ حسین حماد بھی اس مجلس سے خطاب کرتے رہے۔ 1993ء سے اب جو بھی خطیب عشرہ اولا میں خطاب کرتا ہے وہی مجلس شام غریباں سے بھی خطاب کرتا ہے۔

پچھلے کئی سالوں سے قافلہ علی گروپ کی جانب سے مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں مجلس شام غریباں کے اختتام پر ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امامیہ مسجد جے ون میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ شروع زمانے میں انجمن عباسیہ رجسٹرڈ کی جانب سے ریلے کے ذریعے مجلس شام غریباں کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔

عاشورا کے بعد کی عزاداری

سوئم امام حسین علیہ السلام کا جلوس:

12 محرم الحرام کو امام حسین علیہ السلام کے سوئم کی مناسبت سے "ہم حسینی عزادار" کی جانب سے مسجد و

امام بارگاہ امامیہ سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2010ء کے عشرے کے آخر سے قائم ہے۔

13 محرم کا جلوس:

13 محرم کو قافلہ علی گروپ کی جانب سے مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

انجمن عباسیہ قدیم کی شب بیداری:

انجمن عباسیہ قدیم کی یہ شب بیداری 1959ء میں لیاقت بستی میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ جے ون میں اس شب بیداری کو دوبارہ 1969ء میں شروع کیا گیا۔ اس وقت مسجد امامیہ کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اور شب بیداری امام بارگاہ والی جگہ پر ٹینٹ لگا کر منعقد کی جاتی تھی۔ یہ شب بیداری عاشور کے بعد آنے والے پہلے ہفتے کی شب میں منعقد کی جاتی ہے۔ اس قدیم شب بیداری میں شہر بھر سے معروف انجمنیں شرکت کرتی ہیں اور فجر کی اذان تک ماتم داری ہوتی رہتی ہے۔ نماز فجر کے بعد دوبارہ مجلس ہوتی ہے اور ایک جلوس برآمد ہوتا ہے۔ اس شب بیداری میں معروف علماء کرام اور ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

یہ شب بیداری لانڈھی کورنگی کی بالخصوص اور کراچی بھر کی بہترین شب بیداری شمار کی جاتی ہے۔

1974ء میں جب شاہ حسین حماد جنرل سیکریٹری بنے اور احسن حماد جوائنٹ سیکریٹری بنے تو انہوں نے شب بیداری میں شریک ہونے والی انجمنوں کو علم کا ہدیہ دینے کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے اور معززین کے ہاتھوں سے انجمنوں کے نمائندگان کو دلوایا جاتا ہے۔

پیامِ ولایت کا خمسہ مجالس:

پیامِ ولایت فاؤنڈیشن کی جانب سے 2010ء کے عشرے کے اوائل سے ایک خمسہ مجالس 21 محرم سے 25 محرم تک منعقد کیا جاتا ہے۔ اس خمسے سے معروف علماء کرام خطاب کر چکے ہیں۔

انجمن تنظیم علی اکبر کی شب بیداری:

سوئم امام حسین علیہ السلام کے بعد آنے والے دوسرے ہفتے کی شب کو انجمن تنظیم علی اکبر کی جانب سے ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے۔ پہلے یہ شب بیداری شریف کالونی میں روڈ پر ٹینٹ لگا کر منعقد کی جاتی تھی مگر اب 2000ء کے عشرے کے اوائل سے مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون میں منعقد کی جاتی ہے۔ اس شب بیداری میں رات بھر کراچی بھر کی معروف انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔

24 محرم کا جلوس:

امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کے حوالے سے 24 محرم کو پیام ولایت فاؤنڈیشن کی جانب سے رات 9 بجے مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے۔ یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا واپس مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2010ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

26 محرم کا جلوس:

پروفیسر نجمی صاحب کے گھر سے 2010ء کے عشرے کے اوائل سے شہادت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناسبت سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جس میں تابوت امام زین العابدین برآمد کیا جاتا ہے۔ یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

شب شہنشاہ وفا:

دستۂ عباسیہ قدیم کی جانب سے ایک شب بیداری محرم کے آخری عشرے میں کسی بھی شب کو ایک شب غم شب شہنشائے وفا کے نام سے منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ شب غم 2019ء سے قائم ہے۔ جس میں کراچی بھر سے انجمنیں شریک ہوتی ہیں۔

دستہ جوادیہ کی شب بیداری:

انجمن دستہ جوادیہ کی جانب سے صفر کے پہلے ہفتے کی شب میں مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے۔ پہلے یہ شب بیداری کورنگی آئی ایریا میں ٹینٹ لگا کر برپا کی جاتی تھی۔ یہ شب بیداری عام طور پر اسی دن منعقد کی جاتی ہے جس دن انجمن حیدریہ کی کراچی کی سب سے قدیم اور معروف شب بیداری امام بارگاہ کاظمین شاہ فیصل کالونی میں منعقد کی جاتی ہے۔ یہ شب بیداری 2000ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

یوم سید سجاد علیہ السلام:

سجادیہ تابوت کمیٹی کی جانب سے 1968ء سے ہر سال ایام عزا میں صفر کے دوسرے اتوار کو یوم سید سجاد علیہ السلام منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ پروگرام جناب قیصر عباس صاحب کی تجویز پر شروع کیا گیا تھا۔ اس پروگرام میں ایک ہی دن میں 5 نشستیں ہوتی تھیں جس میں بڑے بڑے علمائے کرام خطاب کر چکے ہیں مگر اب تین نشستیں ہوگئی ہیں۔ آخری نشست کے اختتام پر آگ پر ماتم برپا کیا جاتا ہے۔

شبیہ زندان شام:

12 صفر کی رات جے ون علم کمیٹی کی جانب سے 2018ء سے شہادت بی بی سکینہ کی مناسبت سے زندان شام کی منظر کشی کی جاتی ہے اور ایک مجلس برپا کی جاتی ہے جس میں صرف مصائب بی بی سکینہ بیان کیے جاتے ہیں۔

یوم سکینہ:

13 صفر کے دن حضرت سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کی شہادت کی مناسبت سے یوم سکینہ منعقد کیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کی تین نشستیں ہوتی ہیں جس میں خواتین کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ آخری نشست کے اختتام پر تابوت حضرت سکینہ برآمد کیا جاتا ہے۔

یہ یوم سکینہ انجمن کنیزان سکینہ کی جانب سے منعقد کیا جاتا ہے جو جے ون ایریا کی واحد خواتین کی انجمن ہے اور لانڈھی کورنگی کی خواتین کی عزاداری کے فروغ میں اس انجمن کا اہم کردار ہے۔

14 صفر کا جلوس:

جناب سید مظفر مہدی صاحب کی جانب سے ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون سے برآمد ہوتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

شب چہلم کا جلوس:

انجمن کاروان محمدی کی جانب سے شب چہلم کی مناسبت سے رات دس بجے ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہوتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ اسی امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1980ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔ پہلے یہ جلوس نوجوانان جے ون کی جانب سے برآمد کیا جاتا تھا مگر اب کئی سالوں سے یہ جلوس انجمن کاروان محمدی کی جانب سے برآمد کیا جاتا ہے۔ نوجوانان جے ون 1979ء سے قائم ہے۔ اس جلوس کے بانیان میں ڈاکٹر مہتاب حیدر، ریاض حیدر (ریاض عاجز)، مشہود حسن، ارشد مہدی، جاوید مہدی، شیخ حامد حسین اور ناصر زیدی شامل ہیں۔ اس جلوس کی برآمدگی میں مہتاب حیدر صاحب کا اہم کردار ہے اور اس میں کراچی اور پنجاب سے بڑے بڑے ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

21 صفر کی مرکزی مجلس:

21 صفر کی شب جناب محمد حسین صاحب کے گھر ایک سالانہ مجلس برپا کی جاتی ہے جس میں ہر سال کراچی شہر کے مشہور و معروف نوحہ خواں نوحہ خوانی کرتے ہیں۔ اس مجلس میں مومنین بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ مجلس 2000ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

تابوت امام حسن علیہ السلام:

2000ء کی دہائی کے اوائل میں نوجوانان جے ون کی جانب سے 27 صفر کی شب شہادت امام حسن علیہ السلام کی مناسبت سے ایک شب غم منعقد کیا جاتا ہے۔ اس شب غم کے آخر میں تابوت امام حسن علیہ السلام بھی برآمد کیا جا ہوتا ہے۔

یکم ربیع الاول کا جلوس:

جناب ریحان حسین صاحب کی جانب سے یکم ربیع الاول کو رات 9 بجے ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہوتا ہے جو گشت کرتا ہوا دوبارہ مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں ہی اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2010ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

مولانا یاور عباس زیدی صاحب کے گھر کی مجلس مرثیہ:

مولانا یاور عباس صاحب کے گھر قدیمی مرثیہ تحت اللفظ کی مجلس ہر سال تین ربیع الاول کو منعقد کی جاتی ہے جس میں پہلے مولانا یاور عباس صاحب خود مرثیہ تحت اللفظ پڑھا کرتے تھے۔ اب کئی برسوں سے زہیر عباس صاحب مرثیہ تحت لفظ پڑھتے ہیں۔

شہادت امام حسن عسکری کا جلوس:

7 ربیع الاول کی شب 9 بجے امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کی مناسبت سے ایک جلوس قافلہ علی گروپ کی جانب سے مسجد و امام بارگاہ امامیہ کی روڈ سے برآمد کیا جاتا ہے جو علاقے کا گشت کر کے مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس پورے لانڈھی اور کورنگی کا مرکزی جلوس تصور کیا جاتا ہے۔ کراچی بھر سے مومنین اور مومنات اس جلوس میں شریک ہوتے ہیں۔ اس جلوس کی خاص بات یہ ہے کہ اس جلوس میں ہندوستان کے مختلف شہروں کے کلچر کے حساب سے علم سجائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے مختلف برادریوں کے لوگ بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ پوری رات کا جلوس ہوتا ہے اور اس

جلوس میں کراچی بھر کی مشہور و معروف انجمنیں شرکت کرتی ہیں۔ اس جلوس میں برصغیر کے سب سے بڑے نوحہ خواں ندیم سرور اور ان کے علاوہ فرحان علی وارث اور دیگر بڑے بڑے نوحہ خواں نوحہ خوانی کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اس جلوس میں قمہ زنی اور زنجیر زنی بھی بڑے منظم انداز میں کی جاتی ہے۔ اس جلوس کی ایک اور خاص بات یہ ہوتی ہے کہ اس جلوس میں بہت بڑی تعداد میں سبیلیں بھی لگائی جاتی ہیں۔

ایام عزا کے علاوہ جلوس:

ایام عزا کے علاوہ بھی مختلف شہادتوں کی مناسبت سے جلوس برآمد ہوتے ہیں جو مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہوتے ہیں اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتے ہوئے دوبارہ مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں ہی اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ ان جلوسوں میں 2 ربیع الثانی کا سبیل کمیٹی کا جلوس، 20 رجب کا امیر حسین صاحب کا جلوس، 24 رجب کا قافلہ علی گروپ کا جلوس، اور 27 رجب کا انجمن عباسیہ قدیم کا جلوس شامل ہے۔

آٹھ ذی الحجہ کی مناسبت سے بھی انجمن عباسیہ قدیم کی جانب سے رات 10 بجے ایک جلوس مسجد و امام بارگاہ امامیہ سے برآمد کیا جاتا ہے جو واپس اسی امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

17 رجب کو جے ون علم کمیٹی کی جانب سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جس میں شباب المومنین اپنے مخصوص انداز میں ماتم داری کرتی ہے۔ یہ کورنگی کا واحد جلوس ہے جس میں انجمن شباب المومنین ماتم داری کرتی ہے۔

نوچندی کا جلوس:

یہ جلوس 1964ء سے قائم ہے اور شاید اپنی نوعیت کا کراچی میں سب سے پہلا جلوس ہے۔ یہ جلوس ہر نوچندی جمعرات یعنی ہر اسلامی مہینے کی پہلی جمعرات کو جناب شیخ ساجد حسین کے گھر کے عزا خانے سے رات نو بجے برآمد ہوتا ہے جو مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے مجلس مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں برپا ہوتی تھی اور جلوس شیخ ساجد حسین صاحب کے گھر پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ اس جلوس میں

کراچی کے معروف صاحب بیاض نوحہ خوانی کر چکے ہیں جن میں انجمن ذوالفقار حیدری کے سچے بھائی، محمدی قدیم کے آفاق بھائی، تبلیغ امامیہ کے ناظم بھائی اور مومنین حیدری کے وفا بھائی وغیرہ شامل ہیں۔

شہادت مولا علی علیہ السلام کی مناسبت سے نکالے جانے والے جلوس:

انجمن عباسیہ قدیم کی جانب سے 18 اور 19 رمضان کی شب شہادت مولا علی علیہ السلام کی مناسبت سے جلوس برآمد کیے جاتے ہیں جو کہ مسجد امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہوتے ہیں اور دوبارہ اپنے مقررہ راستوں سے ہوتے ہوئے واپس مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ جبکہ 21 رمضان کا جلوس بعد نماز فجر انجمن عباسیہ قدیم کی جانب سے برآمد کیا جاتا ہے جو مسجد امام بارگاہ امامیہ سے برآمد ہو کر یہیں پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے 18 رمضان اور 21 رمضان کے جلوس انجمن عباسیہ رجسٹرڈ کی جانب سے برآمد کیے جاتے تھے۔

خواتین کے عشرے:

قیام پاکستان کے بعد بانیان پاکستان جب اپنا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آئے تو اس عالم میں اپنے قیمتی سامان کو چھوڑ کر عزاخانے کے سامان کو لانے والی خواتین نے لیاقت بستی کی جھونپڑیوں میں جہاں کوئی سہولت میسر نہ تھی پھر بھی اپنی ہندوستان والی عزاداری کو دوبارہ اس بے سروسامانی کے عالم میں شروع کیا۔ کاش کوئی اس حالت میں عزاداری کو قائم کرنے والوں کے خلوص کا اندازہ لگا سکتا ہو۔

جے ون کے قیام کے ساتھ جیسے ہی مومنین کو کوارٹرز ملے تو وہ عزاداری جو لیاقت بستی میں برپا ہونا شروع ہوگئی تھی اور بڑے پیمانے پر برپا ہونے لگی۔ ان عظیم خواتین کے خلوص کا یہ عالم تھا کہ کوارٹر میں پہلا قدم رکھتے ہی ان کے دماغ میں جو خیال آیا وہ یہی تھا کہ اعزاخانہ کون سے کمرے میں بنے گا۔ اس طرح جے ون میں رہائش کے پہلے سال ہی خواتین کی عزاداری بھرپور انداز میں منعقد ہونے لگی۔ کیونکہ سب نے اپنی زندگی کو زیرو سے شروع کیا تھا اس لئے معاشی طور پر کوئی بھی مستحکم نہیں تھا لیکن عزاداری منعقد کرنے کے لئے خلوص بلندیوں پر تھا۔ اس زمانے میں تبرک کے طور پر بسکٹ، دال سیو، بتاشے وغیرہ بانٹے جاتے تھے۔

موجودہ دور میں خواتین کے عشرے کی مجالس صبح 10 بجے سے شروع ہوتی ہیں اور رات 12 بجے تک جاری رہتی ہیں۔اس وقت جے ون میں خواتین کے 30 سے زیادہ عشرے منعقد کیے جاتے ہیں۔

جے ون ایریا کورنگی کی انجمنیں

انجمن عباسیہ قدیم:

انجمن عباسیہ کا قیام 1959ء میں لیاقت بستی میں ہی ہوگیا تھا۔اس کے بانی ممبران میں لڈن کاظمی، نصیر حسن، مولوی مجاور، سید امتیاز حسین، عالی جونپوری، شاہد علی سوزخوان، سید محمد حسین، غلام محمد اور شیخ ساجد حسین شامل تھے۔ جبکہ نوحہ خوانی کے فرائض شیخ ساجد حسین انجام دیتے تھے اور ان کے ساتھ معاون نوحہ خوانوں میں شاہد علی اور لڈن کاظمی تھے۔اس انجمن نے لیاقت بستی میں جہاں مہاجرین کو روٹی، کپڑا اور مکان کے بہت سنگین مسائل تھے تمام مسائل کو بالائے طاق رکھ کے عزاداری کا آغاز کیا۔ اپنے قیام کے پہلے ہی سال اس انجمن نے شب بیداری اور جلوس شروع کر دیئے تھے۔

1962ء میں جب مومنین کی بڑی تعداد لیاقت بستی سے جے ون ایریا کورنگی کے کوارٹرز میں منتقل ہوئے تو یہاں یہ انجمن دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ایک انجمن عباسیہ جو سرکاری طور پر رجسٹرڈ بھی ہوگئی تھی اور دوسری انجمن عباسیہ قدیم جس میں زیادہ تر تعداد لیاقت بستی والی انجمن عباسیہ کے بانیان کی تھی۔انجمن عباسیہ رجسٹرڈ میں امروہہ والوں کی تعداد زیادہ تھی جب کے انجمن عباسیہ قدیم میں جونپور والوں کی تعداد زیادہ تھی۔

دونوں انجمنوں نے عزاداری کو قائم کرنے کے لئے الگ الگ ذمہ داریاں لے لیں۔انجمن عباسیہ رجسٹرڈ کے پاس 5 محرم کا جلوس، 19 رمضان اور 21 رمضان کے جلوس کا پرمٹ تھا اس کے علاوہ یہ انجمن پہلی محرم سے آٹھ ربیع الاول تک ریلے پر مجالس سننے کا بھی اہتمام کرواتی تھی۔دوسری جانب انجمن عباسیہ قدیم کے پاس یکم محرم، 7 محرم ,18 رمضان اور 8 ذالحج کی شہادت حضرت مسلم بن عقیل کے جلوسوں

کا پرمٹ تھا۔

عباسیہ قدیم اپنے پرانے نوحہ خوانوں شیخ ساجد حسین، لڈن کاظمی اور شاہد علی کے ساتھ بھرپور انداز میں عزاداری برپا کرتی رہی۔ جبکہ ماتمداری میں انجمن فروغ عزا کا ماتمی دستہ بھی شامل ہوجاتا تھا۔

کچھ ہی عرصے بعد انجمن عباسیہ قدیم کے زیر سرپرستی بچوں کی ایک انجمن بنائی گئی جس کا نام گلدستہ معصومیہ تھا۔ 1967ء میں اس انجمن نے شیخ ساجد حسین صاحب کے گھر ایک شب بیداری بھی کی جس میں اس وقت کی لانڈھی کورنگی کی سب سے مشہور انجمن لشکر حسینی نے نوحہ خوانی بھی کی تھی۔ اس شب بیداری کے اخراجات پورے کرنے کے لیے چندا بچوں نے خود جمع کیا تھا جو 22 روپے 50 پیسے تھا۔ اس انجمن کے پہلے صاحب بیاض محمد باقر رضوی اور شاہد صاحب تھے۔ باقر رضوی کے بعد ان کے بڑے بھائی جناب محمد حیدر رضوی صاحب نے نوحہ خوانی شروع کی اور کچھ ہی عرصے میں بہت زیادہ پذیرائی حاصل کرلی۔

1969ء میں گلدستہ معصومیہ انجمن عباسیہ قدیم میں ضم ہوگئی۔ 1969ء میں ہی انجمن عباسیہ قدیم نے اپنی لیاقت بستی والی شب بیداری کا دوبارہ آغاز کیا اور آج تک قائم ہے۔ اس انجمن کو ہمیشہ سے انتہائی مخلص لوگوں کا ساتھ رہا ہے انہی میں غلام محمد صاحب، شاہ عابد حماد، اچھے بھائی، محسن مہدی، جوہر ظفریاب حسین، جعفر رضا تقوی اور شبر مجتبیٰ وغیرہ شامل ہیں۔

شیخ ساجد حسین صاحب کے بعد 1969ء میں نوحہ خوانی کی ذمہ داری جناب محمد حیدر رضوی صاحب نے سنبھالی اور اگلے 25 سال سے زیادہ عرصے تک نوحہ خوانی کرتے رہے۔ آپ ہی نے انجمن عباسیہ قدیم کو کراچی بھر میں اپنی مخصوص انداز نوحہ خوانی کے ذریعے شہرت دلوائی۔ آپ کے معاون نوحہ خوانوں میں ظفر مہدی، نثار شاہ، سید علی ساجد رضوی، مرزا ظہیر عباس لکھنوی اور ارتضیٰ جونپوری شامل رہے۔ اس کے علاوہ افسر صاحب بھی آپ کے بازو کے طور پر پڑھتے رہے۔ اور پھر آپ کے بعد افسر صاحب ہی نوحہ خوانی کے فرائض انجام دینے لگے اور کافی عرصے تک نوحہ خوانی کرتے رہے۔ موجودہ دور میں جناب محمد رضا صاحب نوحہ خوانی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دستہ عباسیہ قدیم:

یہ انجمن 2019 میں وجود میں آئی اس کے بانی ممبران میں وسیم صاحب، سید مہدی رضا (اجو بھائی موجودہ امامیہ مسجد کمیٹی کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں)، علی عباس صاحب (جو مرکزی تنظیم عزاء کے رابطہ سیکریٹری بھی ہیں)، عابد رضا، طالب رضا، امیر صاحب، صابر حسین اور بلال جونپوری صاحب شامل ہیں۔ اس انجمن کو قائم ہوئے ابھی صرف چار سال ہی ہوئے ہیں مگر اس انجمن نے شہر بھر کے بڑے بڑے عزاداری کے پروگرامز میں شرکت کی ہے۔ اس انجمن کے صاحب بیاض جناب عابد رضا اور طالب رضا ہیں جب کے معاون نوحہ خوانوں میں غضنفر جونپوری، مجتبٰی جونپوری اور تنویر عباس زیدی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ماسٹر جری عباس جو طالب رضا صاحب کے فرزند ہیں ہر ماتم داری میں ضرور ایک نوحہ پڑھتے ہیں۔

یہ انجمن ایام فاطمیہ میں سہ روزہ مجالس مسجد و امام بارگاہ امامیہ میں منعقد کراتی ہے۔ ان مجالس سے مولانا حسن ظفر نقوی اور علامہ ماجد رضا عابدی خطاب کر چکے ہیں۔ یہ انجمن حضرت ام البنین کی شہادت پر بھی ایک مجلس منعقد کراتی ہے۔ اس کے علاوہ یوم انہدام جنت البقیع کے دن بھی یہ انجمن ایک مجلس منعقد کرتی ہے۔ اس انجمن کی جانب سے 19 رمضان کی شب عمال شب قدر کے اختتام پر ایک مجلس برپا کی جاتی ہے جو سحری سے پہلے اختتام پذیر ہوتی ہے اور نیاز کے طور پر سحری کرائی جاتی ہے۔ ان تمام پروگرامز کے علاوہ یہ انجمن ہر سال ربیع الاول میں مولا قدم اور سہون میں جلوس بھی برآمد کرتی ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) کراچی تاریخ کے آئینے میں (محمد عثمان دموہی)
۲) وادی ملیر (حمید ناضر)
۳) پاکستان کرونیکل (ڈاکٹر عقیل عباس جعفری)
۴) شہروں میں شہر کراچی (نسرین اسلم)
۵) پروگرام مجلس وجلوس عزا (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی کراچی)
٦) وکیپیڈیا
۷) جناب محمد حیدر صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۸) جناب پروفیسر نجمی حسن سے حاصل کردہ معلومات
۹) جناب سید مہدی رضا (اجو بھائی) سے حاصل کردہ معلومات

کورنگی K ایریا کی تاریخ اور عزاداری پر ایک نظر

1958ء میں جنرل اعظم خان کے کورنگی میں بڑے پیمانے پر کوارٹرز تعمیر کرانے سے پہلے ہی پورے کورنگی میں K ایریا ہی واحد علاقہ تھا جس میں پہلے ہی مہاجرین کو چھوٹے پیمانے پر لا کر بسایا جا چکا تھا۔ K ایریا کے کچھ کوارٹرز، پارک اور مارکیٹ کی تعمیر لانڈھی کے ساتھ ہی شروع ہوئی تھی اور 57-1956 میں رہائش بھی ہوگئی تھی تاہم 1960ء کے لگ بھگ K ایریا میں مزید بڑے پیمانے پر کوارٹرز بنے جو 120 اور 128 گز کے تھے اور ان میں مہاجرین کو لا کر آباد کیا جانے لگا۔ زیادہ تر لوگ لیاقت بستی اور فاروَر لائن کی خیمہ بستیوں سے تھے۔ جبکہ شروع کے لوگوں کا تعلق مزار قائد پر موجود خیمہ بستیوں سے تھا۔ K ایریا میں ہی پاکستان کا نابینا بچوں کا پہلا اسکول قائم کیا گیا تھا۔ اسی طرح جب پاکستان ٹیلی ویژن نے اپنی نشریات کو شروع کیا تھا تو کورنگی میں K ایریا کے پارک میں پہلی مرتبہ ٹی وی لگا کر نشریات دکھائی گئی تھی اور بہت بڑی تعداد میں لوگ اسے دیکھنے آئے تھے۔ K ایریا کی ایک عظمت یہ بھی ہے کے صہبا اختر جیسا عظیم شاعر K ایریا سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ جبکہ شاہد نقوی صاحب کا تعلق بھی K ایریا سے تھا۔

محمدی مسجد و امام بارگاہ:

1973ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کے فاؤنڈر ممبر اور سابق وزیر مالیات ڈاکٹر مبشر حسن کے بھانجی گلو بیگم اور ان کے شوہر خواجہ امیر حسن جو پیپلز پارٹی کراچی کے جنرل سیکریٹری بھی تھے K ایریا میں رہائش پذیر تھے ان دونوں کی کاوشوں سے مسجد و امام بارگاہ کے لیے ایک پلاٹ الاٹ کرالیا گیا مگر جام صادق علی نے شرط یہ رکھی کے پلاٹ کسی ٹرسٹ یا رجسٹرڈ ادارے کے نام ہوگا۔ یوں مسجد و امام بارگاہ کی 2000 گز زمین K ایریا میں موجود پہلے سے رجسٹرڈ ادارے انجمن لشکر حسینی کے نام کردی گئی۔ یوں محمدی مسجد و امام بارگاہ کا قیام عمل میں آیا۔ مسجد و امام بارگاہ کے حصول کے ساتھ ہی فوری طور پر 2 دن کے اندر چار دیواری بنائی گئی اور شیٹیں ڈال کر دو الگ الگ ہال مسجد اور امام بارگاہ کے واسطے تیار کر لیے

گئے۔ اس چار دیواری کو بنانے میں مستری کو چھوڑ کر مزدوری کے تمام کام علاقے کے مومنین نے خود انجام دیے تھے۔

1978ء میں پہلے بیرونی تنازعات پیدا ہوئے اور ساتھ ساتھ آپس کے تنازعات کی وجہ سے محمدی مسجد و امام بارگاہ کو حکومت کی جانب سے سیل کر دیا گیا اور محمدی مسجد و امام بارگاہ آج تک بند ہے تاہم محمدی مسجد و امام بارگاہ آج بھی انجمن لشکر حسینی کے زیر انتظام ہے۔

انجمن کاروان محمدی:

انجمن لشکر حسینی K ایریا کے قیام کے ساتھ ہی وجود میں آ گئی تھی۔ K ایریا اور کورنگی بھر کی عزاداری میں اس انجمن کا اہم کردار تھا۔ 1970ء میں انجمن لشکر حسینی نے سہ روزہ مجالس کا اہتمام بڑے پیمانے پر کیا اور مسلسل تین روز تک مجالس منعقد ہوتی رہیں۔ سہ روزہ مجالس کا یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا تھا۔ لشکر حسینی کے پہلے صاحب بیاض جناب قاسم عباس صاحب تھے جبکہ ان کے بعد محمد عباس اور حیدر عباس صاحب نے نوحہ خوانی کی۔

1980ء کی اوائل میں یہ انجمن دو ماتمی دستوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور دونوں ہی کورنگی کی عزاداری میں اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ 1988ء میں K ایریا کے نوجوانوں نے ایک نئی انجمن قائم کی جس کا نام انجمن کاروان محمدی رکھا گیا۔ موجودہ دور میں انجمن کاروان محمدی باقاعدہ ماتم داری اور دیگر عزاداری کے پروگرامز کرتی ہے تاہم انجمن لشکر حسینی صرف مسجد کی انتظامیہ کی حد تک محدود ہے۔ انجمن کاروان محمدی کے بانی ممبران میں عزم حیدر، معراج حسین اور مجاہد علی شامل ہیں جبکہ سمیع رضا موجودہ جنرل سیکریٹری اور رضا حسین موجودہ صدر ہیں۔ جبکہ اس انجمن کے پہلے صاحب بیاض محسن رضا تھے اور آج کل دانش زیدی اس انجمن کے صاحب بیاض کے طور پر نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

کے ایریا کی عزاداری

چھ محرم کا مرکزی جلوس:

57-1956ء میں جب K ایریا میں چند کوارٹرز کی تعمیر ہوئے تھے تو پہلے عزادار جناب رحمت حسین جعفری صاحب تھے جنہوں نے اپنے گھر میں عزاخانہ بنا کر عزاداری شروع کر دی تھی جبکہ 1958ء میں ضیاء الحسن نقوی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ 1958ء میں ارتضی حسنین جعفری صاحب نے اپنی کسی منت کے پورا ہونے پر چھ محرم کو علم اٹھایا جو گھر کے عزاخانے کی ہی حدود میں رہا۔ 1959ء میں بھی اسی طرح سے گھر میں علم اٹھایا گیا مگر 1960ء میں جب عزاخانہ صغرا M ایریا میں قائم ہو گیا تو جناب ارتضی حسنین جعفری صاحب نے جلوس کو گھر سے برآمد کیا اور عزاخانہ صغرا M ایریا پر جا کر اختتام کیا۔ یوں یہ جلوس کورنگی کا سب سے پہلا اور قدیمی جلوس ہے۔ اس جلوس کو کورنگی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اب بھی یہ جلوس ارتضیٰ حسنین جعفری صاحب کے گھر رحمت منزل کے عزاخانے سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغرا M ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں کورنگی اور قرب و جوار کی انجمنیں ماتم داری کرتی ہیں اور عزادار بھی بڑی تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے گھر میں تمام معصومین کی شہادت پر خواتین کی مجالس بھی برپا کی جاتی ہیں اور تابوت بھی اٹھایا جاتا ہے۔

ارتضیٰ جعفری صاحب کا کورنگی کی عزاداری کے فروغ میں اہم کردار ہے۔ آپ ہی نے پورے لانڈھی اور کورنگی کی عزاداری کے پروگرامز کی تاریخ وار فہرست بنائی اور وہ بھی مختلف تھانوں کی حدود کے لحاظ سے پھر اسے کتابچے کی صورت میں چھپوایا۔ جب تک آپ حیات رہے ہر سال نئے اضافے کے ساتھ اس کتابچے کو ضرور چھپواتے۔ اس کے علاوہ اس پورے علاقے کے جلوسوں کے پرمٹ کی تجدید کرانے کی بھی ذمہ داری آپ نے خود اپنے کندھوں پر لی ہوئی تھی۔ اب یہ تمام کام جناب ارتضیٰ حسنین جعفری صاحب کے انتقال کے بعد شارق اقبال صاحب انجام دیتے ہیں۔

جس زمانے میں ریلے کے اجازت نامے کی ضرورت ہوتی تھی تو یہ اجازت نامہ بھی آپ ہی سب کو لے کر دیتے تھے۔ جتنے پیسوں میں ایک گھر خریدا جا سکتا ہے ارتضی حسنین جعفری عزاداری پر ہر سال اتنے پیسے لگا دیا کرتے تھے۔ ان کی گاڑی ذاکرین اور علماء کو کورنگی میں مجالس پڑھانے کے لئے ہر وقت بغیر کسی معاوضے کے دستیاب ہوتی تھی۔ ارتضی حسنین جعفری صاحب نے کورنگی میں عزاداری کو مضبوط کرنے میں اپنی پوری زندگی اور مال ومتاع وار دیا تھا۔ کورنگی کے لوگوں نے بھی آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کی تدفین عزاخانہ صغری M ایریا میں کی۔ آپ کا جنازہ کورنگی کی تاریخ کے پر رونق جنازوں میں سے ایک تھا۔ مسجد وامام بارگاہ امامیہ جے ون میں نماز جنازہ پڑھائی گئی اور پھر جلوس جنازہ میں کورنگی اور لانڈھی کی تمام انجمنیں شریک ہوئیں۔ باری باری ہر انجمن ماتم داری کرتے ہوئے چلتی رہی۔ ہر شخص اشکبار تھا اور اسی طرح جلوس جنازہ عزاخانہ صغریٰ میں پہنچا۔

آٹھ محرم کا جلوس:

یہ جلوس 1970ء کی دہائی کے اوائل سے برآمد ہو رہا ہے۔ اس جلوس کے بانی پنو بھائی ہیں جو فرزند حسین صاحب کے والد ہیں۔ یہ جلوس فرزند حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے سے رات 11 بجے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا جناب ارتضیٰ حسین جعفری کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے اس جلوس میں لشکر حسینی ماتم داری کرتی تھی مگر اب کاروان محمدی اس جلوس میں ماتمداری کے فرائض انجام دیتی ہے۔ جلوس کے اختتام پر بڑے پیمانے پر نیاز کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔

انجمن کاروان محمدی کا شب غم:

یہ شب غم انجمن کاروان محمدی اپنے قیام سے لے کر اب تک منعقد کرتی آرہی ہے 2005 تک اس شب غم کی دو نشستیں ہوتی تھی ایک شام میں اور ایک رات میں۔ ایک نشست میں اہل سنت علماء کا خطاب ہوتا تھا اور دوسری نشست میں اثنا عشری علماء کا خطاب ہوا کرتا تھا۔ اس شب غم میں مولانا اصغر درس، مولانا فیروز الدین رحمانی اور مولانا فیصل عزیزی خطاب کر چکے ہیں۔ 2005ء کے بعد سے اب اس کی

صرف ایک نشست ہوتی ہے اور رات میں یہ پروگرام منعقد کیا جاتا ہے اور رات 2 بجے تک یہ شب غم اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ شب غم K ایریا کی مختلف جگہوں پر ہوتا رہا ہے مگر اب ایک طویل عرصہ سے جناب ارتضی حسنین جعفری کے گھر کے سامنے ٹینٹ لگا کر منعقد کیا جاتا ہے۔

حیدر علی عابدی صاحب کی شب بیداری:

جناب حیدر علی عابدی صاحب ہندوستان کے معروف علاقے نوگاواں سے ہجرت کر کے لطیف آباد 11 نمبر میں ایک جھوپڑی میں قیام پذیر ہوئے۔ عزاداری سے شدید لگاؤ کی وجہ سے آپ نے اپنی جھگی کے برابر میں ہی ایک اور جھونپڑی بنائی جس میں مسجد و امام بارگاہ قائم کیا اور اس کا نام حسینی مسجد و امام بارگاہ رکھا جو آج بھی قائم ہے۔ 1964ء میں آپ K ایریا کورنگی میں منتقل ہو گئے اور اپنے گھر میں ایک شب بیداری 1967ء میں قائم کی۔ اس شب بیداری کو منعقد کرنے کے لئے آپ ہر سال ایک کمیٹی ڈالتے تھے اور کمیٹی کے سارے پیسے شب بیداری میں لگا دیتے تھے اور اگر پیسے کم پڑ جائیں تو ادھار لے لیتے تھے مگر شب بیداری کی شان و شوکت میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

عاشق امام حسین ایسے تھے کہ مجلس کے شروع ہونے سے لے کر آخر تک ہر انجمن کے ساتھ ماتم داری کرتے جبکہ انتظام انجمن لشکر حسینی اور دیگر سنبھالتے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری حصّے تک اسی طرح سے عزاداری منعقد کرتے رہے۔ ان کا عزاداری سے والہانہ پن ناقابل بیان ہے۔ اسی طرح سے آپ نماز پڑھتے تو ایک گھنٹے تک صرف مرحومین کے لئے فاتحہ پڑھتے رہتے، آپ نے ایک ڈائری بنائی ہوئی تھی جس کے انتقال کی خبر سنتے اس کا نام ڈائری میں فاتحہ کے لئے لکھ دیتے۔ آپ کے انتقال کے بعد سے آپ کے فرزند جناب عزم حیدر عابدی صاحب اس شب بیداری کو عاشور کے بعد آنے والے پہلے ہفتے کی شب منعقد کرواتے ہیں۔

سید عامر علی کی شب عزا:

سید عامر علی صاحب کے گھر کے عزاخانے میں محرم کے تیسرے ہفتے کی شب ایک شب عزا منعقد کی

جاتی ہے۔ یہ شب عزا 2000ء کے عشرے کے اوائل سے منعقد کی جارہی ہے۔ بعد ختم مجلس مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔

قمر حسین صاحب کے گھر کی شب بیداری:

یہ شب بیداری 1970ء کی دہائی کے اوائل سے K ایریا میں جناب سید قمر حسین رضوی صاحب کے گھر کے عزاخانے میں منعقد کی جارہی ہے۔ اس شب بیداری میں لانڈھی اور کورنگی کی انجمن شرکت کرتی ہیں اور جب انجمن ختم ہوجاتی ہیں تو گھر کی خواتین فجر کی اذان تک نوحہ خوانی کرتی ہیں۔

2 ربیع الاول کا شب غم:

یہ شب غم رضوی وعابدی برادران کی جانب سے منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ شب غم 2000ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔ پہلے یہ شب غم K ایریا میں منعقد کیا جاتا تھا مگر اب کچھ عرصے سے مسجد وامام بارگاہ امامیہ جے ون میں منتقل کردیا گیا ہے۔

خواتین کی مجالس:

کے ایریا میں مومنین ایک ساتھ نہیں بلکہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود دس سے پندرہ عشرے خواتین کے منعقد کیے جاتے ہیں جب کہ خواتین کی سالانہ مجلس روزانہ کی بنیاد پر کسی نہ کسی گھر میں منعقد ہورہی ہوتی ہے۔

مرحوم طاہر حسین صاحب جو انجمن لشکر حسینی کے صدر بھیرہ چکے تھے کے گھر کے عزاخانے میں کے ایریا کے قیام سے ہی ایک مجلس ہر جمادی الثانی کی نوچندی جمعرات کو منعقد ہوتی جس میں جناب سیدہ کا تابوت برآمد ہوتا تھا۔ اس تابوت کی برآمدگی کی روایت ان کے ہاں انڈیا سے ہی چلی آرہی تھی۔

جس زمانے میں علم سنبھالنے کے لئے بیلٹ کے طور پر چادر استعمال کی جاتی تھی جناب طاہر حسین صاحب نے پہلی مرتبہ علم اٹھانے کے لئے چمڑے کی بیلٹ خود بنائی تھی جو شاید اس سے پہلے کراچی بھر

میں کوئی استعمال نہیں کرتا تھا تاہم طاہر حسین صاحب کی چمڑے کی بیلٹ کے بعد علم اٹھانے کے لئے چمڑے کی بیلٹ کا رواج عام ہوا۔

اس مضمون کی تیاری کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں اور لوگوں سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) کراچی تاریخ کے آئینے میں محمد عثمان دموہی
۲) پروفیسر شاہد کمال سے حاصل کردہ معلومات
۳) جناب محمد حیدر رضوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۴) جناب عزم حیدر صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۵) جناب شارق اقبال صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۶) کتابچہ برائے پروگرام مجلس وجلوس عزاء (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی)

عزاخانہ صغریٰ M ایریا کورنگی اور اس کے اطراف کی عزاداری اور تاریخ پر ایک نظر

کچھ ذکر سادات بارہہ مظفر نگر کا:

اتر پردیش کے شمالی حصے میں دریائے گنگا اور جمنا کے درمیان ایک ضلع مظفر نگر ہے۔ مظفر نگر کے شمال میں ضلع سہارنپور اور جنوب میں میرٹھ جبکہ مشرق میں گنگا پار ضلع بجنور اور مغرب مین جمنا پار ضلع کرنال ہے۔ مظفر نگر کے شمالی حصہ میں بیشتر آبادی سادات پر مشتمل ہے اور دراصل انہی سادات کو سادات بارہہ کہتے ہیں۔ بارہ کے نام کی مختلف توجیہات بیان کی جاتی ہیں مگر مشہور یہ ہے کہ یہ زیدی سادات گنگا اور جمنا کے درمیان بارہ گاؤں میں رہتے تھے اس لیے اسی مناسبت سے سادات بارہ نام پڑا۔ اس خاندان نے مغلوں کے دور میں بے حد نمایاں خدمات انجام دیں۔ یہ افراد انتہائی بہادر اور شجاع تھے جس کی وجہ سے فوج میں اعلی مقام حاصل کرتے چلے گئے۔ انہیں لوگوں نے مغلوں کو کئی بار ہاری ہوئی جنگیں جیتائیں۔ ایک زمانے میں ان کا اتنا سیاسی اثر ورسوخ تھا کہ ان کی مرضی سے مغل شہزادے بادشاہ بنتے تھے۔ اس دور میں اس خاندان کے دو بھائیوں نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی ان میں ایک قطب الملک عبداللہ خان اور دوسرے امیر الامرا حسین علی خان تھے۔ یہ دونوں بھائی ہی دراصل بادشاہ گر کے نام سے مشہور ہوئے۔

1857 کی جنگ آزادی میں جب آزادی کی آگ میرٹھ سے ہوتی ہوئی دہلی آئی تو مظفر نگر میں بھی آزادی کے شعلے بھڑکنے لگے اور بہت شدید چھاپہ مار جنگ شروع ہوئی مظفر نگر میں تعینات بہت سے انگریز فوجی اور افسر مارے گئے لیکن جب آزادی کی جنگ ختم ہوئی اور انگریز کامیاب ہو گئے تو انہوں نے سادات بارہہ کے آزادی کے متوالوں کو پھانسی پر لٹکایا اور بہت سوں کی جائیدادا اور املاک ضبط کر کے کرنال کے نواب کو دے دیں۔

قیام پاکستان کے بعد مظفر نگر کے کافی سادات ریاست خیر پور کے مختلف شہروں جن میں خیر پور سٹی، گمبٹ، رانی پور اور ہنگورجا وغیرہ میں آکر آباد ہو گئے اور انہیں ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی متروکہ جائیداد اپنی ہندوستان والی جائیداد کے بدلے مل گئی۔ کل 30 ہزار مہاجرین ریاست خیر پور میں آکر آباد ہوئے ان میں کافی بڑی تعداد مظفر نگر کے سادات بارہہ کی تھی۔ ان لوگوں نے کچھ ہی عرصے میں خیر پور کی عزاداری میں ایک نئی روح پھونک دی اور خیر پور کی عزاداری پورے پاکستان میں مقبول عام ہوئی۔

سادات بارہہ کے کافی لوگ برائے راست ہندوستان سے کراچی بھی منتقل ہوئے جہاں وہ مختلف کیمپوں میں رہائش پذیر ہو گئے۔ انہی کیمپوں میں جیکب لائن کا کیمپ بھی تھا جس میں سادات بارہہ کے سید محمد حسین زیدی اور سید صفدر حسین زیدی صاحب بھی رہائش پذیر تھے۔ 1959ء میں جب کورنگی کی تعمیر مکمل ہوئی تو انہی جیکب لائن کے کیمپوں میں رہائش پذیر خاندانوں کو کورنگی کے کوارٹرز میں منتقل کیا جانے لگا۔ سید محمد حسین زیدی اور سید صفدر حسین زیدی صاحب کے خاندان کو بھی کورنگی کے علاقے ایم ایریا میں کوارٹرز الاٹ کیے گئے۔ اور ان کے کواٹرز کے قریب قریب کافی مومنین کو بھی کوارٹرز الاٹ ہو گئے۔ یوں مومنین کی M ایریا میں اچھی آبادی بن گئی مگر لوگ مختلف گلیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

جامع مسجد اثناعشری و عزاخانہ صغریٰ:

ایم ایریا میں مومنین کی مناسب تعداد کو دیکھتے ہوئے محمد حسین زیدی صاحب اور سید صفدر حسین زیدی صاحب نے مسجد و امام بارگاہ کے حصول کے لیے اہل محلہ کے ساتھ مل کر کوششیں شروع کر دیں۔ بالآخر جنرل اعظم خان سے ایک زمین الاٹ کروالی۔ اس زمین کے آس پاس بالکل جنگل تھا اور ایک عرصے تک صنعتی علاقے کی نیشنل آئل ریفائنری سامنے نظر آتی تھی۔ فوری طور پر نماز پڑھنے کے لئے ایک جھونپڑی بنائی گئی اور اسے مسجد اثناعشری کا نام دیا گیا۔ بعد میں کچی اینٹوں سے دیوار بنا کر اس پر سمینٹ کی چادریں ڈلوائی گئیں۔ جبکہ شروع میں ٹاٹ کی چادروں اور کانٹوں کے ذریعے مسجد کی احاطہ بندی کی گئی۔ 1968ء میں جا کر پکی اینٹوں کی چاردیواری بنادی گئی۔ یہ جامعہ مسجد بھی ہے اور 1959

سے ہی یہاں جمعہ کی نماز پڑھائی جارہی ہے۔ اس مسجد کو بنانے میں جناب سید محمد حسین زیدی اور سید صفدر حسین زیدی صاحب، تجمل حسین صاحب، مبارک حسین صاحب اور اختر حسین صاحب کا اہم کردار ہے۔ جب کہ مسجد کی تعمیر اور الاٹمنٹ میں سید محمد حسین زیدی صاحب کے چار صاحبزادوں سید مبارک حسین زیدی، سید علی حسنین زیدی، سید گلزار حسنین زیدی اور سید ظہیر حسنین زیدی صاحب کا اہم ترین کردار ہے۔ جس زمانے میں مسجد کا صرف ایک کمرہ ہوتا تھا اور باقی زمین خالی پڑی ہوئی تھی تو جناب عیسی صاحب نے اپنے خاندان کی ایک خاتون صغریٰ کے نام سے ایک امام بارگاہ تعمیر کروایا جس کا نام عزا خانہ صغریٰ رکھا گیا۔ بعد میں یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ مسجد و امام بارگاہ اب صرف عزا خانہ صغریٰ کے نام سے مشہور ہے۔

اس مسجد و امام بارگاہ کی مختلف ادوار میں تعمیر ہوتی رہی ہے تاہم سابق کمشنر اور اس وقت کے ڈپٹی کمشنر میر حسین علی صاحب کی ذاتی دلچسپی سے یہاں کافی تعمیراتی کام ہوئے۔ 1980 میں عبدالخالق اللہ والا نے یہاں پر مزید تعمیراتی کام کروایا۔ اسی دور میں سید ظہیر حسنین زیدی نے بھی امام بارگاہ کی تعمیر میں بہت زیادہ خدمات انجام دیں۔

صنعتی علاقہ کیونکہ ایم ایریا سے بہت قریب تھا اس لئے ایک طویل عرصہ تک اس امام بارگاہ میں گلگت اور بلتستان سے نوکری اور تعلیم کی غرض سے آنے والے مومنین کے لیے مسجد کے احاطے میں ہی چھوٹے چھوٹے کمرے بنائے گئے جہاں وہ لوگ ایک ایک کمرے میں دو سے تین افراد معمولی سے کرائے پر رہتے تھے۔ بعد میں یہ سلسلہ مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون اور ڈھائی نمبر کے امام بارگاہ میں بھی کچھ عرصے تک اسی طرح سے چلا۔

کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک بڑا ہال بنایا گیا ہے جو 100 فٹ لمبا اور 40 فٹ چوڑا ہے۔ اس کے علاوہ بی بی سکینہ کی انتہائی خوبصورت ضری بنائی گئی ہے اور ساتھ ہی ایک جدید انداز کا میتوں کے واسطے سرد خانہ بھی بنایا گیا ہے۔

مسجد میں مختلف علماء نے پیش امام کے فرائض انجام دیے جس میں 35 سال تک مولانا شیخ رضا

سمائری نے اپنی عمر کے آخری حصے تک پیش امام کے فرائض انجام دیئے۔ جب کہ 2010 سے اب تک مولانا محسن علی جوادی صاحب پیش امام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اس مسجد و امام بارگاہ میں دو قبریں بھی موجود ہیں۔ ایک تو ارتضیٰ حسنین جعفری صاحب کی جن کا ذکر K ایریا کی عزاداری میں تفصیل سے کیا گیا تھا اور دوسری قبر جناب صفدر صاحب کی ہے جو مسجد اور عزاخانہ صغریٰ کے بانی ممبران میں سے ایک ہیں۔ آپ KDA میں ملازمت کرتے تھے۔ جب کہ ملازمت کے بعد کا زیادہ تر وقت عزاداری اور مسجد و امام بارگاہ کی خدمت میں گزارتے تھے۔ آپ نے مسجد کے ایک حصے میں ذوالجناح بھی پالا ہوا تھا اور اس کی دیکھ بھال اور دیگر امور کی ذمہ داری آپ تاحیات نبھاتے رہے۔ شروع زمانے میں جب لانڈھی اور کورنگی میں آپ کے پاس موجود ذوالجناح کے علاوہ کسی اور کے پاس ذوالجناح موجود نہیں تھا تو آپ ہی ہر عزاداری کے پروگرام میں اپنے ذوالجناح کو لے کر پہنچتے تھے۔

شروع زمانے سے ہی اس مسجد و امام بارگاہ کا انتظام انجمن سپاہ عباس رجسٹرڈ کے پاس ہے۔ آج کل اس مسجد و امام بارگاہ کی انتظامیہ میں جناب دانش صاحب، جناب باقر صاحب، جناب ریاض صاحب اور جناب آصف صاحب ہیں۔

عاشور تک کی عزاداری

عزاخانہ صغریٰ کا عشرہ:

1959ء میں جب عزاخانہ صغریٰ کا قیام ہوا تو جب سے ہی ایام عزا کا پہلا عشرہ منعقد کیا جانے لگا اور اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

تجمل نقوی صاحب کے عزاخانے کا عشرہ:

کورنگی ایم ایریا کے قیام کے وقت جب سید تجمل حسین نقوی صاحب کو کوارٹر الاٹ ہوا تو انہوں نے پہلے ہی سال اپنے گھر ایک مردانہ عشرے کا آغاز کیا جو یکم محرم سے عاشور تک ہر سال منعقد کیا جاتا

ہے۔ سید تجمل حسین نقوی صاحب کے انتقال کے بعد اب اس عشرے کو آپ کا خانوادہ بہت اچھے طریقے سے منعقد کروا رہا ہے۔

حاجی ابراہیم صاحب کے گھر کے عزاخانے کا عشرہ:

جب N ایریا میں کوارٹرز کی الاٹمنٹ ہوئی تو حاجی ابراہیم صاحب کو بھی ایک کوارٹر ملا جہاں انہوں نے 1960ء میں ہی عشرہ محرم کا آغاز کیا۔ یہ قدیمی عشرہ 1960ء سے آج تک جاری ہے۔

عاشور تک کے جلوس

3 محرم کا جلوس:

3 محرم کو 36C میں مولانا سید امیر حیدر زیدی کے گھر کے عزاخانے سے بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا K ایریا میں ارتضیٰ جعفری صاحب کے گھر کے عزاخانے میں قیام کرتا ہوا مسجد و امام بارگاہ امامیہ جے ون سے واپس 36C میں دوبارہ ان کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ مولانا امیر حیدر زیدی صاحب کے انتقال کے بعد یہ جلوس جناب سلیم حیدر (بنے بھائی) کے نام سے مشہور ہوگیا۔ یہ جلوس 1963ء میں قائم ہوا تھا شروع شروع میں رات کو جب یہ جلوس برآمد ہوتا تھا تو گھپ اندھیرے میں گیس لائٹ کی روشنی میں چلتا تھا۔ شروع زمانے میں مولانا امیر حیدر زیدی کے بڑے بیٹے نسیم حیدر زیدی صاحب لشکر حسینی کے متحرک ممبر تھے اس لیے اس جلوس میں انجمن لشکر حسینی ماتم داری کرتی تھی پھر بعد میں انجمن فروغ عزا انجمن عزاداریہ اور انجمن عباسیہ قدیم بھی اس جلوس کو لے کر چلنے لگیں۔

6 محرم کا جلوس:

چھ محرم کو K ایریا سے جناب ارتضیٰ حسنین جعفری صاحب کے گھر کے عزاخانے سے برآمد ہونے والا

کورنگی کا سب سے قدیمی جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

سات محرم کے جلوس:

سات محرم کا پہلا جلوس انجمن سپاہ عباس کی جانب سے بعد نماز مغربین عشرے کی ساتویں مجلس کے اختتام پر عزاخانہ صغریٰ سے برامد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا سید مظہر حسین رضوی صاحب کے گھر اختتام پذیر ہوتا ہے یہ جلوس 1960ء کی دہائی سے قائم ہے۔

سات محرم کا مہندی حضرت قاسم کا منتی جلوس 2005ء سے جناب اسد کربلائی کے گھر کے عزاخانے سے جو N ایریا میں واقع ہے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا حاجی ابراہیم صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

سات محرم کا ہی تیسرا قدیمی جلوس حاجی ابراہیم صاحب کے گھر کے عشرے کی ساتویں مجلس کے اختتام کے بعد برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ حاجی ابراہیم صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ حاجی ابراہیم صاحب کا یہ قدیمی جلوس بھی 1960ء کے عشرے کے اوائل سے قائم ہے۔

آٹھ محرم کا جلوس:

8 محرم کو آئی ایریا میں جناب مظہر عباس صاحب کے گھر کے عزاخانے سے جو شیشے والے کے نام سے مشہور ہیں 6 بجے شام ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جس میں بڑی تعداد میں مومنین شریک ہوتے ہیں۔ جب کے خاصی تعداد میں انجمنیں بھی ماتم داری کرتی ہیں۔ یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں قمعہ کا ماتم بھی کیا جاتا ہے۔ یہ کورنگی کا قدیمی جلوس ہے جو 1960ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

9 محرم کا جلوس:

این ایریا میں واقع جناب حاجی زاہد حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے میں جو کہ جاگیر علی اکبر کے نام سے مشہور ہے بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1980ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔ کیونکہ یہ جلوس دوپہر میں برآمد ہوتا ہے اور اس ٹائم پر کورنگی میں کوئی اور جلوس نہیں ہوتا اس لیے اس جلوس میں بڑی تعداد میں لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اس جلوس میں بڑی تعداد میں انجمنیں اور ماتمی سنگتیں بھی شریک ہو کر ماتم داری کرتی ہیں۔ حاجی زاہد حسین صاحب کا خانوادہ اب ان کے انتقال کے بعد بیرون ملک منتقل ہو گیا ہے تاہم ہر سال ایام عزا میں یہ لوگ ضرور اپنے گھر عزاداری منعقد کرنے کے لئے آتے ہیں۔

عاشور کے بعد کی عزاداری

عاشور کے بعد پہلے اتوار کا جلوس:

کیونکہ کورنگی میں مرکزی عاشور کے جلوس کی مرکزیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عاشور کے دن کوئی بڑا جلوس نہیں نکلتا لہذا عاشور کے بعد پہلے اتوار کو ایک بڑا جلوس نکالا جاتا ہے جو کہ کورنگی کا مرکزی جلوس تصور کیا جاتا ہے۔ یہ جلوس انجمن سپاہ عباس کی جانب سے عزاخانہ صغریٰ سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے گزرتا ہوا محفل دربار زینبیہ کورنگی نمبر 2 میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی کے اوائل سے برآمد کیا جا رہا ہے۔ یہ جلوس افرادی لحاظ سے کورنگی کے بڑے جلوسوں میں سے ایک تصور کیا جاتا ہے۔ اس جلوس میں کورنگی کے مومنین کے علاوہ کراچی بھر کے مومنین بھی بڑی تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کورنگی اور کراچی شہر کی مدعو شدہ انجمنیں بڑی تعداد میں اس جلوس میں ماتم داری کرتی ہیں۔ جب کہ زنجیر زنی کا بھی بڑے منظم انداز میں اہتمام کیا جاتا ہے۔

1990ء کی دہائی سے عامر زیدی صاحب کے گھر سے بھی ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو انجمن سپاہ

عباس کے اس جلوس میں شامل ہوجاتا ہے۔

رحیم آباد ساڑھے تین نمبر سے بھی ایک جلوس جناب عبدالقادر صاحب کے گھر سے پچھلے دس سال سے برآمد ہوتا ہے اور انجمن سپاہ عباس کے جلوس میں شامل ہوجاتا ہے۔

سید اعجاز حسین زیدی مرحوم کے گھر سے بھی ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو انجمن سپاہ عباس کے اس جلوس میں شامل ہوجاتا ہے۔

24 محرم کا جلوس:

زمان ٹاؤن میں مولانا محمد رضا سمائری جو عزاخانہ صغریٰ کی مسجد کے 35 سال پیش امام رہے تھے، کے گھر میں بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1980ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔ اس جلوس میں امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کی مناسبت سے شبیہ تابوت بھی برآمد ہوتا ہے۔

انجمن شمشیر حیدری کا یوم شہدائے کربلا:

ویسے تو انجمن شمشیر حیدری کورنگی O ایریا کی ہے اور اس کا مرکز حسینی مرکزی مسجد و امام بارگاہ کورنگی نمبر ڈھائی P ایریا کا بنتا ہے مگر یہ ہمیشہ سے اپنا یوم عزا جو یوم شہدائے کربلا کے نام سے منعقد ہوتا ہے عزا خانہ صغریٰ ایم ایریا میں برپا کرواتی ہے۔ اس یوم عزا کی تین نشستیں ہوتی ہیں جس میں مختلف علماء اور ذاکرین خطاب کر چکے ہیں جن میں علامہ نصیر الاجتہادی اور علامہ عقیل ترابی صاحب وغیرہ شامل ہیں جبکہ تین نشستوں میں سے ایک نشست پر اپنی حیات تک علامہ ضمیر اختر نقوی اس یوم عزا میں ضرور خطاب کیا کرتے تھے۔ یہ یوم عزا بھی 1970ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

پسران سید کرار حسین صاحب کے گھر کا شب غم:

1990ء کی دہائی کے اوائل سے کورنگی نمبر 5 میں سید کرار حسین صاحب کے گھر کہ عزاخانے کے

پاس سڑک پر ٹینٹ لگا کر 2 صفر کو ایک شب غم منعقد کیا جاتا ہے جس میں مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔

سید حیدر علی زیدی کا شب غم:

این ایریا میں جناب سید حیدر علی زیدی صاحب کے گھر کے عزاخانے کہ پاس روڈ پر ٹینٹ لگا کر 12 صفر کو ایک شب غم منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ شب غم 1993ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

گریہ سکینہ:

13 صفر کو F ایریا کورنگی میں جناب جمیل احمد زیدی صاحب کے گھر میں گریا سکینہ کے عنوان سے ایک خواتین کی مجلس منعقد ہوتی تھی۔ 1980ء کی دہائی سے اب یہ مجلس مردوں کی منعقد کی جاتی ہے جب کے مدعوشدہ انجمنس نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔

15 صفر کا جلوس:

ایل ایریا مین 15 صفر کو جناب خورشید عباس صاحب کے گھر کے عزاخانے سے رات 11 بجے شب بعد ختم مجلس ایک قدیمی جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی سے قائم ہے اور اب خورشید صاحب کے انتقال کے بعد ان کا خانوادہ اس جلوس کے انتظامات کو سنبھالتا ہے۔

17 صفر کا جلوس:

ایم ایریا سے 17 صفر کی شب شہادت امام علی رضا علیہ السلام کی مناسبت سے رات 9 بجے ایک جلوس جس میں شبیہ تابوت امام علی رضا علیہ السلام بھی شامل ہوتا ہے جناب صغیر حسین رضوی صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے اور عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی سے قائم ہے جب کہ جناب صغیر حسین رضوی صاحب کے انتقال کے بعد اب اس جلوس کا انتظام ان کا

خانوادہ دیکھتا ہے۔

18 صفر کا جلوس:

18 صفر کو کورنگی چڑیا گھر کے قریب سے جناب جمیل حسین نقوی صاحب کے گھر سے رات 11 بجے بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس بھی کورنگی کے قدیمی جلوسوں میں شامل ہے اور 1960ء کی دہائی سے برآمد کیا جا رہا ہے۔

19 صفر کا جلوس:

19 صفر یعنی شب چہلم کا قدیمی جلوس 36C کورنگی میں مولانا امیر حیدر زیدی صاحب کے گھر کے عزاخانے سے بعد ختم مجلس رات 9 بجے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مولانا سید امیر حیدر زیدی صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ مولانا امیر حیدر زیدی صاحب کے انتقال کے بعد یہ جلوس ان کے چھوٹے بیٹے جناب سلیم حیدر (بنے بھائی) برآمد کرنے لگے اور ان کے نام سے بہت زیادہ مشہور ہوا۔ یہ جلوس 1964ء سے قائم ہے۔

رضا برادران کی شب بیداری:

رضا برادران کی جانب سے صفر کے آخری ہفتے میں ایک قدیمی شب بیداری 35C کلو چوک پر 1980ء سے منعقد کی جا رہی ہے۔ پہلے یہ شب بیداری شب چہلم میں منعقد کی جاتی تھی۔ اس شب بیداری میں رات بھر مدعو شدہ انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔ شروع زمانے میں رضا برادران کے گھر صرف خواتین کی مجلس ہوتی تھی اور رات میں انجمن عزاداریہ کی ماتم داری ہوا کرتی تھی۔

گوہر برادران کا شب غم:

صفر کے آخری ہفتے کو گوہر برادران کی جانب سے ایک شب غم عزاخانہ صغریٰ میں منعقد کیا جاتا ہے۔

پہلے یہ پروگرام شب بیداری کی صورت میں ایل ایریا میں ٹینٹ لگا کر منعقد کیا جاتا تھا مگر اب اسے عزاخانہ صغریٰ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

چہلم کے بعد پہلے اتوار کا جلوس:

لانڈھی اور کورنگی میں یہ روایت ہے کہ نشتر پارک کے مرکزی جلوس کے برآمد ہونے سے پہلے پہلے تمام جلوسوں کا اختتام کر دیا جاتا ہے اور مرکزی جلوس کے برآمد ہونے کے ٹائم پر کوئی جلوس نہیں نکالا جاتا۔ اور نہ ہی ایک جلوس کے سامنے دوسرا جلوس آتا ہے۔ اسی چیز کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انجمن سپاہ عباس نے کورنگی میں چہلم کا مرکزی جلوس چہلم کے بعد آنے والے پہلے اتوار کے دن رکھا۔ کورنگی کا چہلم کا یہ مرکزی جلوس دن 2 بجے دوپہر بعد ختم مجلس عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا محفل دربار زینبیہ کورنگی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ قدیمی جلوس 1970ء کی دہائی سے قائم ہے۔ افرادی تعداد کے لحاظ سے یہ کورنگی کے بڑے جلوسوں میں سے ایک تصور کیا جاتا ہے۔ اس جلوس میں انجمنیں اور ماتمی سنگتیں بھی بڑی تعداد میں شریک ہوتی ہیں۔ جب کے ڈھائی نمبر کے امام بارگاہ کے سامنے زنجیر زنی کا بھی بہت بڑا حلقہ لگایا جاتا ہے۔

اس جلوس میں رحیم آباد ساڑھے تین نمبر سے عبدالقادر صاحب کی جانب سے برآمد کیا جانے والا ایک جلوس جو گزشتہ دس سال سے نکالا جا رہا ہے شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سید اعجاز حسین زیدی مرحوم کے گھر سے بھی ایک جلوس برآمد ہو کر اس مرکزی جلوس میں شامل ہو جاتا ہے۔

مرزا عارف حسین صاحب کا شب غم:

1990ء کی دہائی کے آخر سے 26 صفر کو رات 9 بجے 36C کورنگی میں مرزا عارف حسین صاحب کے گھر کے باہر ٹینٹ لگا کر بڑے پیمانے پر ایک مجلس عزا برپا کی جاتی ہے۔ بعد ختم مجلس مدعو شدہ انجمنیں نوحہ خوانی و سینہ زنی کرتی ہیں۔

قاسم عباس و برادران کا شب غم:

1980ء کی دہائی کے اوائل سے ایک شب غم قاسم عباس اور ان کے برادران کی جانب سے N ایریا کورنگی میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس شب غم میں بعد ختم مجلس مدعو شدہ انجمنیں نوحہ خوانی و سینہ زنی کرتی ہیں۔

28 صفر کا جلوس:

28 صفر کو شہادت امام حسن علیہ السلام کی مناسبت سے ایک جلوس زمان ٹاؤن سے جناب قیصر عباس صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے جس میں شبیہ تابوت امام حسن علیہ السلام بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1980ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

انجمن سپاہ عباس کا خمسہ مجالس:

1980ء کی دہائی کے اوائل سے انجمن سپاہ عباس کی جانب سے عزاخانہ صغریٰ ایم ایریا میں ایک خمسہ مجالس یکم ربیع الاول سے 5 ربیع الاول تک رات 9 بجے شب منعقد کیا جاتا ہے۔ اس خمسے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مجالس سے ایک طویل عرصے تک معروف عالم علامہ گلفام حسین ہاشمی نے خطاب کیا ہے۔

ایام عزا کے علاوہ مجالس اور جلوس:

28 رجب کو انجمن سپاہ عباس کی جانب سے بمناسبت روانگی مدینہ ایک جلوس عزاخانہ صغریٰ M ایریا سے برآمد کیا جاتا ہے جو دوبارہ عزاخانہ صغریٰ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

8 ذوالحج کو شہادت حضرت مسلم بن عقیل کی مناسبت سے ایک جلوس انجمن سپاہ عباس کی جانب سے عزاخانہ صغریٰ سے برآمد کیا جاتا ہے جو واپس عزاخانہ صغریٰ میں ہی ختم ہوتا ہے۔

21 رمضان کا جلوس:

21 رمضان کی صبح نماز فجر کے بعد ایم ایریا میں جناب صغیر حسین صاحب کے گھر سے ایک قدیمی جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ دربار زینبیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1960ء کی دہائی سے قائم ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) تاریخ سادات بارہہ (خان بہادر سید مظفر علی خان)

۲) خانوادہ سادات بارہہ تاریخ کی روشنی میں (ڈاکٹر محمد یامین)

۳) سادات بارہہ تاریخ کے مدوجزر میں (ڈاکٹر سید صفدر حسین)

۴) جناب باقر زیدی سے حاصل کردہ معلومات

۵) جناب سلیم صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

۶) جناب حیدر رضوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

۷) جناب پروفیسر نجمی حسن صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

۸) جناب شارق اقبال صاحب سے حاصل کردہ معلومات۔

حسینی مرکزی مسجد و امام بارگاہ کورنگی ڈھائی نمبر کے اطراف کی عزاداری اور تاریخ پر ایک نظر

کورنگی اور مضافاتی بستیوں کا ایک مسئلہ:

قیام پاکستان سے پہلے ہندوستان میں موجود مومنین نوکری کے سلسلے میں اپنے خاندانوں سمیت مختلف شہروں میں رہائش پذیر تھے مگر ایام عزا میں یہ لوگ چھٹیاں لے کر اپنے آبائی گھروں میں واپس آجاتے تھے۔ کراچی میں کورنگی اور دیگر مضافاتی بستیوں کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جیسے ہی کوئی ترقی کرتا ہے یا اسے مواقع ملتے ہیں تو وہ اپنے آبائی گھر کو چھوڑ کر یا فروخت کر کے اپنے آبائی علاقے سے نکل کر کراچی کے دوسرے علاقوں میں رہائش اختیار کر لیتا ہے۔ ترقی کرنا ہر شخص کا بنیادی حق ہے مگر توجہ طلب بات یہ ہے کہ آبائی گھر کو فروخت نہیں کرنا چاہیے اور ایام عزا ہمیشہ اپنے آبائی علاقے میں ہی منانا چاہیے جیسا کہ ہمارے آباواجداد کرتے آئے ہیں۔

کچھ ذکر کورنگی ڈھائی نمبر میں رہنے والے اثنا عشری مومنین کا کورنگی ڈھائی نمبر میں سب سے زیادہ تعداد آگرہ کہ مومنین کی ہے۔ آگرہ شہر میں ایک علاقہ اکھاڑے کے نام سے ہے جہاں پہلوان کشتی لڑتے تھے اور اسی اکھاڑے کی وجہ سے یہ پورا علاقہ اکھاڑے کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں کے مومنین نے جب قیام پاکستان کے بعد ہجرت کی تو ان کی ایک بڑی تعداد کورنگی ڈھائی نمبر میں رہائش پذیر ہوگئی۔ اس کے علاوہ قیام پاکستان کے بعد مظفر نگر کے سادات بارہہ والے یہاں آباد ہیں۔ یہ لوگ پہلے بڑی تعداد میں ہندوستان سے ریاست خیر پور کے مختلف شہروں میں آکر آباد ہوئے مگر 1985ء کے فسادات اور معاشی مسائل کی بنا پر یہاں کے مہاجرین نے ایک بار پھر ہجرت کی اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ خیر پور سے آنے والے سادات بارہہ کی اکثریت کراچی کے علاقے جعفر طیار میں رہائش پذیر ہوئی تاہم کورنگی ڈھائی نمبر میں بھی یہ خاندان بڑی تعداد میں موجود ہے۔

ان دوشہروں کے علاوہ شروع زمانے میں کورنگی ڈھائی نمبر میں امروہہ والے بھی خاصی تعداد میں رہتے تھے اور کورنگی ڈھائی نمبر کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اردو زبان کے معروف شاعر عارف امام صاحب کا تعلق بھی کورنگی ڈھائی نمبر سے ہے۔

حسینی مرکزی مسجد وامام بارگاہ کورنگی ڈھائی نمبر:

جب ڈھائی نمبر کورنگی کے کوارٹرز میں مہاجرین کی آبادکاری شروع ہوئی تو دس کوارٹرز مومنین کو ایک لائن میں مل گئے اور آس پاس بھی کافی تعداد میں مومنین کو کوارٹرز ملے۔ مل ملا کر O ایریا اور P ایریا میں اتنے مومنین ہو گئے تھے کہ ایک مسجد وامام بارگاہ کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ مومنین کی کوششوں سے بلآخر ڈبل روڈ پر ہی 1961ء میں ایک زمین حاصل کر لی گئی اور پھر بعد میں الاٹمنٹ آرڈر بھی حاصل کر لیا گیا۔ مسجد کی چاردیواری کے لیے آغا محمد شریعت نے امداد کی۔ لوگوں میں جوش اور جذبہ اتنا تھا کہ خود ہی چاردیواری کی تعمیر شروع کر دی یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی سیمنٹ اور بجری کی تگاری سر پر اٹھائے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا رہے تھے۔ یہاں بھی ہر مسجد کی طرح وہی مسئلہ رہا ہے کہ رات کو دیوار بنتی اور پھر کوئی گرا دیتا۔ ان تمام حالات کے باوجود لوگوں نے اپنی حفاظت میں ہی چاردیواری کا کام مکمل کیا۔

چاردیواری کے مکمل ہونے پر حبیب گروپ نے آغا محمد شریعت کے ذریعے مسجد کی تعمیر شروع کروائی۔ مسجد میں 2 ہال بنائے گئے جبکہ ایک چھوٹا کمرہ اسٹور کے لیے بنایا گیا۔ ایک ہال مسجد کے لیے تھا اور دوسرا ہال بچوں کے مدرسے کے لیے بنایا گیا تھا۔ سب میں سیمنٹ کے بلاکس کی دیواریں تھیں اور سیمنٹ کی چادریں چھت کے طور پر رکھی گئی تھیں۔ مسجد کے ہال کے سامنے ایک برآمدہ تھا جس کے پاس ایک وضوخانہ بنایا گیا تھا اور وضوخانے کے برابر میں ایک کنواں کھودا گیا تھا تاکہ پانی کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔

اس تعمیر کے مکمل ہونے کے ساتھ ہی باجماعت نماز کا آغاز کر دیا گیا۔ اس زمانے میں مسجد کے متولی

اور مؤذن کے رضا کارانہ فرائض سید مظاہر حسین نقوی، سید مصطفی علی نقوی، سید فرحت حسین جعفری، سید مسرت حسین جعفری اور سید نصرت حسین جعفری انجام دیتے تھے۔

1963ء میں بانس کے ذریعے ایک علم لگایا گیا۔ جس جگہ علم لگایا تھا وہ جگہ آج تک تبدیل نہیں ہوئی اور مختلف زمانوں میں مختلف علم لگائے جاتے رہے اور اب اس جگہ پر انتہائی خوبصورت علم لگایا گیا ہے جس کے برابر میں ایک قبر بھی موجود ہے۔ یہ قبر جناب غلام عباس جعفری صاحب کی ہے جو خندق کمیٹی کے بانی ارکان میں سے ایک تھے اور کافی عرصے تک مسجد و امام بارگاہ کی انتظامی امور کے ذمہ دار بھی رہے تھے۔ آپ کا انتقال دوران زیارت ایران میں ہوا تھا مگر آپ کا خانوادہ میت کو پاکستان لایا اور مسجد و امام بارگاہ میں علم کے قریب تدفین کردی گئی۔ مسجد و امام بارگاہ کے موجودہ جنرل سیکریٹری جناب مختار عباس جعفری صاحب آپ ہی کے فرزند ہیں۔

1966ء میں حبیب گروپ کی طرف سے خالی زمین پر مسجد کی از سر نو تعمیر شروع ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں میں آر سی سی کی پکی مسجد تعمیر ہوگئی۔ آج بھی مسجد کا اسٹرکچر وہی ہے بس اس میں مختلف زمانوں میں رینوویشن ہوتی رہی ہے۔ جبکہ مسجد میں مولانا غلام عباس صاحب کے بعد مولانا ذاکر حسین رحیمی صاحب نے 35 سال تک پیش امام کے فرائض انجام دیئے اور آج کل جان محمد جعفری صاحب پیش امام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مسجد کی زمین حاصل کرنے سے لے کر اس کی تعمیر تک بہت سے لوگوں کا اہم کردار ہے جن میں مظاہر حسین نقوی، سید مصطفیٰ علی نقوی، سید فرحت حسین جعفری، سید نصرت حسین جعفری، سید امیر عباس جعفری، سید غلام حسنین جعفری، آثار احمد جعفری، سید مہدی حسن صاحب، سید غلام عباس جعفری، لیاقت حسین جعفری، سید شبیر حسین، سید عنایت حسین شاہ، سید صدق الرضا، سید عابد حسین، کبن بھائی، سید حسن امام، سید غلام امام نقوی، وزیر حسن نقوی، اسحاق حسین، یعقوب حسین، عیسی نقوی، سید نواب حسین نقوی، سید محتر رضا نقوی، منیر حسین، ابصار رضا، سید شاہد مہدی اور سید احمد نقوی وغیرہ شامل ہیں۔

ایک زمانے تک مسجد کا انتظام اہل محلہ خود سے ہی چلا رہے تھے پھر جناب مہدی حسن صاحب نے مسجد کو

چلانے کے لیے باقاعدہ ایک ٹرسٹ بنوادیا جس کا نام انجمن تنظیم حسینی ٹرسٹ رکھا گیا اور اسے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا۔اب یہ مسجد وامام بارگاہ انجمن تنظیم حسینی ٹرسٹ کے تحت چلایا جاتا ہے۔

1999ء میں امام بارگاہ کی الگ بلڈنگ کی تعمیر شروع ہوئی جو تھوڑا تھوڑا کر کے 2007ء میں مکمل ہوگئی۔ امام بارگاہ کی بلڈنگ کی تعمیر میں شمسی صاحب، سجاد صاحب، عین الحسن، جرار زیدی اور مشتاق صاحب پر مشتمل کمیٹی نے اہم کردار ادا کیا۔لیڈیز ہال 2013 میں تعمیر کیا گیا اور اس کا افتتاح علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب نے کیا۔اس ہال کی تعمیر میں مرزا ثمر عباس کے خاندان کے افراد کا اہم کردار ہے۔

اس وقت مسجد وامام بارگاہ کا انتظام 2015 سے سید شبیہ حسن جعفری، سید مختار عباس جعفری، سید قمر حسنین نقوی، سید امیر حسنین جعفری، سید علی مہدی جعفری (راحیل)، سید ظفر مہدی نقوی، سید رمیز حسنین جعفری اور وسیم عباس زیدی (وسیم عباس صاحب کا حال ہی میں انتقال ہوگیا ہے) پر مشتمل کمیٹی نے سنبھالا ہوا ہے۔اس کمیٹی کی جانب سے مسجد وامام بارگاہ کی مکمل رینوویشن اور ماربل کا خوبصورت چبوترا بنوایا گیا ہے۔ماربل کے چبوترے کو بنوانے میں جناب حسن علی جعفری صاحب کا اہم کردار ہے۔ اس کے علاوہ 2021 میں میتوں کے واسطے ایک سرد خانہ بھی تعمیر کروایا گیا ہے جو اس علاقے کی شدید ضرورت تھی۔ اس سرد خانے کی تعمیر سید شجاعت حسین جعفری کی کوششوں سے ساجد حسین جعفری صاحب نے تعمیر کرایا ہے۔

مسجد وامام بارگاہ شہزادہ علی اصغر:

1990ء کی دہائی میں ڈھائی نمبر سے ملحقہ ضیاء کالونی میں مومنین کے لیے مسجد وامام بارگاہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بابو بھائی کے والد صاحب نے زمین حاصل کر کے مسجد وامام بارگاہ شہزادہ علی اصغر کی بنیاد رکھی اور یہاں باقاعدہ پانچ وقت کی نماز کا آغاز کیا گیا۔ پہلے پیش امام جناب سلیم رضا صابری صاحب تھے جبکہ آج کل مختار حسین صاحب یہاں نماز پڑھا رہے ہیں۔ بابو بھائی کے والد صاحب کے انتقال کے بعد اس امام بارگاہ کے انتظامات بابو بھائی اور جہانگیر صاحب دیکھتے ہیں۔

عاشور تک کی عزاداری

حسینی مرکزی مسجد و امام بارگاہ کا عشرہ:

1961ء میں جب مسجد کا ایک ہال تھا تو مجالس بھی اسی ہال میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ ایام عزا کا پہلا عشرہ بھی اسی سال شروع ہو گیا تھا جس سال مسجد کے لئے ہال بنا۔ شروع زمانے میں عشرے میں با قاعدہ خطابت نہیں ہوتی تھی بلکہ مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس ہوا کرتی تھیں۔ جناب سید مظاہر حسین نقوی صاحب پہلی محرم سے عاشور تک روز پڑھا کرتے تھے۔ 1970ء کی دہائی کے اوائل میں مولانا خورشید مصطفی صاحب نے پہلی بار عشرہ مجالس سے خطاب کرنا شروع کیا۔ ان کے بعد مولانا عدنان، مولانا کاشف زیدی اور ذاکر اعجاز چنہ صاحب نے بھی عشرہ اولا کی مجالس سے خطاب کیا۔ 2012 میں جناب علامہ ظہیر الحسن آفاقی نے عشرہ اولا کی مجالس سے خطاب کیا تو بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور یہیں سے اس امام بارگاہ کا عشرہ مشہور ہوا اور بڑی تعداد میں لوگ اس عشرے میں شریک ہونے لگے۔ پچھلے سالوں میں مولانا کوثر عباس نقوی اور ڈاکٹر سید علی عباس زیدی صاحب عشرہ اولا میں خطاب کر چکے ہیں۔

1989ء سے سید اقبال حیدر زیدی اور سید مہتاب حیدر زیدی اس پورے علاقے میں سوز خوانی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یہ برادران ڈھائی نمبر میں ہی نہیں بلکہ پورے کورنگی لانڈھی میں ہر جگہ ایام عزا کے علاوہ سوئم، چہلم اور برسی کی مجالس میں بھی سوز خوانی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

مسجد امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر کا عشرہ 1990ء کی دہائی میں جب مسجد و امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر کو قائم کیا گیا ہے اس دن سے آج تک ہر سال ایام عزا میں یکم محرم سے عاشورا تک مجالس منعقد کی جاتی ہیں جس میں مختلف علماء کرام خطاب کر چکے ہیں۔

غلام عباس جعفری صاحب کے گھر کا عشرہ:

جب سے کورنگی ڈھائی نمبر کے کوارٹرز کو آباد کیا گیا ہے اس وقت سے اب تک یعنی 1960ء کی دہائی

کے اوائل سے جناب غلام عباس جعفری صاحب کے گھر کے عزاخانے میں یکم محرم سے عاشور تک ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں مختلف علماء کرام خطاب کر چکے ہیں۔

خواتین کے عشرۂ مجالس:

سید علی مہدی راحیل صاحب کی والدہ بٹو باجی کے گھر 1960ء کی دہائی کے اوائل میں سب سے پہلے خواتین کا عشرہ قائم ہوا اور پھر تھوڑی ہی مدت میں خواتین کے بہت سے عشرے منظم ہو گئے۔ اب ڈھائی نمبر اور اس کے اطراف میں بڑی تعداد میں خواتین کے عشرے منعقد کیے جاتے ہیں۔

رضا حسین صاحب کے گھر کا عشرہ:

جناب غلام عباس جعفری صاحب کی طرح ڈھائی نمبر کے کوارٹرز میں رہائش حاصل کرتے کے ساتھ ہی جناب رضا حسین صاحب نے بھی اپنے گھر کے عزاخانے میں عشرہ اولا کا آغاز کیا جو آج تک جاری ہے۔

میر صاحب (لڈو والے) کے گھر کا عشرہ:

یہ عشرہ بھی 1960ء کے اوائل کا عشرہ ہے جو میر صاحب کے گھر کے عزاخانے میں منعقد کیا جاتا ہے۔ میر صاحب اپنی مجالس میں موتی چور کے لڈو بانٹا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا نام ہی میر صاحب لڈو والے پڑ گیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایسی برکت تھی کہ تسلے میں لڈو رکھتے تھے اور اس کے اوپر ایک کپڑا ڈھک دیتے تھے۔ مجلس کے اختتام پر تسلے میں ہاتھ ڈال کر لڈو نکالتے جاتے اور بانٹتے جاتے۔ مجمع چاہے کتنا بھی ہو تسلے میں موجود لڈو جو کپڑے سے ڈھکے ہوتے تھے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اور یہی بات آپ کی وجہ شہرت بن گئی جس کی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ لڈو والے لگ گیا۔

عاشور تک کے جلوس

سات محرم کا جلوس:

جناب زوار حسین کھوسہ صاحب کی جانب سے سات محرم کی شب امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر ضیاء کالونی کی ساتویں مجلس کے اختتام پر ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1990 کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

آٹھ محرم کے جلوس:

8 محرم کا پہلا جلوس پانچ بجے شام ضیاء کالونی میں جناب سید علی عباس زیدی صاحب کے گھر کے عزا خانے سے بعد ختم مجلس برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر ضیاء کالونی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2000ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

8 محرم کا دوسرا جلوس جناب لیاقت حسین صاحب کے گھر کے عزا خانے میں بعد ختم مجلس برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے گزرتا ہوا امام بارگاہ دربار زینبیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پہلے یہ جلوس بعد نماز مغربین برآمد ہوا کرتا تھا مگر اب رات دس بجے برآمد ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

9 محرم کے جلوس:

نو محرم کا پہلا جلوس غلام عباس صاحب کے گھر کے عزا خانے سے بعد نماز ظہرین برآمد ہوتا ہے اور مسجد و امام بارگاہ حسینی سے ہوتے ہوئے امام بارگاہ دربار زینبیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1970ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔ غلام عباس صاحب کے انتقال کے بعد اس جلوس کا انتظام جناب مختار عباس صاحب دیکھتے ہیں۔

9 محرم کا دوسرا جلوس ضیاء کالونی میں جناب سید شبیر حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے سے شام پانچ بجے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر ضیاء کالونی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

9 محرم کا تیسرا اور سب سے بڑا جلوس انجمن شمشیر الحیدری کی جانب سے O ایریا میں اقبال مہدی صاحب کے گھر کے عزاخانے سے برآمد ہوتا ہے اور گشت کرتا ہوا مرکزی حسینی مسجد و امام بارگاہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ قدیمی جلوس ہے اور 1960ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

عاشورا کا جلوس:

عاشور کا جلوس ضیاء کالونی میں امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر میں جناب زوار حسین کھوسہ کی جانب سے برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر ضیاء کالونی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

مجلس شام غریباں:

حسینی مرکزی مسجد و امام بارگاہ میں 2015 سے اذان علی اکبر کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ اذان عام طور پر مولانا مصطفی حیدر زیدی یا پھر محمد رضا موذن دیتے ہیں۔ اذان کے بعد ایک مجلس بھی برپا ہوتی ہے جس میں مصائب امام حسین بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلے اس امام بارگاہ میں مرکزی شام غریباں کی مجلس برپا نہیں ہوتی تھی۔ 2013 میں سید نذر عباس حیدر زیدی صاحب کے گھر میں جو شام غریباں کی مجلس ہوا کرتی تھی وہ حسینی مرکزی مسجد و امام بارگاہ میں منتقل کر دی گئی۔ شام غریباں کی اس مجلس میں مصائب امام حسین جناب نذر عباس زیدی صاحب بیان کرتے ہیں۔ جناب نذر عباس زیدی صاحب کا کورنگی کی عزاداری کو منظم کرنے میں اہم کردار ہے۔

عاشور کے بعد کی عزاداری

25 محرم کا جلوس:

انجمن یادگار اہلبیت کی جانب سے شہادت امام زین العابدین کی مناسبت سے رات دس بجے شب ڈیڑھ نمبر کورنگی میں واقع شفقت صاحب کے گھر سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ شفقت صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

4 صفر کا جلوس:

سید خورشید شاہ مرحوم کے گھر کے عزاخانے سے ایک قدیمی جلوس 4 صفر کو رات دس بجے برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مرکزی حسینی مسجد و امام بارگاہ ڈھائی نمبر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1990 کی دہائی سے نکالا جارہا ہے۔ سید خورشید شاہ صاحب کے انتقال کے بعد اب اس جلوس کے انتظامات جناب راحیل صاحب دیکھتے ہیں۔

شب چہلم کی شب بیداری:

انجمن شاہ مرداں کی جانب سے مرکزی حسینی مسجد و امام بارگاہ ڈھائی نمبر میں ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے۔ اس شب بیداری میں رات بھر مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔ یہ شب بیداری 1990ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔ جب کہ انجمن شاہ مرداں کے بانی جناب نفیس صاحب ہیں۔

خندق کمیٹی کا آگ پر ماتم:

مرکزی حسینی مسجد امام بارگاہ کی وجہ شہرت ہی دراصل آگ کا ماتم تھی۔ لانڈھی کورنگی میں یہ دوسرا آگ کا ماتم تھا جو اس امام بارگاہ میں شروع کیا گیا۔ اس سے پہلے یہ ماتم زینبیہ امام بارگاہ میں ہوا کرتا تھا مگر وہاں جگہ کم تھی۔ مرکزی حسینی امام بارگاہ کیونکہ مین روڈ پر ہے اور گنجائش کے حساب سے بہت بڑا ہے

اس لیے آگ کا ماتم دیکھنے کے لیے پورے لانڈھی کورنگی کے اہل تشیع اور اہل سنت مرد اور خواتین پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔ قدیمی آگ پر ماتم پہلے انجمن دستہ حیدری کی جانب سے 1974ء میں منعقد کیا گیا۔ اب یہ دستہ حیدری خندق کمیٹی کی جانب سے چہلم سے پہلے ہفتے کی رات کو بعد ختم مجلس برپا کیا جاتا ہے۔ اس مجلس سے بڑے بڑے علماء خطاب کر چکے ہیں جن میں مولانا اسماعیل دیوبندی، مولانا نصیر الاجتہادی، مولانا عبدالحکیم بوترابی اور مولانا عقیل ترابی وغیرہ شامل ہیں۔ دستہ حیدری خندق کمیٹی کے اہم اراکین میں غلام عباس جعفری تھے جو اس کے بانی ہیں اور کراچی میں آگ کے ماتم کو فروغ دینے میں ان کا اہم کردار ہے، غلام عباس جعفری صاحب کے علاوہ سید نثار زیدی، افضال حسین زیدی، خواجہ عزیز الحسن، عارف امام اور اقبال حسین صاحب شامل تھے۔

چہلم کے بعد پہلے ہفتے کا جلوس:

ضیا کالونی میں سید فیروز عباس شاہ صاحب کے گھر کے عزاخانے میں رات 10 بجے چہلم کے بعد آنے والے پہلے ہفتے کو ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر ضیاء کالونی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

چہلم کے بعد پہلے ہفتے کی شب بیداری:

انجمن صدائے علی کی جانب سے مرکزی حسینی مسجد و امام بارگاہ ڈھائی نمبر میں ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے جو 1993ء سے قائم ہے۔ اس شب بیداری میں تمام بڑے بڑے نوحہ خوانوں نے شرکت کی ہے۔ موجودہ دور میں اردو زبان کے سب سے بڑے نوحہ خوان جناب ندیم رضا سرور نے پہلی بار لانڈھی کورنگی میں اسی شب بیداری میں نوحہ خوانی کی تھی اسکے علاوہ ضیاء بھائی اور سچے بھائی بھی یہاں نوحہ خوانی کر چکے ہیں۔ آج کل موجودہ دور کے معروف نوحہ خواں جناب عرفان حیدر یہاں پر الوداعی نوحہ خوانی کرتے ہیں۔

شب غم کے دیگر پروگرام:

مرکزی حسینی مسجد و امام بارگاہ میں اور اس کے اطراف میں بہت سارے شب غم منعقد کیے جاتے ہیں جن میں 12 محرم کا 35B میں جناب عباس صاحب کا شب غم، 20 محرم کو ضیاء کالونی میں سید ریاض حسین زیدی صاحب کا شب غم، 2 صفر کو سید ضیا حیدر رضوی صاحب کے گھر رحیم آباد میں شب غم، 3 صفر کو ناصر کالونی میں سید قمر الحسن صاحب کے گھر کا شب غم، جے ایریا کورنگی 5 نمبر میں انجمن محبان اہل بیت کی جانب سے منعقدہ شب غم، انجمن یادگار اہلبیت کی جانب سے ڈیڑھ نمبر کورنگی میں منعقدہ شب غم، انجمن قمر بنی ہاشم کی جانب سے لیبر اسکوائر کورنگی میں شب بیداری، مولانا شیخ رضا نجفی صاحب کے گھر 41B میں شب غم، 28 صفر کو 48 بی میں ذوالفقار حیدر صاحب کے گھر کا شب غم اور یکم ربیع الاول کو لیاقت حسین صاحب کے گھر 32B میں شب بیداری شامل ہیں۔

ایام عزا کے علاوہ عزاداری

شب شہادت مولا علی علیہ السلام کا جلوس:

شب شہادت مولا علی علیہ السلام کا پہلا جلوس زوار حسین کھوسہ صاحب کی جانب سے امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر سے برآمد کیا جاتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ شہزادہ علی اصغر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

20 رمضان کی شب بارہ بجے خندق کمیٹی کی جانب سے مختار جعفری صاحب کے گھر سے شبیہ تابوت مولا علی علیہ السلام برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ دربار زینبیہ کورنگی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 1972 سے قائم ہے۔ اس جلوس میں ایک صاحب جو پہلے مشرقی پاکستان میں مقیم تھے۔ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد اپنے وطن واپس آئے تو اپنے ساتھ عزاداری کا سامان بھی لے کر آئے انہی کی جانب سے تابوت مولا علی علیہ السلام برآمد کیا جاتا ہے۔

عشرہ بمناسبت شہادت بی بی سیدہ علیہ السلام:

ایام فاطمیہ کا کراچی بھر میں سب سے پہلا عشرہ مرکزی حسینی مسجد و امام بارگاہ میں منعقد کیا گیا۔ یہ عشرہ 2000ء سے قائم ہے۔ اس عشرے سے خطاب مولانا عون محمد نقوی مرحوم کیا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد اب دیگر علماء کرام اس عشرے سے خطاب کرتے ہیں۔

اطراف کی ماتمی انجمنیں

انجمن صدائے علیؑ:

انجمن صدائے علی 1993ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بانی ممبران میں جناب سید صغیر عابد کاظمی صاحب، سید مہتاب حیدر زیدی صاحب، اقبال حیدر زیدی صاحب، شاعر اہلبیت بندے حسن (نیر میرٹھی)، ضمیر مصطفیٰ کاظمی اور شفاعت حسین کاظمی شامل ہیں۔ اس انجمن کے پہلے صاحب بیاض جناب سید مہتاب حیدر زیدی صاحب تھے اور پھر بعد میں ظفر عباس زیدی اور وجاہت حسین کاظمی نے بھی نوحہ خوانی شروع کردی۔ اس انجمن کے فروغ میں جناب اظہر عباس کاظمی شہید کا بھی اہم کردار ہے۔
عاشور کے بعد پہلے اتوار کو انجمن سپاہ عباس کی جانب سے برآمد کیا جانے والا مرکزی جلوس جب ڈھائی نمبر کورنگی پہنچتا ہے تو انجمن صدائے علی کی جانب سے چلتے جلوس میں مجلس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور مصائب امام حسین ذاکر بیان کرتا ہے جس کے بعد ایک بہت بڑا زنجیر کے ماتم کا حلقہ اس انجمن کی جانب سے لگایا جاتا ہے اور بہت بڑے پیمانے پر زنجیر کا ماتم برپا کیا جاتا ہے۔

انجمن شمشیر حیدری:

انجمن شمشیر حیدری کا شمار کراچی کی قدیم ترین انجمنوں میں ہوتا ہے۔ یہ انجمن جیل روڈ کے پاس لیاقت بستی کی جگھیوں میں ہی قائم ہوگئی تھی۔ اس انجمن کی ایک اور حیران کن بات یہ ہے کہ اس انجمن کی بنیاد ایک خاتون شیریں بانو نے ڈالی۔ آپ نے لیاقت بستی کے بچوں کو جمع کر کے ایک انجمن بنائی تھی۔

اور جب انجمن شمشیر حیدری کے اکثریت لوگ لیاقت بستی سے کورنگی O ایریا میں آ کر مقیم ہوئے تو اس انجمن کو دوبارہ O ایریا کورنگی میں منظم کیا گیا۔ اس وقت بھی انجمن کے تمام امور کو محترمہ شیریں بانو صاحبہ ہی دیکھتی تھیں۔ اس انجمن کے بنیادی نوحہ خوانوں میں کبن بھائی، قربان صاحب، زیارت صاحب اور وقار حسین صاحب تھے۔ یہ انجمن عزاخانہ صغریٰ میں ایک قدیمی یوم عزا منعقد کرتی ہے جس کا ذکر عزاخانہ صغریٰ کی عزاداری میں تفصیل سے آچکا ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) جناب قمر نقوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۲) جناب سید نذر عباس صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۳) جناب سید مہتاب حیدر زیدی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۴) جناب سید صغیر عابد کاظمی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۵) جناب حیدر رضوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۶) کتابچہ برائے مجلس وجلوس عزا لانڈھی کورنگی (پیس کمیٹی)

کورنگی جی ایریا، سو کوارٹرز، اور محفل زینبیہ کی عزاداری اور تاریخ پر ایک نظر

قیام پاکستان کے بعد ہندوستان سے آنے والے مہاجرین ہندوستانی پنجاب کے مہاجرین کو چھوڑ کر زیادہ تر تین راستوں سے پاکستان میں داخل ہوتے تھے۔ ایک راستہ لاہور کا تھا دوسرا راستہ کھوکھراپار، میرپور خاص کا تھا اور تیسرا راستہ بذریعہ سمندر بحری جہاز کا تھا۔ کیونکہ سب بغیر کسی آسرے کے پاکستان آ گئے تھے تو جو لوگ لاہور اور میر پور خاص کی سرحد سے ٹرین کے ذریعے آتے تھے ہفتوں اسٹیشن پر ہی بیٹھے رہتے کیونکہ اسٹیشن کے سوا ان کے پاس کوئی رہائش کی جگہ نہیں تھی۔ اسی طرح سے جو لوگ بحری جہاز سے کراچی کی بندرگاہ کیماڑی پر آتے وہ بھی رہائش نہ ہونے کی وجہ سے کیماڑی کے آس پاس ہی نہایت تکلیف دہ حالت میں رہنے پر مجبور تھے۔ بس ان حالات میں حکومت کی طرف سے روزانہ پاؤ بھر ڈبہ چاول اور دال کا ملتا۔ مسئلہ یہاں ختم نہیں ہوتا کیونکہ نہ تو پکانے کے لیے آگ میسر تھی اور نہ ہی برتن۔ آگ جلانے کے لیے پورٹ کے قریبی علاقے سے لکڑیوں کو چن چن کر جمع کیا جاتا اور پھر آگ لگا کر کھانا بنایا جاتا۔

جیسے جیسے سرکار کو جگہ ملتی جاتی ان لوگوں کو خیمہ بستیوں میں منتقل کر دیا جاتا۔ کراچی میں موجود بڑی خیمہ بستیوں میں سے ایک قائدہ آباد کی خیمہ بستی بھی تھی جہاں اب قائداعظم کا مزار ہے۔ جب کورنگی کے کوارٹرز کی تعمیر مکمل ہو گئی تو روز قائدہ آباد اور دیگر خیمہ بستیوں میں ٹرک آتے اور ایک ٹرک میں چار خاندانوں کو ان کے سامان سمیت سوار کیا جاتا اور ان کی جھونپڑیوں کو ختم کر دیا جاتا اور ان لوگوں کو کورنگی کے مختلف علاقوں میں بنائے گئے کوارٹرز میں منتقل کر دیا جاتا۔ انہی علاقوں میں کورنگی کے مشہور 100 کوارٹرز اور G ایریا کے علاقے بھی تھے۔ یہاں زیادہ تر امروہہ، اوٹاوا، لکھنو، آگرہ، الہ اباد، دہلی اور حیدرآباد دکن کے لوگ آ کر آباد ہوئے جن میں اثناعشری مومنین بھی کافی تعداد میں تھے۔

جی ایریا کی عزاداری

مسجد و امام بارگاہ حسینی G ایریا:

جب جی ایریا کورنگی میں اثنا عشری مومنین کی تعداد میں اضافہ ہوا تو اس بات کا فوری احساس ہوا کہ نماز پڑھنے کی کوئی جگہ ہونی چاہیے۔ اس صورتحال میں جناب اختر عباس صاحب نے اپنے مکان کو مسجد کے لیے دے دیا اور یوں 1960 میں جی ایریا میں نماز کے لیے عارضی بنیادوں پر مسجد قائم ہوگئی۔ اہل محلہ کی کوششوں کے بعد 1961ء میں مسجد و امام بارگاہ کے لیے جگہ الاٹ کروالی گئی۔ مگر حالات ایسے تھے کہ کسی کے پاس چار دیواری کروانے کے لیے بھی پیسے نہیں تھے۔ مسجد کی زمین پر صرف چٹائیوں کی جھونپڑی بنائی گئی باقی تمام جگہ کھلی ہوئی تھی۔ اس صورتحال میں خواتین نے ہمت کی اور برقعہ اوڑھ کر گھر سے باہر نکلیں اور پورے کورنگی کے مومنین سے چندہ جمع کیا اور چار دیواری کے پیسے جمع کیے۔ چندہ جمع کرنے والی خواتین میں ذاکری بیگم، عامرہ خالہ، منی آپا، بنی خالہ اور دیگر شامل تھیں۔ یہ تمام وہ خواتین تھیں جن کی عمر 50 سال سے اوپر تھی مگر ان خواتین نے مسجد کے لیے اہم ترین کردار ادا کیا اور ان کی ہمت کی وجہ سے مسجد کی چار دیواری بن گئی۔ مسجد کی زمین کے حصول اور اس کے قیام میں جن لوگوں کا اہم کردار تھا ان میں مولانا محمد حسین زیدی، آفتاب حسین، حاجی صاحب، مبارک حسین، ضمیر حسین رضوی، مشتاق حسین زیدی، شبیہ الحسن، ضمیر الحسن نقوی، معراج حسین اور اعجاز حسین جعفری وغیرہ شامل تھے۔
شروع زمانے سے ہی اس مسجد و امام بارگاہ کا انتظام انجمن کاروان حسینی ٹرسٹ کے پاس ہے جب کہ اس کے تاحیات چیئرمین جناب مشتاق حسین صاحب ہیں۔

اس مسجد کے پہلے پیش امام جناب مولانا محمد حسین تھے جو کہ اس مسجد کے بانی ممبر بھی تھے۔ ان کے علاوہ مولانا ذوالفقار نقوی اور مولانا شفاعت حسین نجفی نے بھی یہاں نماز پڑھائی ہے۔ مولانا شفاعت حسین نجفی کو مسجد کے گیٹ پر دشمن شرپسندوں نے فائرنگ کر کے زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بعد آپ اپنے گاؤں منتقل ہو گئے تھے اور آپ کے داماد جناب مولانا شاہد حسین صاحب نے مزید آٹھ سال یہاں

نماز پڑھائی۔ اب پچھلے 20 سالوں سے مولانا احمد علی امینی صاحب یہاں پر نماز پڑھا رہے ہیں۔ اہل محلہ اور مخیر حضرات کے تعاون سے یہ مسجد و امام بارگاہ اب ایک بہترین عمارت میں تبدیل ہوگئی ہے اور 2012ء میں خواتین کا الگ امام بارگاہ بھی بنا دیا گیا ہے۔ اس وقت مسجد کی انتظامیہ میں مشتاق حسین صاحب کے علاوہ قمر عباس رضوی، وسیم حیدر رضوی، مظہر حسین نقوی، علی رضا جعفری، ذیشان حسین نقوی، باقر جعفری اور شعیب جعفری شامل ہیں۔

یکم محرم سے عاشور تک کی عزاداری

انجمن ستارہ علی اصغر کا عشرہ:

مغربین کی اذان سے پہلے شام میں انجمن ستارہ علی اصغر کی جانب سے ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جو 1970ء کے اوائل سے قائم ہے۔ پہلے یہ عشرہ انجمن کے بانی نذر محمد نقوی صاحب کے گھر کے عزا خانے میں منعقد کیا جاتا تھا جو پہلے ایف ایریا میں رہائش پذیر تھے۔ اب یہ عشرہ شام کے اوقات میں مسجد و امام بارگاہ حسینی جی ایریا میں منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ انجمن کافی عرصے سے فیصل صاحب کی سنگت میں ماتم داری کر رہی ہے۔

انجمن کاروان حسینی ٹرسٹ کا عشرہ:

مسجد و امام بارگاہ حسینی کے قیام سے لے کر آج تک رات میں ٹرسٹ کی جانب سے ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں کافی مدت تک مولانا محمد علی نقوی صاحب نے بھی خطاب کیا ہے اس کے علاوہ مولانا عرفان بہلول اور ڈاکٹر علی عباس زیدی بھی اس عشرے سے خطاب کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی مسجد و امام بارگاہ حسینی میں پورے ایام عزا مجالس برپا ہوتی رہتی ہیں۔

مہدی حسن صاحب کا عشرہ:

مہدی حسن صاحب کے گھر کے عزاخانے میں 1970 کی دہائی کے اوائل سے ایک عشرہ قائم

ہے۔اس عشرے میں مختلف علماء کرام اورذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

نواب علی صاحب کا عشرہ:

نواب علی صاحب کے گھر بعد نماز مغربین ایک عشرہ شروع ہوتا ہے جو 1960 سے قائم ہے۔ جناب نواب علی صاحب جن کا دہلی میں ٹوپیاں بنانے کا کاروبار تھا۔قیام پاکستان کے بعد جب اپنا سب کچھ چھوڑ کر کراچی ہجرت کر کے آئے تو شروع میں گلی گلی بیل فیتا فروخت کیا کرتے تھے اور پورے سال پیسے جمع کر کے ایام عزا میں عزاداری بھرپور انداز میں منعقد کرتے تھے۔اگر مجلس پڑھنے کے لیے کوئی ذاکر نہ ملے تو خود ہاتھ میں کتاب لے کر مجلس پڑھنا شروع کر دیتے۔آپ کے عزا خانے میں تبرکات مغلوں کے دور کے ہیں یعنی کم سے کم 200 سال پرانے ہیں جنہیں آپ سینے سے لگا کر ہجرت کے وقت ہندوستان سے پاکستان لے آئے تھے۔جبکہ آپ کا خود بھی مغل خاندان سے تعلق تھا۔

انجمن کاظمیہ پرکستان والوں کا عشرہ :

انجمن کاظمیہ پرکستان والوں کا E ایریا کے ایک گھر میں موجود عزا خانے میں باقاعدہ عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اور یہ بھی بہت قدیمی عشرہ ہے۔

حاجی یعقوب حسین صاحب کے گھر کا عشرہ:

1960 کے عشرے کے اوائل سے ہی حاجی یعقوب حسین صاحب کے گھر ایک عشرہ منعقد کیا جاتا تھا۔حاجی یعقوب حسین صاحب کا تعلق اٹاوا سے تھا۔ 1980 کی دہائی میں یہ عشرہ کراچی کے ایک دوسرے علاقے میں منتقل ہو گیا۔اسی طرح سے جناب صفدر عباس صاحب کا بھی عشرہ جو 1960 کی دہائی کے اوائل سے قائم تھا اب کراچی کے ایک اور علاقے میں منتقل ہو گیا ہے۔

آٹھ محرم کا جلوس:

پرکستان دراصل انڈین بارڈر پر موجود ایک وادی ہے۔کیونکہ یہ علاقہ انڈیا کے پاس چلا گیا تھا اس

لیے اس وادی کے لوگ ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور کراچی میں بہت بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ پرکستان کے علاقے کے لوگوں نے کراچی میں عزاداری منعقد کرنے کے لیے انجمن کاظمیہ کے نام سے 1954 میں سادات کالونی ڈرگ روڈ میں ایک انجمن قائم کی جو یکم محرم سے 10 محرم تک مختلف آبادیوں میں جلوس کے پروگرامز منعقد کرتی ہے اور پوری برادری اس جلوس میں شریک ہوتی ہے۔ اسی سلسلے کا ایک جلوس آٹھ محرم کو E ایریا میں موجود عزاخانے سے برآمد ہوتا ہے اور انور جعفری صاحب کے گھر قیام کرتا ہے۔ جب انور جعفری صاحب کے گھر سے یہ دوبارہ برآمد ہوتا ہے تو اس میں منتی علم شامل ہونا شروع ہوتے ہیں جس کی تعداد بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ جلوس کورنگی کے اس علاقے کا بھی بڑا جلوس تصور کیا جاتا ہے۔

انور جعفری صاحب کے گھر سے جو جلوس برآمد ہوتا ہے اس میں بھی انجمن کاظمیہ پرکستان ماتمداری کرتی ہے۔ اسی طرح سے انجمن ستارہ علی اصغر کی جانب سے نکالا جانے والا جلوس بھی اسی جلوس میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور یہ دونوں جلوس مسجد علی سوکوارٹرز میں اختتام پذیر ہوتے ہیں۔

عاشور کے بعد کی عزاداری

کاروان حسینی ٹرسٹ کا عشرہ ثانی:

انجمن کاروان حسینی ٹرسٹ کی جانب سے 2005 کے بعد سے 11 محرم سے 20 محرم تک ایک عشرہ ثانی مسجد و امام بارگاہ حسینی میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس عشرے میں مولانا تقی مہدوی، علامہ عرفان بہلول اور مولانا اسد شاکری وغیرہ خطاب کر چکے ہیں۔

شہاب رضا صاحب کا عشرہ:

شہاب رضا صاحب کے گھر کے عزاخانے میں 2000ء کے عشرے کے اوائل سے 11 محرم سے 20 محرم تک عشرہ ثانی منعقد کیا جاتا ہے جس میں مختلف علماء اور ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

ارشد حسین صاحب کا شب غم:

عاشور کے بعد پہلے ہفتے کو جناب ارشد حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے میں ایک شب غم منعقد کیا جاتا ہے جس میں مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔ یہ شب غم 1990 کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

18 محرم کا جلوس:

ناصر حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے میں 18 محرم کی رات 9 بجے بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اسی گلی کے اندر مہدی حسن صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ جلوس 2000 کے عشرے کے آخر سے برآمد کیا جارہا ہے۔

24 محرم کا جلوس:

اس جلوس کو جناب قمر الحسن جعفری اور حسن عسکری جعفری صاحب نے قائم کیا تھا۔ تابوت جناب قمر الحسن جعفری صاحب کے گھر میں سجتا ہے جہاں پر پہلے خواتین کی مجلس برپا ہوتی ہے اور تابوت کی زیارت بھی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام بارگاہ میں مردوں کی مجلس بھی شروع ہو جاتی ہے اور جب مصائب کا وقت ہوتا ہے تو تابوت جناب قمر الحسن جعفری صاحب کے گھر سے برآمد ہو کر امام بارگاہ آجاتا ہے۔ مجلس کے اختتام پر ہی جلوس تابوت امام بارگاہ سے برآمد ہو کر اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مسجد وامام بارگاہ حسینیؑ میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

مجاہد حسین صاحب کے گھر کا عشرہ:

جناب مجاہد حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے میں 2010ء کی دہائی کے اوائل سے یکم صفر سے دس صفر تک ایک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں مختلف علماء اور ذاکرین خطاب کر چکے ہیں۔

18 صفر کا جلوس:

ناصر حسین صاحب کے گھر کے عزاخانے میں نو بجے شب بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اسی گلی میں جناب مہدی حسن صاحب کے گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

20 رمضان کا جلوس:

کاروان حسینی ٹرسٹ کی جانب سے 20 رمضان کی شب 10 بجے شہادت مولا علی علیہ السلام کی مناسبت سے شبیہ تابوت مولا علی علیہ السلام برآمد ہوتا ہے جوگشت کر کے واپس دوبارہ امام بارگاہ حسینی میں ہی اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔ یہ قدیمی جلوس پہلے مبارک صاحب کی طرف سے برآمد کیا جاتا تھا پھر یہ جلوس انجمن کاروان عباس علمدار برآمد کرنے لگی مگر اب انجمن کاروان حسینی ٹرسٹ برآمد کرتی ہے۔

انجمن کاروان حسینی:

انجمن کاروان حسینی ٹرسٹ کے ساتھ ساتھ اس کا ماتمی دستہ بھی ہے جس کے پہلے نوحہ خواں فرمان علی کاظمی صاحب تھے۔ اس انجمن میں ڈاکٹر نسیم عون جعفری شہید نے بھی نوحہ خوانی کی ہے۔ آپ شاعر اہل بیت بھی تھے۔ مسجد کی دکانوں میں ہی آپ نے کلینک کھولا ہوا تھا جہاں ملک دشمن شرپسندوں نے آپ کو کلینک میں گھس کر شہید کر دیا تھا۔ آپ انتہائی انسان دوست ڈاکٹر تھے اپنی فیس معاف کر دینا آپ کا عام مشغلہ تھا۔ اس کے علاوہ محمد احمد شہید نے بھی کافی عرصہ نوحہ خوانی کی اور ان کی نوحہ خوانی کی کیسٹیں بھی ریلیز ہوئیں۔ آپ کی ڈیڑھ نمبر پر اسپیئر پارٹس کی دکان تھی جہاں شرپسندوں نے گھس کر فائرنگ کر کے آپ کو شہید کر دیا تھا۔ اس انجمن میں سرفراز نقوی صاحب بھی نوحہ خوانی کر چکے ہیں جبکہ آج کل ذیشان نقوی صاحب نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

سوکوارٹرز کی عزاداری

کورنگی کے قیام کے وقت جب مختلف جگہوں پر کوارٹرز بنائے جا رہے تھے تو H ایریا میں پہلے مرحلے میں 100 کوارٹرز بنائے گئے۔ اس کے بعد بھی اسی بلاک میں کافی کوارٹرز بنے مگر یہ سوکوارٹرز اتنے مشہور ہوئے کہ یہ پورا ایریا اور گردونواح کا علاقہ بھی سوکوارٹرز کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس سے پہلے گولیمار ضلع سینٹرل کے علاقے میں بھی 1948ء میں سوکوارٹرز بنائے گئے تھے جو آج بھی 100 کوارٹرز کے نام سے مشہور ہیں۔

مسجد علی سوکوارٹرز:

100 کوارٹرز میں ہندوستان سے آنے والے مہاجرین میں امروہے والوں کی تعداد زیادہ تھی گو کہ اب کافی تعداد میں یہاں سے منتقل ہو چکے ہیں۔ 100 کوارٹرز کے تمام مومنین جب اپنے کوارٹرز میں منتقل ہو گئے تو رہائش کی آسودگی حاصل کرنے کے ساتھ ہی انہیں اپنے علاقے میں مسجد و امام بارگاہ کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس سلسلے میں کوششیں شروع ہوئیں جن میں جناب شمس الحسن نقوی جو شمسو امروہی کے نام سے مشہور تھے مسجد کے لیے زمین حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور 1962ء میں مسجد علی کے نام سے ایک مسجد قائم کی۔

پہلے مسجد کے لیے کچی اینٹوں کی دیوار کا ایک کمرہ بنایا گیا تھا جس پر ٹین کی چھتیں ڈلی ہوئی تھیں۔ 1966 میں پکی اینٹوں کا کمرہ بنا مگر چھتیں ٹین ہی کی رہیں۔ 1975 میں اہل محلہ اور مخیر حضرات کی مدد سے مسجد کی باقاعدہ RCC کی چھت ڈالی گئی اور عمارت کو تعمیر کے لحاظ سے مکمل کر لیا گیا۔

کورنگی کے علاقے کی قدیم ترین انجمنوں میں سے ایک انجمن سپاہ حیدری کا تعلق بھی 100 کوارٹرز کے علاقے سے ہے۔ پہلے یہی انجمن مسجد علی کا نظام سنبھالتی تھی۔ اب جب مسجد کے احاطے میں امام بارگاہ سجادیہ بنایا گیا تو اس انجمن کا نام تبدیل کر کے انجمن بارگاہ سجادیہ رکھ دیا گیا۔ انجمن بارگاہ سجادیہ ہی

دراصل اس مسجد و امام بارگاہ کا انتظام سنبھالتی ہے۔ شروع زمانے سے یہاں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی دنوں میں یہاں مجالس اور میلاد کی محافل بھی منعقد کی جاتیں ہیں۔

بڑا علم 100 کوارٹرز:

1964 میں 100 کوارٹرز کے مومنین نے بدھ بازار کے قریب ایک پلاٹ حاصل کر کے اس میں اندرون سندھ کے پڑ کی طرح پورے پلاٹ پر صرف علم نصب کر دیا تھا اس زمانے میں یہ کافی اونچا علم تھا اس لیے بڑے علم کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج بھی بڑے علم کے نام سے مشہور ہے مگر یہاں اب بھی صرف ایک علم لگا ہوا ہے اور باقی زمین خالی ہے۔ ایام عزا کے علاوہ یہاں مخصوص اسلامی دنوں میں مجالس اور میلاد کی محافل بھی منعقد کی جاتیں ہیں۔ بڑے علم کا انتظام اتحاد ہال کمیٹی دیکھتی ہے۔

ایام عزا اور دیگر مخصوص دنوں کی عزاداری

3 محرم کا جلوس:

یہ اس پورے علاقے کا سب سے قدیمی جلوس ہے۔ یہ جلوس 1960 کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔ پہلے یہ جلوس سید شمس الحسن نقوی کے گھر سے برآمد ہوتا تھا اور پھر گشت کرتا ہوا امام بارگاہ محفل دربار زینبیہ پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ جب مسجد علی قائم ہو گئی تو یہ جلوس شمس الحسن نقوی کے گھر سے برآمد ہو کر مسجد علی میں آتا اور پھر وہاں سے محفل دربار زینبیہ پر اختتام پذیر ہوتا۔ اب یہ جلوس مسجد علی سو کوارٹر سے برآمد ہوتا ہے اور محفل دربار زینبیہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے جبکہ اب اس جلوس کا انتظام انجمن بارگاہ سجادیہ رجسٹرڈ کے پاس ہے۔

9 محرم کا جلوس:

9 محرم کی شب مجلس کے اختتام پر بارگاہ سجادیہ کی جانب سے مسجد علی سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو

گشت کرتا ہوا واپس دوبارہ مسجد علی میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

چہلم کے بعد پہلے اتوار کا جلوس:

چہلم کے بعد آنے والے پہلے اتوار کو اتحاد ہال کمیٹی کی جانب سے بڑے علم پر ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جس میں عماریاں بھی ہوتی ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ عماری والا جلوس کہلاتا ہے۔ یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا عزاخانہ صغریٰ سے برآمد ہونے والے سپاہ عباس کے جلوس میں شامل ہوجاتا ہے اور امام بارگاہ محفل دربار زینبیہ میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

24 صفر کا جلوس:

انجمن بارگاہ سجادیہ کی جانب سے نو بجے شب ایک جلوس بڑا علم سو کوارٹرز سے برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد علی سو کوارٹرز میں آکر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

25 صفر کا جلوس:

غازی عباس کمیٹی کی جانب سے 25 صفر کی رات 10 بجے شب ایک جلوس مسجد علی سو کوارٹر سے برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مسجد علی پر آکر اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

6 ربیع الاول کا جلوس:

انجمن بارگاہ سجادیہ کی جانب سے چھ ربیع الاول کی شب 10 بجے بڑا علم سو کوارٹر سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ بڑا علم 100 کوارٹر پر اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔
دیگر جلوس سات ذی الحجہ کو 9 بجے شب جناب محمد قاسم صاحب کے گھر سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد علی سو کوارٹر پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور جلوس 8 ذی الحجہ کو نسیم حیدر صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد علی 100 کوارٹرز پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

اقبال حسین نقوی صاحب کی مجالس:

اقبال حسین نقوی صاحب کے گھر پر سات محرم کو، 12 صفر کو اور شہادت امام حسن علیہ السلام کی مناسبت سے 28 صفر کو مجالس عزا برپا ہوتی ہیں جس میں مدعو شدہ انجمنیں نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔

انجمن رفقاء عباس کی شب بیداری:

1970 میں انجمن رفقاء عباس انجمن جوادیہ سے بنی تھی۔ کیونکہ یہ کورنگی چھ نمبر کی انجمن تھی اور چھ نمبر ڈھلوان کی طرف کا علاقہ ہے اس لیے اسے کھڈے کا علاقہ بھی کہتے ہیں۔ شب چہلم کی مناسبت سے انجمن رفقاء عباس کی جانب سے قدیمی شب بیداری پہلے چھ نمبر میں ہی منعقد ہوتی تھی مگر کچھ عرصے 100 کوارٹرز میں منعقد کی جاتی تھی مگر اب یہ دوبارہ امام بارگاہ مصطفیٰ کے ایک گھر کے حصے میں بنایا گیا ہے اور شب بیداری اب وہیں منعقد ہو رہی ہے۔

مسجد و امام بارگاہ محفل دربار زینبیہ

ہندوستان کے صوبے گجرات سے تعلق رکھنے والے مہاجرین کو مختلف قوموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے مگر اکثریتی 2 قبیلے ہیں ایک میمن اور دوسرے خوجہ اثناعشری۔ یہی وہ دو قبیلے ہیں جنہوں نے دراصل قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی معیشت کو سنبھالا اور آج تک پاکستان کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ خوجہ اثناعشری ہی دراصل وہ قبیلہ ہے جس سے قائداعظم محمد علی جناح کا تعلق تھا۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی کے مختلف علاقوں میں گجرات کے خوجہ اثناعشری رہائش پذیر ہوتے چلے گئے۔ اسی طرح سے کورنگی نمبر 2 میں ایک ساتھ 35 کے قریب کوارٹرز خوجہ اثناعشری قبیلے کے افراد کو مل گئے۔ رہائش کی طرف سے آسودگی حاصل کرنے کے ساتھ ہی ان لوگوں نے مسجد و امام بارگاہ کے حصول کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ بالآخر انہیں کارنر کے دو مکان ایک ساتھ مل گئے جس کی زمین پر

انہوں نے مسجد وامام بارگاہ کی تعمیر شروع کردی اور اس کا نام مسجد وامام بارگاہ محفل دربارِ زینبیہ رکھا۔اس زمانے کے کورنگی کے وسط میں ہونے کی وجہ سے 1960 کی دہائی میں کورنگی میں بننے والی نئی عزاداری کی بنیادوں میں اس امام بارگاہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔کورنگی کے جتنے بھی مرکزی جلوس ہیں چاہے وہ کہیں سے بھی برآمد ہوں مگر اختتام مسجد وامام بارگاہ محفل دربارِ زینبیہ پر ہی ہوتت ہیں۔اس امام بارگاہ میں اپنے قیام سے لے کر آج تک نماز پنجگانہ باجماعت ادا کی جاتی ہے اور یکم محرم سے عاشور تک عشرہ بھی منعقد کیا جارہا ہے۔جبکہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل بھی منعقد کی جاتی ہیں۔ اس امام بارگاہ کا انتظام انجمن دربارِ زینبیہ کے پاس ہے۔

وہ تمام مرکزی جلوس جن کی تفصیل کورنگی کی عزاداری کے مختلف مضامین میں آچکی ہے ان کے علاوہ جلوسوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دربارِ زینبیہ سے برآمد یا اختتام پذیر ہونے والے جلوس:

آٹھ محرم کو انجمن دربارِ زینبیہ کی جانب سے ایک جلوس 10 بجے شب برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ مسجد وامام بارگاہ دربارِ زینبیہ میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

9 محرم کی شب انجمن دربارِ زینبیہ کی جانب سے 2 بجے ایک جلوس محفل دربارِ زینبیہ سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ محفل دربارِ زینبیہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

18 صفر کی شب نو بجے انجمن دربارِ زینبیہ کی جانب سے ایک جلوس امام بارگاہ محفل دربارِ زینبیہ سے برآمد ہوتا ہے جو گشت کرتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ محفل دربارِ زینبیہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

19 صفر کو ایک جلوس T ایریا میں علی رضا صاحب کے گھر سے نو بجے شب برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ محفل دربارِ زینبیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

شب بیداری اور آگ کا ماتم:

کراچی میں آگ کے ماتم کا آغاز کھارادر سے ہوا اس کے بعد یہ پورے شہر میں پھیل گیا۔کورنگی

میں پہلی بار آگ کا ماتم مسجد و امام بارگاہ محفل دربارِ زینبیہ میں ہی منعقد ہوا اور آج تک شب چہلم کو برپا کیا جاتا ہے۔ اس کے بانی بچو بھائی اور ان کے رفقاء تھے مگر اب دربارِ زینبیہ کی جانب سے باقاعدہ ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے جس میں آگ کا ماتم بھی ہوتا ہے۔

صفر کے آخری ہفتے کو گریہ سجاد کمیٹی کی جانب سے مسجد و امام بارگاہ دربارِ زینبیہ میں ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے۔ اس شب بیداری میں رات بھر مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ 28 محرم کو جناب حسین صاحب کا ایک شب غم مسجد و امام بارگاہ دربارِ زینبیہ میں منعقد کیا جاتا ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) جناب وقار حسین صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۲) جناب علی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۳) جناب مقصود صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۴) جناب حیدر رضوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۵) جناب پروفیسر نجمی حسن صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۶) پروگرام مجلس وجلوس عزا (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی)

کورنگی میں صوبہ گلگت بلتستان کے لوگوں کی عزاداری اور اس کی تاریخ

کچھ ذکر گلگت بلتستان کا:

پاکستان کے صوبہ گلگت بلتستان میں 100 فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے جبکہ اکثریت اثناعشری مومنین کی ہے۔ دنیا کے پہلے تین بڑے پہاڑی سلسلے یعنی ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش اسی علاقے سے گزرتے ہیں۔ دنیا کی دوسری بڑی چوٹی K2 اور قطبین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے گلیشیئر بھی اسی علاقے میں ہیں۔ یہ علاقہ پوری دنیا میں سیاحوں کی جنت تصور کیا جاتا ہے۔ اس سرزمین کی ہزاروں سال کی تاریخ ہے۔ قدیم زمانے میں یہاں دیوی دیوتاؤں کی پوجا ہوا کرتی تھی پھر یہاں بدھ مت آگیا اور ایک طویل عرصہ تک یہاں بدھ مت کے پیروکار تھے۔ پھر چودویں صدی عیسوی کے آخر میں یہاں میر سید علی ہمدانی، حضرت میر محمد نور بخش اور میر شمس الدین عراقی کے تبلیغی کارناموں سے گلگت بلتستان کے طول وعرض میں اسلام پھیلا۔

1840 سے پہلے یہ علاقہ مختلف خودمختار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا پھر اسے کشمیر کے راجہ نے فتح کر لیا قیام پاکستان کے وقت بھی جب ڈوگرہ راجہ نے غلط فیصلہ کیا تو اس فیصلے کے خلاف کرنل مرزا حسن خان نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پورے علاقے کو ڈوگرہ استبداد سے آزاد کرالیا اور پھر یہ پاکستان میں شامل ہوگیا۔ 2009 تک اس کو شمالی علاقہ جات کہا جاتا تھا پھر اسے نیم صوبائی اختیارات حاصل ہوگئے اور اسے صوبہ گلگت بلتستان کا نام دیا گیا۔

یہ صوبہ تین ڈویژن گلگت، بلتستان اور دیامر پر مشتمل ہے۔ بلتستان ڈویژن میں اسکردو، شگر، کھرمنگ، روندو اور گانچے کے اضلاع جبکہ گلگت ڈویژن میں گلگت، غذر، ہنزہ، یاسین اور نگر کے اضلاع ہیں دیامر ڈویژن میں داریل، تانگیر، استور اور دیامر کے اضلاع شامل ہیں۔

کورنگی میں صوبہ گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے افراد کی کی بہت بڑی تعداد رہتی ہے۔ خاص طور پر ان کی بڑی آبادی عوامی کالونی کے علاقے میں رہائش پذیر ہے۔

عوامی کالونی کورنگی اور اسکے مساجد و امام بارگاہ:

جس جگہ آج عوامی کالونی ہے 1960 کے عشرے میں اس علاقے میں جنگل ہوا کرتا تھا جس میں چند ٹیلے موجود تھے۔ اس کے ایک طرف نیشنل آئل ریفائنری ہوا کرتی تھی جبکہ دوسری جانب دور شرافی گوٹھ کی آبادی تھی جبکہ جنوب میں K ایریا اور M ایریا کی آبادیاں تھیں۔ گلگت بلتستان کے پہاڑی علاقوں کے لوگ روزگار کے حصول کے لیے جب کراچی آنا شروع ہوئے تو لانڈھی کورنگی میں رہائش ناگزیر تھی کیونکہ زیادہ تر صنعتیں اسی علاقے میں واقع تھیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے 1960ء کی دہائی کے آخر میں عوامی کالونی جو اس وقت جنگل تھا آباد کرنا شروع کر دیا اور آج عوامی کالونی ایک کثیر آبادی والا علاقہ ہے۔ یوں تو اس علاقے میں مختلف علاقوں کے لوگ رہائش پذیر ہیں مگر گلگت بلتستان کے اثنا عشری مومنین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ عوامی کالونی میں مساجد اور امام بارگاہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام بارگاہ حیدری:

عوامی کالونی میں جب گلگت بلتستان کے مومنین کی تعداد بڑھنا شروع ہوئی تو انہیں مسجد و امام بارگاہ کی ضرورت پیش آنے لگی۔ کیونکہ قریب ترین امام بارگاہ صغریٰ تھا جو کہ کافی دور تھا۔ اس لیے اہل محلہ نے عوامی کالونی میں ہی مسجد و امام بارگاہ کی زمین حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور 1968ء میں زمین حاصل کر کے نماز تو فوری طور پر شروع کر دی ساتھ ساتھ مسجد و امام بارگاہ کی تعمیر بھی شروع ہوگئی۔ اب اس مسجد و امام بارگاہ میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے جبکہ اس کے قیام کے پہلے سال سے ہی یہاں پر یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ مسجد و امام بارگاہ حیدری انجمن جانثاران اہل بیت کے زیر انتظام ہے۔

مسجد وامام بارگاہ محمد وآل محمدؑ:

اسکردو شہر سے ضلع گانچے اور کھرمنگ جانے والی شاہراہ پر گول کے علاقے سے کچھ پہلے دریا کے پاس 14 محلوں پر مشتمل وادی ''نر'' ہے۔ اس وادی نر کے مومنین بڑی تعداد میں عوامی کالونی میں رہائش پذیر ہیں۔ وادی نر کے مومنین نے 1972 میں مسجد وامام بارگاہ کے لیے زمین کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کی۔ دوسری طرف صنعتی علاقوں میں کام کرنے والے نوجوانوں کی ایک رہائش گاہ تھی جس میں ان کا ایک طریقہ تھا کہ وہ ہر جمعرات کو حدیث کساء اور ماتم داری کرتے تھے۔ 1972 میں ان لوگوں نے ہی اپنی زمین کو مسجد وامام بارگاہ کے لیے وقف کر دیا۔ زمین کے حصول کے بعد لوگوں نے اس پر کچی اینٹوں سے ایک کمرہ بنالیا۔ پہلے اس کمرے میں صرف عزاداری منعقد کی جاتی تھی مگر دوسال بعد اس میں باقاعدہ نماز باجماعت بھی شروع ہوگئی۔

یہ مسجد وامام بارگاہ الفلاح ٹرسٹ نر رجسٹرڈ کی زیر نگرانی چلایا جاتا ہے۔ 1990 کی دہائی کے اوائل میں اہل محلہ اور نر کمیونٹی کے بیرون ملک مقیم لوگوں کے تعاون سے مسجد وامام بارگاہ کی RCC کی چھت ڈال کر عمارت کی تعمیر مکمل کر لی گئی۔ اس مسجد وامام بارگاہ کو قائم کرنے میں بنیادی کردار غلام محمد (ملا اوراچون)، مالی حسین، حاجی غلام مہدی، حاجی باقر، حاجی غلام حیدر، زوار غلام عباس (برذی)، حسین دوکاندار، غلام علی، حاجی احمد آخوندی ودیگر بہت سے نر کمیونٹی کے مومنین کا ہے۔

یہاں کے پہلے پیش امام شیخ محمد رضا نجفی صاحب تھے۔ ان کے بعد مولانا طٰہٰ صاحب نے بھی کافی عرصے یہاں پیش امام کے فرائض انجام دیے جبکہ آج کل مولانا اعجاز حسین کرماتی صاحب پیش امام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مسجد وامام بارگاہ کے قیام کے پہلے سال سے ہی یہاں پر یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جبکہ خواتین کا عشرہ ظہرین کی نماز سے پہلے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔

شروع زمانے میں یہاں بلتی زبان میں ہی مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں مگر اب کافی عرصے سے اردو زبان میں بھی مجالس منعقد ہوتی ہیں جبکہ نوحہ خوانی بھی اردو اور بلتی زبانوں میں کی جاتی ہے۔

مسجد و امام بارگاہ ولی عصر:

مسجد و امام بارگاہ ولی عصر گلگت بلتستان کے مومنین اور خاص کر بلتستان ڈویژن کے لوگوں نے 1980ء کی دہائی کے اوائل میں قائم کیا ہے۔ شروع میں تو یہ مسجد و امام بارگاہ کچی اینٹوں سے بنایا گیا تھا مگر 2000ء کی دہائی کے اوائل میں RCC کی چھت ڈال کر عمارت مکمل کر لی گئی۔ مسجد و امام بارگاہ ولی عصر کے تمام تر انتظامی امور انجمن اکبر یہ دیکھتی ہے۔

اس امام بارگاہ میں پہلے سال سے ہی یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے جبکہ یہاں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کی جاتی ہے اور اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس امام بارگاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ایام عزا کے تمام مرکزی جلوس جو کہ عوامی کالونی میں برآمد ہوتے ہیں یا تو مسجد و امام بارگاہ ولی عصر سے برآمد ہوتے ہیں یا پھر اس امام بارگاہ پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔

مسجد و امام بارگاہ صاحب الزماں:

دیوسائی کو "روف آف دی ورلڈ" کہا جاتا ہے جو دنیا کے سب سے اونچے میدان تصور کیے جاتے ہیں۔ دیوسائی دراصل اسکردو اور استور کے درمیان واقع ہے اور اس کے ایک طرف گلتری کی انتہائی خوبصورت وادی ہے۔ وادی گلتری کے بہت سارے لوگ عوامی کالونی میں قیام پذیر ہیں اور ان لوگوں نے مل کر 2008 میں مسجد و امام بارگاہ صاحب الزماں کو قائم کیا ہے۔ اب یہاں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کی جاتی ہے اور ایام عزا میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ اصغریہ:

مسجد و امام بارگاہ حیدری کے پاس ہی گھر کے اندر ایک کمرے کو عزاداری کے لیے مختص کر کے ایک چھوٹا سا امام بارگاہ بنایا گیا ہے جس کا نام امام بارگاہ اصغریہ رکھا گیا ہے۔ اس امام بارگاہ میں ایام عزا کے دوران یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اس کے علاوہ ایام عزا کے مخصوص دنوں میں مجالس بھی منعقد ہوتیں ہیں۔

عوامی کالونی کے دیگر عزاخانوں کی عزاداری:

عوامی کالونی میں مختلف علاقائی سطح پر بنے عزاخانوں میں بھی میں عزاداری منعقد کی جاتی ہے مگر زیادہ تر ایام عزا کے عشرہ اولا میں ہی منعقد کی جاتی ہے۔ یہ زیادہ تر عزاخانے 1990 کی دہائی سے قائم ہیں۔ ان عزاخانوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مدرسہ جعفریہ میں خواتین کے سال بھر تمام شہادتوں اور ولادت کے پروگرامز منعقد ہوتے ہیں۔ یہ مدرسہ محمد و آل محمد ٹرسٹ اہلیان نر کی جانب سے چلایا جاتا ہے۔ عزاخانہ آل عباء اہلیان شگر بلتستان کے مومنین نے بنایا ہے اور یہاں عشرہ اولا میں عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔ عزاخانہ در بتول اہلیان بلتستان نے بنایا ہے اور یہاں بھی ایام عزا کے عشرہ اولا میں عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔ انجمن اکبریہ کے زیر اہتمام مدرسہ معصومین میں خواتین کی عزاداری پورے ایام عزا منعقد کی جاتی ہے۔ عزاخانہ عون و محمد اہلیان روندو بلتستان والوں نے بنایا ہے اور یہاں بھی ایام عزا کے عشرہ اولا میں عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔

انجمن کاروان مہدی کے زیر اہتمام خواتین کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ عزاخانہ اصغریہ میں اہلیان پاروی بلتستان کی جانب سے ایام عزم عشرہ اولا منعقد کیا جاتا ہے۔ عزاخانہ اہلیان قمرہ بلتستان میں بھی ایام عزا کے عشرہ اولا میں عزاداری منعقد کی جاتی ہے۔ انجمن جانثاران اہلبیت کے زیر اہتمام خواتین کی مجالس برپا کی جاتی ہیں۔

عوامی کالونی کے جلوس اور شب بیداریاں

سات محرم کا جلوس:

سات محرم کی شب 10 بجے امام بارگاہ ولی العصر میں انجمن اکبریہ کی جانب سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو پہلے اصغریہ امام بارگاہ اور پھر مسجد وامام بارگاہ حیدری میں جاتا ہے اور پھر وہاں سے دوبارہ امام بارگاہ ولی عصر کے اندر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جب یہ جلوس امام بارگاہ حیدری سے قیام کر کے آگے چلتا ہے تو اس کے ساتھ انجمن جانثاران اہل بیت بھی ماتم داری کرتے ہوئے امام بارگاہ ولی عصر تک جاتی ہے۔ یہ جلوس 1980 کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

8 محرم کا جلوس:

مسجد وامام بارگاہ محمد وآل محمد میں عشرے کی آٹھویں مجلس کہ اختتام پر انجمن محمد وآل محمد کی جانب سے رات 10 بجے کے قریب ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے۔ یہ جلوس 1972 سے قائم ہے۔ اس جلوس میں آٹھ سے زیادہ دوہاتھ کی ماتمی انجمنیں اور سنگتیں ماتم داری کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ بڑی تعداد میں لوگ اس جلوس میں شریک ہوتے ہیں۔ وادی نر کے علاقے کا کراچی میں یہ مرکزی جلوس ہوتا ہے جس میں اس وادی کے کراچی میں رہنے والے زیادہ تر لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اس جلوس کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ جیسے ہی جلوس برآمد ہوتا ہے اس وقت ہی بڑے پیمانے پر زنجیر کا ماتم شروع کیا جاتا ہے۔ پہلے یہ جلوس امام بارگاہ حیدری میں اختتام پذیر ہوتا تھا مگر جب سے امام بارگاہ ولی عصر قائم ہوا ہے یہ جلوس امام بارگاہ ولی عصر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

9 محرم کا جلوس:

شب عاشورا انجمن اکبریہ کی جانب، سے ایک جلوس شب عاشور کی مجلس کے اختتام پر رات 11 بجے امام بارگاہ ولی عصر سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا پہلے امام بارگاہ حیدری میں قیام

کرتا ہے پھر یہ جلوس دوبارہ امام بارگاہ ولی عصر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس رات گئے تک جاری رہتا ہے۔ یہ جلوس بھی 1980 کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

انجمن اکبریہ کی شب بیداری:

انجمن اکبریہ کی جانب سے صفر کے مہینے میں کسی بھی ہفتے کی رات کو امام بارگاہ ولی عصر میں ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے جس میں مدعو شدہ انجمن نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔ یہ شب بیداری 2000ء کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

19 صفر کا جلوس:

شب چہلم کو رات 10 بجے انجمن اکبریہ کی جانب سے امام بارگاہ ولی عصر سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد و امام بارگاہ محمد و آل محمد میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں کافی تعداد میں ماتمی دستے ہوتے ہیں اور بڑی منظم ماتم داری ہوتی ہے۔ یہ جلوس 1980 کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

19 صفر کو ہی ایک اور جلوس امام بارگاہ اصغریہ سے برآمد ہوتا ہے اور گلی میں ہی امام بارگاہ حیدری میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ جلوس 1990 کی دہائی سے قائم ہے۔

دیگر مجالس اور شب غم:

عوامی کالونی کے چاروں امام بارگاہوں میں مسلسل روزانہ کی بنیاد پر مجالس برپا ہوتی رہتی ہیں۔ جبکہ ہفتے کی رات کو کسی نہ کسی امام بارگاہ میں مختلف انجمنوں اور عزاداروں کی طرف سے شب غم بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں۔

20 رمضان کا جلوس:

شہادت مولا علی علیہ السلام کی مناسبت سے 20 رمضان کی شب 10 بجے امام بارگاہ ولی عصر سے

ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ ولی عصر میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ جلوس بھی 1980 کی دہائی کے اوائل سے قائم ہے۔

کورنگی A-48 اور B-48 کی عزاداری:

اسکردو شہر کی ایک خاصیت یہ ہے کہ دریائے سندھ اونچے اونچے پہاڑوں سے سر ٹکراتا شور مچاتا جب اسکردو شہر کے قریب آتا ہے تو ایک دم سکوت اختیار کر لیتا ہے اور کچھ دیر کے لیے ایک دم خاموش ہو جاتا ہے۔ اسکردو کی مین ہائی وے پر اسکردو ضلعے کے آخر میں جہاں روڈ ضلع کھرمنگ اور ضلع گانچے کی طرف جا رہی ہے اس سے کچھ پہلے دریائے سندھ کے دہانے پر گول کی وادی ہے۔ اس گول کی وادی کے رہنے والوں کی اکثریت کراچی میں 1980 کی دہائی میں بلوچ کالونی اور مختلف علاقوں میں رہائش پذیر تھی۔ جب ان علاقوں میں فلائی اوور اور دیگر ترقیاتی کام شروع ہوئے تو ان لوگوں کو وہاں سے اٹھایا گیا اور کورنگی میں 48A اور 48B کے علاقوں میں 60 گز کے مکانوں میں آباد کیا گیا۔ اتفاقیہ طور پر ان دونوں علاقوں میں وادی گول کے رہنے والوں کی اکثریت ہی رہی۔

مسجد و امام بارگاہ باب الحوائج:

کورنگی کے سیکٹر 48B کے اہل محلہ نے مسجد کے حصول کے لیے کوشش شروع کی جس کے نتیجے میں ایک زمین حاصل ہوگئی۔ اہل محلہ نے کوشش کر کے اس زمین پر ایک کچی اینٹوں کا کمرہ بنالیا جس میں ٹین کی چھت ڈال دی گئی۔ کافی عرصے تک یہ اسی طرح سے مسجد رہی اور امام بارگاہ کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہی۔ 2007 میں اس مسجد کو باقاعدہ پکا کر کے ایک قلعہ نما انتہائی خوبصورت عمارت بنائی گئی ہے۔ یہاں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کی جاتی ہے اور ایام عزا میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ اس مسجد و امام بارگاہ کا تمام انتظام باب الحوائج ٹرسٹ کے پاس ہے۔

چھ محرم کو 10 بجے شب حضرت علی اصغر کی شہادت کی مناسبت سے جھولے کا ایک جلوس مسجد و امام

بارگاہ باب الحوائج سے برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا مسجد و امام بارگاہ سقائے اہل بیت پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

19 صفر یعنی شب چہلم کو مسجد و امام بارگاہ باب الحوائج میں باب الحوائج ٹرسٹ کی جانب سے ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے جس میں شب بھر مدعو شدہ انجمنیں ماتم داری وسینہ زنی کرتی ہیں۔

29 صفر کو شہادت امام حسن علیہ السلام کی مناسبت سے رات 10 بجے مسجد و امام بارگاہ باب الحوائج سے شبیہ تابوت امام حسن علیہ السلام برآمد کیا جاتا ہے جس میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

20 رمضان کی شب شہادت مولا علی علیہ السلام کی مناسبت سے شبیہ تابوت مولا علی علیہ السلام برآمد کیا جاتا ہے جو مسجد و امام بارگاہ کی حدود میں گشت کر کے واپس دوبارہ مسجد و امام بارگاہ باب الحوائج میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ سقائے اہل بیت سیکٹر 48-A:

اس علاقے میں بھی اسکردو کی وادی گول کے لوگ زیادہ ہیں۔ 48A کے اہل محلہ نے بھی اپنے لیے ایک مسجد اور امام بارگاہ کے لیے زمین حاصل کی جس پر انہوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی اور اس کا نام مسجد و امام بارگاہ سقائے اہل بیت رکھا۔ 2003 میں اس مسجد و امام بارگاہ پر RCC کی چھت ڈال کر عمارت کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ یہاں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کی جاتی ہے اور ایام عزا میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ اس مسجد و امام بارگاہ کا انتظام غلامان سقائے اہل بیت ٹرسٹ چلاتی ہے۔

8 محرم کو مسجد و امام بارگاہ ستقائے اہل بیت سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جس میں آس پاس کے گھروں سے بھی منتی جلوس شامل ہوتے جاتے ہیں۔ جب یہ جلوس مسجد و امام بارگاہ باب الحوائج کے قریب پہنچتا ہے تو بڑے بڑے ماتمی حلقے بن جاتے ہیں اور پھر جلوس مسجد و امام بارگاہ باب الحوائج میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

امام بارگاہ صادقین:

سو کوارٹر کورنگی کے سیکٹر 50 ڈی میں بھی بہت سارے لوگوں کو کراچی کے مختلف جگہوں سے ہٹا کر متبادل کے طور پر 60 گز کے مکانات دیے گئے۔100 کوارٹرز کے اس سیکٹر میں بڑی تعداد گلگت اور بلتستان کے مومنین کی ہے۔انہی لوگوں کی کوششوں سے اس علاقے میں ایک امام بارگاہ صادقین قائم ہوا۔اس امام بارگاہ میں اپنے قیام سے لے کر اب تک یکم محرم سے 10 محرم تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے۔ سات محرم کی شب انجمن محبان اہل بیت کی جانب سے ایک گھر کے عزا خانے میں مجلس برپا کی جاتی ہے جس کے اختتام پر ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ صادقین میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

ربیع الاول کے پہلے ہفتے کو امام بارگاہ صادقین میں ایک شب بیداری منعقد کی جاتی ہے جس میں مدعوشدہ انجمنیں نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی ہیں۔

اس مضمون میں درج ذیل کتابوں اور شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) پروگرام مجلس وجلوس عزا (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی)
۲) تاریخ بلتستان (غلام حسن حسنو)
۳) جناب حسین صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۴) جناب غلام حیدر صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۵) جناب ناصر صاحب سے حاصل کردہ معلومات

کورنگی ٹاؤن کے بقیہ مساجد و امام بارگاہیں اور ان کے اطراف کی عزاداری

ضلع کورنگی میں موجود خود کورنگی کا علاقہ جو کہ کورنگی ٹاؤن کہلاتا ہے اس کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ یہ خود اپنی ذات میں ایک شہر کے برابر ہے۔ ہمارے ملک کے بہت سے شہروں سے زیادہ اس کورنگی ٹاؤن کی آبادی ہے۔ اسی لحاظ سے اس ٹاؤن کی عزاداری بھی بہت بڑی ہے۔ 25 سے زیادہ بڑی بڑی مساجد اور امام بارگاہیں ہیں جو آبادیوں میں مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ گلی محلوں کے جلوسوں کو ہٹا کر 150 سے زیادہ جلوس عزا ہیں۔ یکم محرم سے عاشور تک کے عشرہ مجالس بھی بہت بڑی تعداد میں منعقد ہوتے ہیں۔ خواتین کے عشروں کو تو گنتی میں لانا ہی بہت مشکل ہے۔ اسی طرح سے شب غم اور شب بیداریاں بھی کورنگی ٹاؤن میں بہت بڑی تعداد میں منعقد کی جاتی ہیں۔ کورنگی ٹاؤن کی عزاداری کے سلسلے میں اب یہ آخری حصہ ہے جس میں کورنگی میں رہ جانے والے مسجد و امام بارگاہ اور ان کے اطراف کی عزاداری کو بیان کیا جا رہا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ عباس علمدار ڈیڑھ نمبر:

1985 میں ایک چھوٹی سی زمین پر ملنگوں نے اندرون سندھ کا مخصوص پڑ بنایا ہوا تھا۔ پڑ یعنی غازی عباس علیہ السلام کا علم لگا ہوا ہوتا ہے اور باقی تمام جگہ خالی ہوتی ہے۔ جب یہاں آبادی بڑھی تو لوگوں نے اس پڑ میں مسجد بنانے کی اجازت چاہی۔ ملنگوں نے اُجازت دے دی اور یوں دیوار بنا کر اس پر سیمنٹ کے سلیب کی چھت بنا دی گئی اور آذان شروع ہوئی اور با جماعت نماز کا انتظام ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد سید محمد حیدر صاحب نے چھوٹے پیمانے پر مسجد کو بنوا دیا۔ اس چھوٹے سے کمرے کی مسجد میں نماز کے ساتھ ساتھ عزاداری بھی منعقد ہونی شروع ہو گئی۔ 1995 میں مسجد کی نئے سرے سے دوبارہ تعمیر شروع ہوئی اور اب ایک انتہائی خوبصورت عمارت بنا دی گئی ہے۔ جس میں مسجد الگ اور امام بارگاہ

الگ بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پیش امام صاحب کا بھی الگ گھر بنایا گیا ہے۔ اس تمام کام میں مرزا اثمر عباس صاحب کا اہم کردار ہے۔

اس مسجد میں مولانا اخوند صاحب کی بڑی خدمات ہیں، ان کے علاوہ مولانا واحدی صاحب نے یہاں پر 20 سال سے زیادہ نماز پڑھائی ہے۔ مولانا صابری صاحب آج کل نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ اس مسجد میں مدرسہ بھی چلتا ہے جس میں بچوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس مسجد و امام بارگاہ میں یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس مسجد و امام بارگاہ کا انتظام انجمن علمدار حسین رجسٹرڈ سنبھالتی ہے۔ جس کے صدر جناب زوار غلام شبیر صاحب ہیں۔

سات محرم کو انجمن علمدار حسین کی جانب سے امام بارگاہ عباس علمدار ڈیڑھ نمبر سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ عباس علمدار میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

آٹھ محرم کو انجمن عباس علمدار کی جانب سے رات نو بجے امام بارگاہ عباس علمدار میں بعد ختم مجلس ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ عباس علمدار میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں علم بہت بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔ جلوس جس راستے سے گزرتا جاتا ہے اس راستے پر مومنین کے گھر کے عزاخانوں سے منتی جلوس اس میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس جلوس میں اہل سنت برادری کے بھی کافی علم ہوتے ہیں۔ اس جلوس کے اندر اہم بات یہ ہوتی ہے کہ جب یہ جلوس فورسیٹر کے اسٹاپ پر پہنچتا ہے تو جلوس کو دیکھنے والوں کے درمیان مجلس برپا کر دی جاتی ہے جس کو سارا مجمع سنتا ہے اور ذاکر بھی صرف کربلا کے مصائب بیان کرتا ہے۔ اسی جگہ پر اہل سنت برادری کی جانب سے ایک بڑی سبیل بھی لگائی جاتی ہے۔ اس جلوس میں اتحاد بین المسلمین کا بہترین مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ در سکینہ چکرا گوٹھ:

یہ امام بارگاہ 1970 کی دہائی میں قائم کیا گیا۔ آج کل اس کے متولی غلام شبیر صاحب ہیں۔ پہلے یہ صرف ایک پلاٹ پر مسجد و امام بارگاہ بنا ہوا تھا مگر جرار زیدی اور نذر عباس زیدی کے تعاون سے برابر میں ایک پلاٹ اور مل گیا۔ یہاں پانچوں وقت کی باجماعت نماز ہوتی ہے۔ یکم محرم سے عاشور تک عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔

امام بارگاہ گلستان زہرا درگاہ نذر شاہ بخاری چکرا گوٹھ:

یہ درگاہ 1965 کی بنی ہوئی ہے 2000ء کے عشرے میں یہاں پر امام بارگاہ بنا کر مجالس اور جلوس کا اہتمام کیا گیا۔ اس امام بارگاہ میں اب یکم محرم سے عاشور تک عشرہ منعقد کیا جاتا ہے اس کے علاوہ مخصوص اسلامی دنوں میں بھی مجالس اور میلاد کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

چکرا گوٹھ کی عزاداری:

آٹھ محرم کو بمبا گوٹھ میں غلام علی حیدری صاحب کے گھر کے عزاخانے سے ایک جلوس رات 10 بجے برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ در سکینہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

9 محرم کو بمبا گوٹھ میں غلام شبیر صاحب کے گھر کے عزاخانے سے ایک جلوس شام سات بجے برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ در سکینہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ایک اور جلوس 12 محرم کو نو بجے شب غلام شبیر صاحب کے گھر سے ہی برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ در سکینہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

چار صفر کو بمبا گوٹھ میں امجد علی مولائی کے گھر بعد ختم مجلس نو بجے شب ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ در سکینہ چکرا گوٹھ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

12 صفر کو شب غم اور 13 صفر کو شب بیداری امام بارگاہ کمیٹی کی جانب سے مسجد و امام بارگاہ در سکینہ میں منعقد کی جاتی ہیں۔

ایام عزا کے علاوہ عزاداری:

25 رجب اور 28 رجب کو روانگی کربلا کے حوالے سے غلام شبیر صاحب کی جانب سے دو جلوس برآمد کیے جاتے ہیں ایک جلوس غلام شبیر صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے جبکہ دوسرا جلوس امام بارگاہ درسکینہ چکرا گوٹھ سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ دونوں جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتے ہوئے امام بارگاہ درسکینہ پر ہی اختتام پذیر ہوتے ہیں۔

ایام فاطمیہ میں امام بارگاہ کمیٹی کی جانب سے رات نو بجے امام بارگاہ درسکینہ سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو گشت کر کے واپس امام بارگاہ درسکینہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

19 رمضان کو شب ضربت مولا علی علیہ السلام کی مناسبت سے رات 10 بجے جاوید چانڈیو صاحب کے گھر سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ درسکینہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

سات ذی الحجہ کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی مناسبت سے ایک جلوس قمبر علی زیدی صاحب کے گھر سے برآمد ہوتا ہے اور مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ درسکینہ پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

مسجد و امام بارگاہ حسینی گلزار کالونی:

1980 کی دہائی کے آخر میں ایک مومن نے پلاٹ کو امام بارگاہ و مسجد کے لیے عطیہ کیا۔ اس پلاٹ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا دی گئی۔ 2010 کی دہائی کے اوائل میں مسجد کی از سر نو تعمیر ہوئی اور RCC کی چھت ڈال کر اس چھوٹی سی عمارت کو مکمل کر لیا گیا۔ اس عمارت میں ایک ہی ہال ہے اس لیے ایک جگہ کو مسجد کے لیے مخصوص کر دیا گیا جہاں باجماعت نماز ہوتی ہے اور مدرسہ بھی چلتا ہے۔ ایام عزا میں یکم محرم سے عاشور تک ایک عشرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی دنوں میں یہاں مجالس اور میلاد کی محافل کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں اتحاد بین المسلمین کا بہترین مظاہرہ دیکھنے میں

آتا ہے۔

آٹھ محرم کو ایک جلوس نو بجے شب مسجد و امام بارگاہ حسینی گلزار کالونی سے برآمد ہوتا ہے اور بلال کالونی، شاہ لطیف ٹاؤن اور پاور ہاوس ہوتا ہوا امام بارگاہ محمد و آل محمد عوامی کالونی کے مرکزی جلوس میں شامل ہو جاتا ہے۔

امام بارگاہ قلندریہ حسینی بلال کالونی:

امام بارگاہ قلندریہ دراصل ایک پیر صاحب نے عزاداری کے لیے بنایا تھا۔ ان کا پڑوسی امام بارگاہ سے بہت زیادہ خار کھاتا تھا۔ ایک دن اسے اتنا غصہ آیا کہ وہ ریوالور لے کر سیدھا پیر صاحب کے سامنے آ گیا تھا۔ مگر کچھ عرصے بعد پھر یہی پڑوسی آپ کا سب سے بڑا مرید بنا اور آپ کے انتقال کے بعد اس نے آپ کو اسی امام بارگاہ میں دفن کر دیا۔ اور قبر کا مجاور بن گیا۔ آج بھی یہ امام بارگاہ اپنی آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔

امام بارگاہ قلندریہ حسینی بلال کالونی میں 9 محرم کو تین بجے سہ پہر ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ قلندریہ حسینی بلال کالونی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ 21 صفر کو بھی انجمن قلندریہ بلال کالونی کی جانب سے ایک جلوس امام بارگاہ قلندریہ حسینی بلال کالونی سے برآمد ہوتا ہے جو مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوبارہ امام بارگاہ قلندریہ حسینی بلال کالونی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

25 محرم کو انجمن قلندریہ بلال کالونی کی جانب سے ایک مجلس برپا کی جاتی ہے جس کے اختتام پر قمہ کا ماتم کیا جاتا ہے۔

28 صفر کو اور آٹھ ربیع الاول کو شام چار بجے امام بارگاہ قلندریہ حسینی میں ایک مجلس برپا کی جاتی ہے جس کے اختتام پر رات گئے تک انجمن نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتی رہتی ہیں۔

21 رمضان کو انجمن قلندریہ بلال کالونی کی جانب سے شام کو یوم شہادت حضرت علی کی مناسبت

سے ایک مجلس برپا کی جاتی ہے۔

جامع مسجد و امام بارگاہ بی بی زینب مہران ٹاؤن:

1972 میں مہران ٹاؤن بنایا گیا تھا۔ کیونکہ یہ علاقہ ملیر ندی کے بالکل دہانے پر ہے اس لیے کئی دفعہ اجڑا اور کئی دفعہ بنا۔ 1990 کی دہائی میں ملنگ حبیب اللہ خاور نے امام بارگاہ کے لیے زمین کو حاصل کیا تھا اور اس پر علم لگا دیا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اندرون سندھ میں علم لگا کر پڑ بنایا جاتا ہے۔ 2003 میں مہران ٹاؤن کے اہل محلہ نے اس کو باقاعدہ امام بارگاہ بنالیا۔ صنعتی ایریا ہونے کی وجہ سے مولانا قمر عباس زیدی نے سروے کر کے بتایا کہ اس جگہ پر جمعہ کی نماز کو قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے دور دور جایا کرتے تھے۔ یوں باقاعدہ جمعہ کی نماز شروع ہوگئی۔ پہلے نماز پڑھنے کے لیے ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی تھی اور اسی میں عزاداری بھی کی جاتی تھی۔ 2010 کے عشرے میں اس مسجد و امام بارگاہ کو بہترین انداز میں تعمیر کر کے مکمل کر لیا گیا ہے۔ اب یہاں نماز جمعہ کے ساتھ ساتھ نماز پنجگانہ بھی ادا کی جاتی ہے۔ یکم محرم سے عاشور تک عشرہ شروع زمانے سے ہی منعقد کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل بھی منعقد کی جاتی ہیں۔

9 محرم کو جناب قاری امتیاز علی حسین کی جانب سے دو بجے دوپہر امام بارگاہ حضرت بی بی زینب مہران ٹاؤن سے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ آل عمران مہران ٹاؤن میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس 2003 سے قائم ہے۔

مسجد و امام بارگاہ آل عمران مہران ٹاؤن:

مسجد و امام بارگاہ آل عمران بھی مسجد و امام بارگاہ بی بی زینب کے ساتھ ساتھ 1990ء کی دہائی میں قائم ہوا۔ قائم کرنے والے افراد میں عتیق عباس، فقیر غلام حسین چانڈیو، حکیم مستان علی اور علی فقیر تھے ان لوگوں نے اندرون سندھ کی طرح اپنی زمین پر علم لگایا ہوا تھا اور ایام عزا میں عزاداری کیا کرتے تھے۔

2003ء میں اسے باقاعدہ امام بارگاہ بنادیا گیا۔شروع میں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں نماز اور مجالس دونوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔اس علاقے کی زیادہ تر آبادی مزدور پیشہ ہے۔ سید محمد علی زیدی صاحب (غازی) نے مسجد وامام بارگاہ آل عمران کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ 2015 میں RCC کی چھت ڈلنے کے بعد مسجد کی تعمیر اب مکمل ہوگئی ہے۔ مگر ابھی امام بارگاہ زیر تعمیر ہے تاہم اس مسجد وامام بارگاہ میں انتہائی متحرک مدرسہ بھی ہے جو کافی عرصے سے بہترین انداز سے چل رہا ہے۔اس وقت اس مسجد وامام بارگاہ کی کمیٹی کے صدر مولانا سید قمر عباس زیدی ہیں جن کا مہران ٹاؤن میں مساجد اور امام بارگاہوں کے فروغ میں اہم کردار ہے۔

19 محرم کو امام بارگاہ انتظامیہ کی جانب سے دوپہر دو بجے ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے جو کہ امام بارگاہ آل عمران مہران ٹاؤن سے برآمد ہوتا ہے اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا امام بارگاہ حضرت بی بی زینب علیہ السلام مہران ٹاؤن میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

جناب وقار حسین نقوی صاحب کی جانب سے آٹھ محرم کو ان کی رہائش گاہ پر ایک مجلس سات بجے شام ہوتی ہے۔ 27 صفر کی شب بامناسبت شہادت امام حسن علیہ السلام ایک مجلس امام بارگاہ آل عمران میں منعقد کی جاتی ہے یہ اس علاقے کا بڑا پروگرام ہوتا ہے۔ 21 رمضان کی شب بمناسبت شہادت مولا علی علیہ السلام ایک مجلس امام بارگاہ آل عمران مہران ٹاؤن میں منعقد کی جاتی ہے جس میں بڑی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مہران ٹاؤن میں کئی چھوٹے چھوٹے جلوس گھروں کے عزاخانوں سے برآمد ہوتے ہیں۔ مہران ٹاؤن کی عزاداری کے فروغ میں مولانا ناظر تقوی کا بھی اہم کردار ہے۔

جامعہ مسجد وامام بارگاہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:

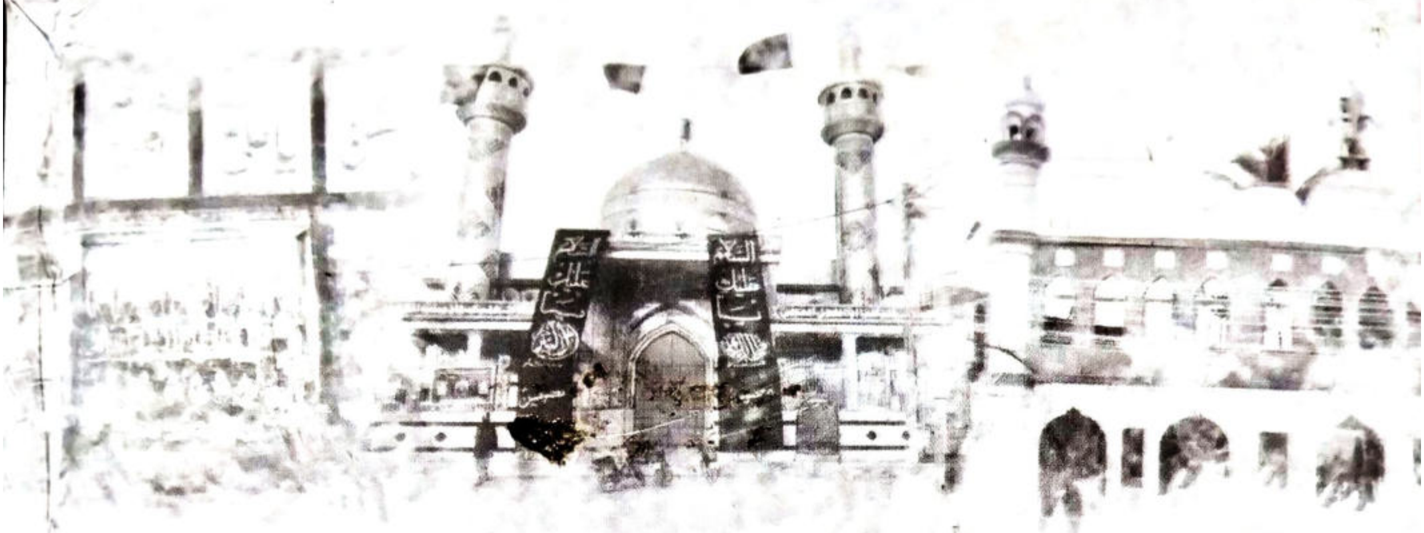
کورنگی کراسنگ کے پاس یہ مسجد واقعہ ہے۔ایک زمانے تک یہ کچی حالت میں تھی۔ کچھ عرصہ پہلے ہی مخیر حضرات نے اس جامعہ مسجد کو بنوایا ہے اور اتنا خوبصورت بنوایا ہے کہ یہ مسجد دیکھنے سے تعلق رکھتی

ہے۔ یہ مسجد دراصل بھٹائی کالونی کے اندر موجود ہے جس میں مختلف قومیں آباد ہیں مگر اکثریت پنجابی بولنے والوں کی ہے۔ شروع زمانے میں کورنگی کریک سے لوگ یہاں جمعہ کی نماز پڑھنے آیا کرتے تھے۔ یہ ایک جامعہ مسجد ہے اور یہاں جمعہ کی نماز کے علاوہ نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہے۔ یکم محرم سے عاشور تک کا عشرہ یہاں بہت قدیمی ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص اسلامی تاریخوں میں مجالس اور میلاد کی محافل بھی منعقد ہوتی ہیں۔

سات محرم کو الطاف کالونی سے بعد نماز مغربین حضرت قاسم کی مہندی کی مناسبت سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا بھٹائی کالونی میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ 8 محرم کو بعد نماز ظہرین بھٹائی کالونی سے ایک ماتمی جلوس برآمد ہوتا ہے جس میں حضرت عباس علیہ السلام کی مناسبت سے منتی علم ہوتے ہیں۔ یہ جلوس اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا جامع مسجد و امام بارگاہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اسی علاقے میں 28 محرم کو بھٹائی کالونی میں سید سجاد حسین زیدی کے گھر سے ایک جلوس برآمد ہوتا ہے جو قلندریہ چوک اور نیازی چوک سے ہوتا ہوا الطاف کالونی کے ایک گھر کے عزاخانے میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل شخصیات سے معلومات حاصل کی گئیں:

۱) کتابچہ برائے پروگرام مجلس و جلوس عزا (پیس کمیٹی لانڈھی کورنگی)
۲) پروفیسر نجمی حسن سے حاصل کی گئی معلومات
۳) سید وقار حسین نقوی صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۴) ڈاکٹر سجاد حسین صاحب سے حاصل کردہ معلومات
۵) جناب زوار غلام بشیر صاحب سے حاصل کردہ معلومات



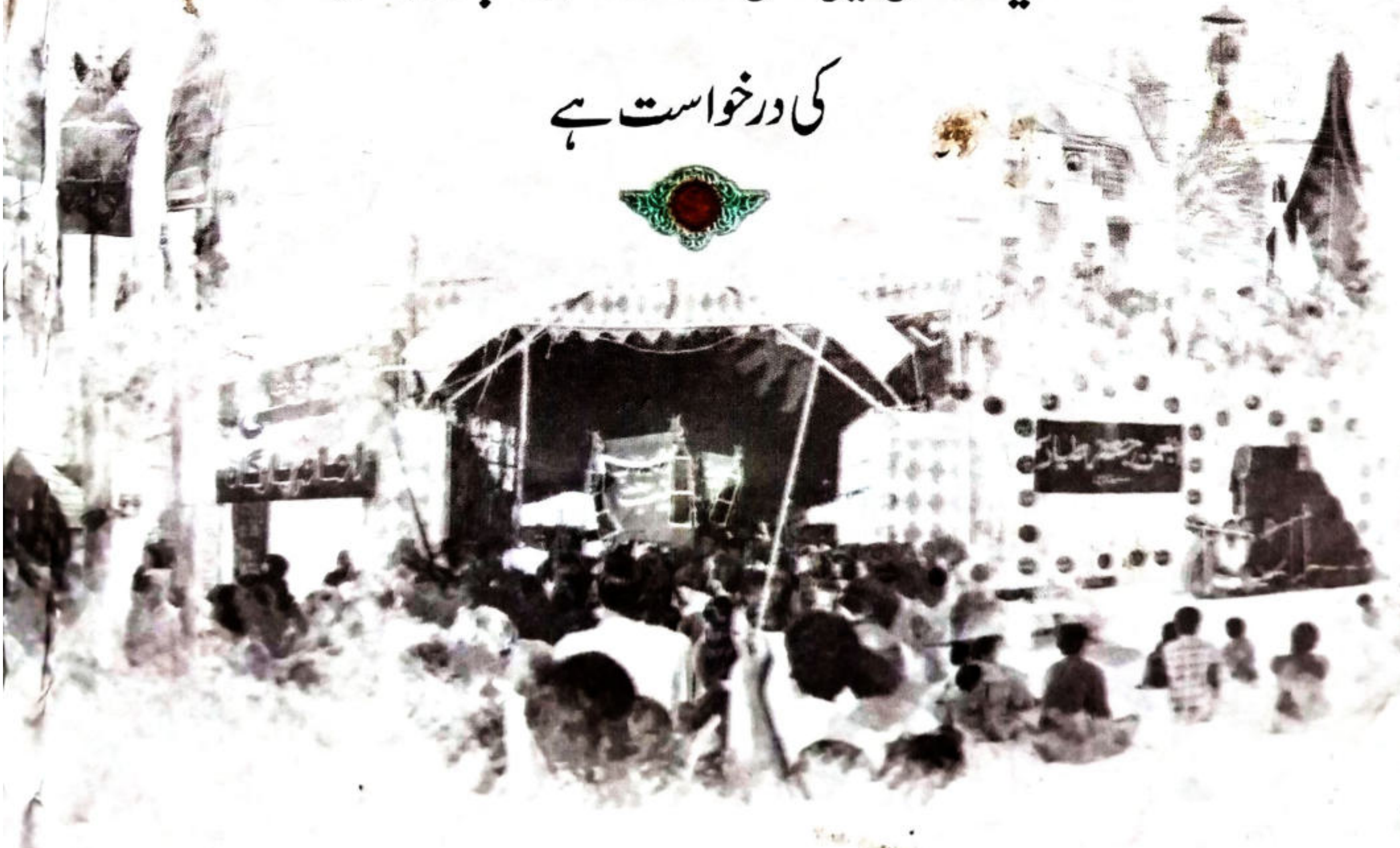
کراچی کی عزاداری کے فروغ میں

جن جن افراد نے اپنا کردار ادا کیا اور خاص طور پر

وہ بانیان جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے اور اب وہ

حیات نہیں ہیں، ان کے لئے سورۂ مبارکہ فاتحہ

کی درخواست ہے



Printed By: Syed Rizwan Ilyas 03363217510